(بجملہ حقوق محفوظ)
۷۸۶
ھٰذہٖ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی
طریق النجات
از افاضات عالیہ فاضل اجل عارف اکمل منبع فیوضات
قدسی صفات معرفت و حقیقت دستگاہ آیۃ من آیات اللہ
مرشد الزمن حضرت مولانا قبلہ محمد حسن صاحب مجددی فاروقی دامت برکاتہم
مع اردو ترجمہ
از عالیجناب فضائلمآب مولانا مولوی حکیم حافظ حضرت آقا
محمد ہاشم صاحب مجددی ابن حضرت مصنف مد ظلہم العالی فیضہم
زیر نگرانی
ابو الریاض حکیم معراج الدین احمد مدیر اخبار الفقیہ
امرتسر

فہرستِ مضامین طریق النجات

مضمون	صفحہ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ

عرضِ مُترجم

ناظرین محترم! مسلمانوں پر ادبار اور پستی کا جو ہلاکت آفرین دور آجکل گذر رہا ہے اسکی تباہی و بربادی کا حوصلہ شکن احساس کچھ اہلِ نظر حضرات ہی بہتر کر سکتے ہیں۔ بظاہر تعداد افراد جاتا ہے مسلمانوں کی کچھ ترقی ہو رہی ہو لیکن اس واضح حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ بحیثیت قوم، ملت مسلمان تنزل کے تاریک گڑھے میں گرے جا رہے ہیں۔ معاش اور معاد کے جتنے صیغے اور سلسلے ہیں سب میں وہ اوجِ کمال سے حضیضِ زوال کی طرف اپنی ہی بدکرداری اور بددماغی کی وجہ سے حرکت کرتے ہوئے دیکھے جاتے ہیں۔ ایک صاحب بصیرت تنزل کی اس زہریلی ہوا کو پھیلتے ہوئے دیکھ کر پیشگوئی کر سکتا ہے کہ اگر حفاظت الٰہی کا تریاق نہ ہوتا تو یقیناً مسلمان آج سے بہت پہلے عرصۂ حیات کو طے کئے ہوئے دیکھے جاتے!

ادبار و فلاکت کے اس مرضِ مزمن کی اذیتوں سے اگرچہ اب وہ خوگر ہو گئے ہیں اور ایک عرصہ سے شدائد و مصائب کے پے در پے ورود نے ان کے اعضاء کو بے حس سا بنا دیا ہے۔ لیکن خنجرِ قدرت نے اس دور میں ان کے دیرینہ زخموں پر کچھ ایسے پیہم چرکے لگائے ہیں۔ کہ ان میں دوبارہ تازہ خون بھر آیا ہے اور رگوں میں احساس کی ایک لہر دوڑ گئی ہے۔ خدا خدا کر کے اب انہیں اتنا معلوم ہو گیا ہے۔ کہ ہم بھی کوئی وجود رکھتے ہیں اور ہمیں بھی دنیا میں رہنا ہے۔

مقامِ مسرت ہے کہ پھر ایک مرتبہ مداوا و معالجہ کا خیال ان کے دماغ پر مستولی ہو گیا ہے اور طویل علالت کی کمزوریوں نے انہیں اپنی زائل شدہ طاقت حاصل کرنے

کیلئے اِدھر اُدھر ہاتھ پیر مارنے پر مجبور کر دیا ہے۔ چنانچہ ہمدرد مصلحین نے اپنے اپنے نظریہ کے ماتحت مختلف تشخیصیں کیں۔ اور مختلف نسخے تجویز فرمائے۔ علمی لپستی کو دیکھکر بعض علم دوست حضرات نے کالج کھلوائے۔ اقتصادی تنزل کو مدنظر رکھتے ہوئے بعض اہلِ دولت جوازِ سُود کے فتوے دینے لگے۔ اسی طرح جس شعبے سے جس کو زیادہ دلچسپی تھی اسکے وہی کوتاہی محسوس کرکے اسی کی ترقی میں کوشش کی۔

لیکن افسوس کہ مریضِ جان بلب کی حالت دن بدن ابتر و نازک ہوتی گئی اور "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" کا مصرعہ واقعۃً ثابت ہوتا گیا۔

وجہ کیا ہے کہ طریقِ علاج میں غلطی کی گئی۔ اور اصل مرض کی اہمیت کو نظر انداز کرکے ازالۂ عوارض ہی کو کافی سمجھا گیا۔ اور اس برگزیدہ حکیم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاف اور فطری تعلیمات کو بھول کر اپنی ہی ناقص عقل کے گورکھ دھندوں پر مریض کو اُلجھا کر مرض کی کیفیت و نوعیت کو اور بھی پیچیدہ بنا دیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے دنیا کو رو تے تھے۔ اب اس کے ساتھ دین بھی کھو بیٹھے"۔

اسی بناء پر تجربہ کار نباضوں نے جن کی معاملہ فہم نظر مرض کی تہ تک پہونچگئی ہے۔ معاملہ کی نزاکت کو ملحوظ رکھتے ہوئے تہیہ کر لیا اور فیصلہ فرمایا کہ اس حالت میں کیوں پھر اس اکسیری نسخے کو نہ آزمایا جائے۔ جس نے صاحب فراش مریض عرب کو ایک آن میں اس قدر طاقتور جوانمرد بنا دیا تھا۔ کہ سارے عالم کے رستموں کو اس نے گرد کر دیا۔ وہ نسخہ کوئی صدری اور پوشیدہ نسخہ نہیں۔ وہ نسخہ وہی ہے جس کو طبیبِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صفحۂ دہر پر دنیا کے سب سے زیادہ مقبول نسخے (قرآن) کی صورت میں چھوڑا ہے۔ اس نسخے کے اسرار سمجھانیوالے بھی دنیا میں اپنے اپنے مذاق اور استعداد کے موافق مختلف پیدا ہوئے۔ یعنی بعض نے اس کو فلسفیانہ رنگ میں پیش کیا۔ اور بعض نے اس کو مادیات کی ایک کتاب جانا۔ اور بعض نے اس کو محض روحانیات ہی کا معلم سمجھا لیکن افسوس کہ یہ تیر بہدف نسخہ ان سب صورتوں میں نہ کچھ ایسا زیادہ مؤثر اور نہ ایسا کایا کلپ ثابت ہوا۔ جیسا کہ پہلے پہل اس کے بنانیوالے کالی کملیا والے حکیم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ پر اکسیر بنا تھا

بات کیا تھی کہ وہ اپنے اصلی اوزان اور ترکیب کے ساتھ نہیں بنایا جاتا تھا۔ بلکہ یہ اپنی ناتجربہ کاری سے۔ اور اپنی کوتاہ عقل کے بل بوتے پر یا تو بعض اجزاء کو بالکل بدل دیا جاتا تھا۔ یا ان میں تغیر و تبدل کر کے نسخہ کی اصلیت کو بگاڑ دیا جاتا تھا۔

اب جبکہ مریض قوم کی حالت قریب الموت تھی تو حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے اپنے عہد کو پورا کرنے کے لئے ایسی نسخۂ حیات بخش و جانفزا کی ترکیب و ترتیب کے لئے اپنے بندوں میں سے (حضرت) مصنفِ کتاب طریق النجات" کا شرح صدر فرمایا۔ جنہوں نے اس کے اسرار و رموز کو نہایت سہل طریقہ پر اُسی زبان میں کھول دیا۔ اور مسلمانوں کے سامنے وہ نسخہ اصلی صورت میں لا کر ایسا روشن لائحہ عمل پیش کیا ہے جس کو دستور العمل بنانے کے بعد معاش اور معاد کے سب شعبے ایسے ہی مکمل اور اعلیٰ ہو سکتے ہیں۔ جیسے کہ اس کو پہلی بار آزمانے کے زمانے (خیر القرون) میں شاندار اور بلند پایہ ہوئے تھے:

مجھ جیسے بے مایہ کو انہیں کا ارشاد ہوا کہ اسکا ترجمہ سلیس اُردو میں ہو جائے۔ چنانچہ میں نے ارشاد کی تعمیل کو سعادتِ دارین سمجھکر اپنی بساط کے موافق اس کام کو ختم کیا ہے اور جو کچھ مجھ سے بن پڑا ہے ناظرین کے سامنے ہے۔ اس سہل و ممتنع کام کی الجھنوں اور دشواریوں کا کچھ وہی حضرات بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں جنکو کبھی عربی سے اُردو ترجمہ کرنے کا اتفاق ہوا ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ عربی کی طرز تحریر۔ جملوں کی ترکیب محاورہ کی نوعیت۔ غرضیکہ ہر ایک چیز اُردو سے بالکل مختلف اور جداگانہ واقع ہوئی ہے۔ اب اگر تحت اللفظ ترجمہ کیا جائے تو شاید گلابی اُردو کی طرح ایک عجیب مضحکہ خیز صورت اختیار کر لے۔ اور اگر متن سے قطع نظر کی جائے تو ترجمے کی شان باقی نہیں رہتی۔ اور بہت ممکن ہے کہ اصل و ترجمے کے مابین مغائرت کی ایک عمیق خلیج حائل ہو جائے۔ چنانچہ انہی مجبوریوں سے میں نے جہانتک ہو سکا ہے اپنی کوشش اس میں صرف کی ہے کہ ترجمہ متن کے قریب قریب ہو نیکے باوجود بامحاورہ بھی ہو۔ اور اصل مطلب بھی فوت نہ ہونے پائے۔ اسی لئے بعض جگہ کچھ جملے بڑھائے گئے ہیں۔ اور کہیں بین القوسین (بریکٹ) سے کام لیا گیا ہے لیکن قرآن مجید کی آیتوں

اور حدیثوں کے ترجمے دستور عام کے مطابق اکثر تحت، اللفظ ہی لکھدیئے گئے ہیں۔
کمال احتیاط و محنت کے باوصف پھر بھی ممکن ہے کہ کہیں غلطیاں یا خامیاں
رہ گئی ہوں. خطا کار بندہ سے خطائیں ہی سرزد ہوتی ہیں۔
امید ہے کہ معزز ناظرین صفتِ خطا پوشی سے متصف ہوکر مجھے دعائے خیر سے
یاد فرمائیں گے ۔ کیا عجب کہ ذرہ نواز سرکار اس ناچیز خدمت کے صلہ میں اس اکسیر
کے ایک ذرے سے میرے مس قلب کو کندن بنا دے کہ ؎

نظرت کیمیا است گر نگری
کہ مس قلبِ من چو زر گردد

وجئنا ببضاعة مزجاة فاوف لنا الكيل و تصدق علينا ان
الله يجب المتصدقين ۔

فقط والسلام

حافظ محمد ہاشم مجددی

ٹنڈو سائیں داد ضلع حیدرآباد
سندھ
۲۵ - جون سنہ ۱۹۳۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رب انی لما انزلت الیّ من خیر
فقیر اسئلک العصمۃ والسداد
واعوذ بک من الزیغ والالحاد
سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا
انک انت العلیم الحکیم۔
صل وسلم وبارک علیٰ
سیدنا محمدن المصطفیٰ صاحب
قاب قوسین او ادنیٰ کما
یلیق بعظیم شانہ ویکون
احریٰ وعلیٰ آلہ واصحابہ البررۃ
التقی وعلیٰ من تبعہم
بالاحسان
والرضیٰ

امابعد فاعلم وفقک
اللہ تعالیٰ لما یحب ویرضیٰ
وجنبک عما تضل وتطغیٰ
ان مبنی النجاۃ الاخرویۃ
علی الاعتقاد الصادق الجازم
بما وعد اللہ ورسولہ
من امور الاخرۃ المخالفۃ
لعقولنا لنا قصتہا کاحیاء الموتیٰ
بعد الفناء وعذاب القبر
للفجار مع سلامۃ جسد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے پروردگار! تیری اس خیر کا جو تم نے مجھپر
نازل فرمائی ہے میں محتاج ہوں۔ تیری بارگاہ
سے عصمت وراہ راست طلب کرتا ہوں۔ اور
گمراہی وکجروی سے پناہ مانگتا ہوں۔ تیری ہی
مقدس ذات کو پاکیزگی سزاوار ہے۔ ہم کچھ
نہیں جانتے۔ مگر وہ جو تو نے ہمیں سکھلا دیا ہے
بیشک تو دانا اور صاحب حکمت ہے"۔

ہمارے آقا ومولا محمد مصطفیٰ صاحب قاب
قوسین او ادنیٰ پر وہ رحمتیں، سلام، وبرکتیں بھیج
جو آپکی شان عظیم کے لائق ومناسب ہوں۔
نیز آپکے نیک وپرہیزگار آل واصحاب کو
اور خوبی ورضامندی سے انکے تابع ہونیوالوں
کو بھی ایسا ہی مورد الطاف فرما"۔

امابعد جاننا چاہیئے، توفیق دے تمہیں
خداوند تعالیٰ ان کاموں کی جنکو وہ دوست
اور پسند رکھتا ہے اور بچائے رکھے تمہیں
ان چیزوں سے جو گمراہی اور سرکشی کی باعث
ہوں کہ نجات اخروی کا مدار ایسے سچے اعتقاد
پر ہے جو کہ امور آخرت کے متعلق اپنی سمجھ کی
نارسائی اور عقل کی مخالفت وانکار کے باوجود
بھی اللہ ورسولؐ کے وعدہ پر ثابت وپختہ ہے
جیسے فنا کے بعد مُردوں کا زندہ کرنا۔
(۲) کافر وفاجر کیلئے عذاب قبر کا ہونا۔ باوصف

الميت وعلام رؤية آثار
العذاب عليه والحشر
والنشر والميزان حيث توزن
الاعمال وهي من
الاعراض والصراط وهو
ادق من الشعر واحد
من السيف ويمر عليه
بعضهم كالبرق الخاطف
وبعضهم كالريح العاصف
وبعضهم كالراكب وبعضهم
كالماشي وبعضهم يحبو حبوا
وبعد ذلك اما روح
وريحان الجنة واما
عذاب وخسران
جهنم وقد انكر جميع
ذلك من كان في قلبه
مرض اتباع عقولهم
الناقصة والايمان الكامل
اليقين الجازم بما نطق
به القرآن او اخبر به الرسول
صلى الله عليه وسلم في
صحيح الحديث وان كانت
عقولنا الناقصة تابى من
ذالك وان عقولنا ليست

اس کے کہ میت کا جسم سالم رہتا ہے اور بظاہر
عذاب کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔
(۳) حشر و نشر کا ہونا۔
(۴) نیک و بد اعمال کا تولنا۔ حالانکہ اعمال اعراض
ہیں جو تُلنے کے قابل نہیں۔
(۵) صراط کو تسلیم کرنا (اس سے مراد وہ پل ہے
جو قیامت کے دن دوزخ پر رکھا جائیگا اور اس
سے بُرے اور بھلے سب گذرینگے، حالانکہ وہ
پُل بال سے باریک اور تلوار کی دھار سے تیز ہوگا
بعض لوگ اس سے اسقدر جلد گذر جائینگے جیسے بجلی
کوند جاتی ہے اور بعض تیز ہوا کی طرح گذر جائینگے
بعض کی رفتار سوار کے برابر ہوگی بعض ایسا چلینگے
جیسے پاپیادہ آدمی چلتا ہے۔ اور بعض پیٹ کے بل
گھسٹتے ہوئے (جیسا کہ بچہ چلتا ہے) جائینگے؛ اس
کے بعد یا تو جنت کی نعمتیں اور راحتیں سامنے ہونگی
یا دوزخ کے عذاب و خواری سے پالا پڑیگا۔
ان سب امور اخرویہ کا وہ لوگ جن کے دل میں
اپنی عقل ناقص کی پیروی کا مرض موجود ہے، انکار
کر بیٹھتے ہیں

اور ایمان کامل کے یہ معنی ہیں کہ جو کچھ کلام
مجید میں آچکا ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے جو امور احادیث صحیحہ میں ثابت ہو چکے ان پر
پختہ یقین ہو؛ اگرچہ ہماری سمجھ میں وہ باتیں
نہ سما سکتی ہوں۔ اور فی الحقیقت ہماری عقل

كالفيتة في ادراك المغيبات
والامور الخارقة للعادات
والدليل على نقصان
عقولنا المشاهدة للامور
العظيمة العجيبة التي
احدثها الحكماء الاوربية
في هذا الزمان من طيران
الاجسام الثقيلة في الهواء
وقطع مسافة الشهر في
اقل من نصف اليوم و
حبس الصوت في الآلة
الفونوية وحكاية ذالك
الصوت كما كان من غير
زيادة ولا نقصان وسماع
الاصوات من اقصى البلاد
في الكرة الارضية بذريعة
الصناديق التي احدثوها و
التلغرافات الهوائية وغير
ذالك مما يتحير فيه العقول
لا يهتدي الى كنه صنعتها
الا من كان ممارسا لتلك
الصنعة فهل يقبل عقل العقلاء
قديما وجود هذه الامور
قبل الايجاد كذالك امور الآخرة

امورِ غیب اور ان امور کو، جو عادات مستمرہ کے
خلاف واقع ہوتے ہوں پا بھی نہیں سکتی؟ ہم
لوگوں کے نقصان عقل اور کوتاہی پر یہی دلیل
کافی ہے کہ آئے دن یورپ کے فلاسفروں کی
نت نئی عجیب وغریب ایجادیں دیکھ کر ہماری
عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

جیسے بھاری بھرکم چیزوں کو ہوا میں اڑانا (اشارہ
ہے ہوائی جہاز کی طرف)

دنوں میں مہینوں کی مسافت طے کرجانا

آواز کو فونوگراف میں بند کردینا اور اسکا بغیر کمی
بیشی کے اس آواز کو ادا کرنا۔

نہایت دور دراز ممالک سے بذریعہ ان بکسوں کے
جن کو آجکل ایجاد کیا گیا ہے (اشارہ ہے ریڈیو RADIO
کی طرف) آواز سننا۔

اور جیسے ہوائی ٹیلیگراف وغیرہ وہ چیزیں جن کو
دیکھکر عقل حیران رہ جاتی ہے اور جن کی کنہ حقیقت
تک اس شخص کے علاوہ جو ان ایجادات میں مہارت
رکھتا ہو کسی کی پروازِ عقل نہیں پہونچتی۔

تو کیا ان عجائبات کے ایجاد سے پہلے اگلے اور
پچھلے دانشمند ان کے وجود کو تسلیم کرتے؟

بالکل اسی طرح سے وہ امورِ آخرت جو کلام مجید
میں مذکور ہیں ضرور واقع ہونیوالے ہیں۔ اگرچہ
ہماری عقل اس کی مخالفت پر تلی رہے؟

ایک ایسے شخص سے جسپر مجھے اعتماد ہے

التی نطق بها القرآن واقعة
لا محالة وان کان العقل یاباها
سمعت ممن اثق به ان احدا
من عظماء السند ذهب الی
بلاد الانگلیز قبل هذه السنة
بنحو من سبعین سنة ورای
هناك الباخرة البریة المسماة
بالریل فلما رجع الی السند
اخبر بما رأی فکذبه اهل
السند قاطبة ونسبوه الی
الجنون فما رأی مخلصا الا
السکوت فلما احدث الریل
فی السند ورأوه عیانا ندموا
علی تکذیبهم ایاه وعلموا
انه کان صادقا فیما اخبر و
هذا کله من قصور افهامنا
وقلة عقلنا حیث ما نفهم
الا المحسوسات وما نصدق الا المالوفات
فالنجات فی الاذعان والتسلیم
واطمینان القلب بالیقین الجازم
بما نطق به القرآن او اخبر به الصادق
الامین صلی الله علیه وسلم من غیر
تردد وتحمل وتسوف وتاویل قال
الله تعالی فی محکم کتابه الم ذلك

میں نے سنا ہے کہ سندھ کے رئیسوں میں سے ایک
صاحب تقریباً ستر برس پہلے یورپ گئے تھے وہیں
انہوں نے پہلے پہل ریل گاڑی دیکھی۔ جب لوٹ
کر سندھ آئے تو اس حیرت افزا چیز کا تذکرہ کرنے
لگے اس بات پر سب لوگوں نے ان کو جھٹلایا۔ اور
اس کو دیوانہ کہنے لگے۔ بیچارے نے سوائے اس کے
چھٹکارا نہ دیکھا کہ خاموشی اختیار کرے۔ پھر جبکہ
سندھ میں بھی ریل چلنے لگی اور سب نے اپنی آنکھوں
سے دیکھ لی۔ تب اس کے جھٹلانے پر پشیمان ہوگئے
اور جان گئے کہ واقعی اسکا کہنا ٹھیک تھا"

یہ ساری خرابی ہماری کوتاہ بینی اور قصور عقل ہی
کی وجہ سے ہوتی ہے کہ ہمارا فہم محسوسات سے
آگے نہیں بڑھتا اور ہماری تصدیق معلومات اور
مالوفات کے دائرہ کے اندر ہی بند رہتی ہے پس
نجات اسی میں ہے کہ جو کلام مجید میں آچکا ہے یا
جو کچھ امین صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہے۔ اس پر ایمان لاکر تسلیم کریں۔ یہاں تک کہ اپنے
پختہ یقین پر اطمینان قلب کا درجہ حاصل ہو جائے
اور اس میں کسی قسم کے تردد یا حیلہ جوئی کی آمیزش
نہ ہو اور پس و پیش یا تاویل کی گنجائش نہ رہے
حق تعالٰے قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے الم
یہ ایسی کتاب ہے جس میں کسی قسم کا شک و شبہ
نہیں۔ ان پرہیزگاروں کے لئے (اپنے اندر) ہدایت
رکھتی ہے۔ جو (امور) غیب پر ایمان لاتے ہیں۔

الکتاب لاریب فیه هدی
للمتقین الذین یومنون بالغیب
واکثر قصص القرآن العظیم
من هذ القبیل یعنی من الامور
التی یاباها العقول المعاشیة
کقصة قتیل بنی اسرائیل و
احیائه بضرب بعض اعضاء البقرة
علیه واخباره بالقاتل وکقصة
موت عزیر علیه السلام مع
دابته واحیائه بعد مائة عام و
کقصة ذبح الخلیل علیه السلام
اربعة من الطیور وخلط لحم
بعضها ببعض ووضع اجزاء
اللحم علی الجبال واحیاء الجمیع
بدعائه وکقصة اصحاب
الکهف ونومهم فی
الغار ثلثمائة سنة و
تسع سنین ویقظتهم بعد
ذلک مع سلامة اجسادهم
وعقولهم وکقصة الخضر
مع موسی علیهما السلام و
کقصة نزول المن والسلوی
من السماء علی امة موسی و
عیسی علیهما السلام

اور اکثر قرآن مجید کے قصے اسی قسم کے ہیں کہ عقل
معاشی (دنیاوی سمجھ) انکا انکار کر دیتی ہے۔
چنانچہ امثال کے طور پر مختصراً کچھ قصے لکھے جاتے
ہیں تفصیل کلام مجید اور تفاسیر میں دیکھنا چاہئے)

بنی اسرائیل کے ایک مقتول کا جبکہ گائے
کے بعض اجزا اس پر مارے گئے زندہ ہو جانا اور
اپنے قاتل کا پتہ بتلانا"

حضرت عزیر علیہ السلام کا انتقال کر جانا۔ اور
آپکے گدھے کا مرجانا اور سو سال کے بعد زندہ
ہونا"

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چار پرندوں کو ذبح
کر کے ان کے گوشت کو قیمہ بنا کر آپس میں خلط ملط
کرنا اور تھوڑا تھوڑا حصہ متفرق پہاڑوں پر رکھلا کر
بلانا۔ اس پر سب اعضاء کا اصلی حالت پر آپس
میں ملجانا اور پرندوں کا آپکے پکارنے سے دوبارہ
زندہ ہوجانا"

اصحاب کہف کا تین سو نو (٣٠٩) برس تک غار میں سونا
اور پھر اتنی مدت کے بعد بحالت ہوش وحواس و
سلامتی بدن بیدار ہونا"

حضرت موسیٰ کی حضرت خضر سے رفاقت اور
اس قصے کے محیر العقول واقعات"

حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی امت
پر من (ترنجبین) اور سلویٰ (بٹیریں) کا آسمان
سے نازل ہونا"

وكقصة هلاك فرعون وقومه
في البحر ومرور موسى مع
قومه من ذلك البحر بالسلامة
وكقصة هلاك قوم لوط
عليه السلام بانقلاب الارض
عليهم وكقصة هلاك قوم
هود عليه السلام بالريح
العاصف وهلاك قوم صالح
عليه السلام بالصيحة وكقصة
تلقم الحوت يونس عليه السلام
والقائه بعد ثلاثة ايام او
اكثر وكقصة عمل الجن لسليمان
عليه السلام محاريب وتماثيل
وجفان كالجوابي وقدور
الراسيات مع انهم اجسام
لطيفة وكقصة اتيان عرش
بلقيس بدعوة من عنده علم
الكتاب من قبل ان يرتد
اليه طرفه وكقصة خروج
ناقة صالح عليه السلام من
الحجر ودخول فصيلها بعد
عقرها في الحجر وكقصة هلاك
عسكر ابرهة بالطيور
الابابيل حيث ترميهم بحجارة من

حضرت موسیٰ کا اپنی قوم کے ساتھ دریا سے بسلامت گذر جانا اور فرعون اور اس کی قوم کا غرق اور ہلاک ہو جانا۔

لوطؑ علیہ السلام کی قوم پر زمین کا الٹ پڑنا اور اس طرح سے ان کا ہلاک ہونا۔

قوم ہود علیہ السلام کو تیز ہوا کے عذاب سے ہلاک کرنا۔

قوم صالح علیہ السلام کا جبرئیل علیہ السلام کی چیخ کی ہیبت سے ہلاک ہونا۔

حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کا نگل جانا اور تین یا زیادہ دنوں کے بعد اگل دینا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے جنوں کا باوصف اجسام لطیفہ (ناری مادہ سے مخلوق) ہونے کے محرابیں اور تصویریں بنانا اور حوض کے برابر لگن اور نہ ہلنے والی دیگیں تیار کرنا۔

ملکہ بلقیس کا تخت حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں عالم کتاب (یعنی آصف بن برخیا وزیر حضرت سلیمانؑ) کی دعا سے پلک جھپکنے سے پہلے پہنچ جانا۔

حضرت صالح علیہ السلام کی دعا سے پتھر کے ٹیلے سے اونٹنی کا نکلنا اور اسکی کونچیں کاٹنے کے بعد اس کے بچے کا پھر اس ٹیلے کے اندر چلا جانا

ابرہہ (شاہ یمن) کے لشکر کا ابابیل پرندوں کے پختہ کنکریاں برسانے سے ہلاک ہونا۔

بجیل وکقصۃ رفع عیسیٰ علیہ السلام الی السماء بجسدہ العنصری وحیوتہ فی السماء الوفًا من السنین وکقصۃ المعراج لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم بجسدہ العنصری الی السموات العلیٰ ثم الی سدرۃ المنتھی ثم الی قاب قوسین او ادنیٰ وملاقاتہ مع الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات ورجوعہ الی مضجعہ فی بعض اللیل حیث لم یبرد مضجعہ ولم تسکن حرکۃ حلقۃ بابہ وامثال ذالک من القصص العجیبۃ الغریبۃ التی اخبر اللہ سبحانہ نبیہ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فی القرآن العظیم ولا سبیل الی صحۃ تلک القصص للعقل الناقص المعاشی واما العقل الکامل المعادی فانہ یھتدی الیہ بالقبول والیقین الجازم المستفاض من انوار النبوۃ و

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اسی جسد عنصری کیساتھ آسمان پر اٹھایا جانا اور ہزاروں برس تک انکا زندہ رکھنا"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی جسم اطہر عنصری کے ساتھ معراج کے قصے میں بلند آسمانوں تک جانا۔ پھر وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ پر تشریف لے جانا، اور پھر وہاں سے آگے مقام قاب قوسین تک آپکا پہنچنا اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ملاقات کرنا اور ایسے لمبے سفر سے اتنی دیر میں لوٹ آنا کہ آپکی خوابگاہ ابھی ٹھنڈی نہ ہونے پائی تھی اور دروازے کا کنڈا ہل رہا تھا"

یہ اور ان جیسے اور عجیب وغریب قصے جنکی خبر حق سبحانہ وتعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کلام پاک میں دی ہے ایسے ہیں کہ عقل ناقص انکو صحیح تسلیم کرنے سے قاصر ہے۔

برخلاف اس کے وہ عقل کامل کہ جو معادی (اخروی) ہے ان کے قبول کرنے پر ہدایت یاب ہے اور انوار نبوت سے فیضیاب ہوکران پر پختہ یقین رکھتی ہے۔

اس لئے منادیٔ حق زبان حال سے پکار کر کہتا ہے کہ "اے فریب خوردہ"! اس عقل کو چھوڑو اور آگے بڑھو!"

منادی الحق ینادی بلسان الحال ایھا المغرور دع عقلک وتعال۔

قال الخليل عليه السلام رب ارني كيف تحي الموتى قال اولم تومن قال بلى ولكن ليطمئن قلبى لما كان احياء الموتى بعد البلى خلاف العقل ولا شك ان الخليل كان مومنا به لكنه اراد رؤية قدرة الله تعالى فى كيفية احياء الموتى واراد ان ينظر عجائب قدرته رأى العين كما كان يومن به رأى القلب وهذا السوال من جملة رموز الخلة والمحبة فقال تعالى وتقدس لخليله على ذلك الرمز اولم تومن باحياء الموتى ايها الخليل على سبيل الاستخبار وان كان الله يعلم انه مؤمن به فقال الخليل بلى ولكن ليطمئن قلبى اى اومن به قلبا ايمانا جازما يقينيا لكن لما كانت القضية مخالفة للعقل والعقل متحير فيها وتحير العقل تعارض ايمان القلب فاضطرب القلب وطلب عونا وهو رؤية العين حتى يصير ذلك الايمان بديهيا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پروردگار عالم سے یہ استدعا کی کہ اے رب! مجھے دکھا دیجئے کہ تو کس طرح مُردے زندہ کرتا ہے؟ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیم، کیا (اس پر) تم ایمان نہیں لاتے (ابراہیم علیہ السلام نے) عرض کیا کہ بیشک (اس پر میرا ایمان ہے) لیکن (یہ سوال اس لئے ہے) تاکہ میرا قلب مطمئن ہوجائے۔ حضرت خلیل کو اگرچہ اس پر پختہ ایمان تھا لیکن چونکہ مردوں کا بوسیدہ ہوجانے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا خلاف عقل تھا اس لئے وہ چاہتے تھے کہ مُردوں کے زندہ کرنے کی کیفیت میں خداوند تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کریں اور جسطرح سے کہ قلب اپنی نظر کی بنا پر ایمان کامل رکھتا ہے آنکھیں بھی عجائبات قدرت کے کرشموں سے بہرہ اندوز ہوں اور چونکہ یہ سوال رموز خلت و محبت کے قبیل سے تھا اسی رمز کی بنا پر باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے خلیل! کیا تو مُردوں کے زندہ کرنے پر ایمان نہیں رکھتا؟ اگرچہ حق سبحانہ وتعالیٰ کو حضرت ابراہیمؑ کے ایمان کا علم تھا۔ لیکن پھر انہیں کی زبان سے کہلوانے کے لئے یہ ارشاد ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت خلیل نے صاف کہدیا کہ بلیٰ یعنی بیشک اس قدرت پر مجھے قلبی پختہ یقین ہے لیکن بظاہر چونکہ یہ صورت عقل کے مخالف ہے اور عقل اس حالت میں سراسیمہ رہجاتی ہے اس لئے محض بلحاظ اطمینان قلب تاکہ تحیر عقل سے جو اضطراب قلب کو لاحق ہوا ہے۔ رائی العین یعنی

قال تعالیٰ فخذ اربعة من الطير الى
آخر القصة ۔ وقال العزیر علیه
السلام انّٰی یحیی هذه الله بعد
موتها فلفظة انّی بعد ایمانه
باحیاء الموتی صریحة فی کیفیة
الاحیاء لا فی نفس الاحیاء
فاراه الله تعالیٰ کیفیة ذلك
بان اماته الله مائة عام ثم
بعثه ثم سأله علی سبیل الاستخبار
کم لبثت یا عزیر قال لبثت
یوما او بعض یوم لما کان
اماته وقت الصبح واحیاءه
وقت العصر ظن ان حیوته
بعد مماته وقع فی ذلك الیوم
قال تعالیٰ وتقدس بل لبثت
مائة عام فانظر الی طعامك و
شرابك لم یتسنه وانظر
الی حمارك ولنجعلك آیة للناس
وانظر الی العظام کیف ننشزها
ثم نکسوها لحما فلما رأی تلك
القصة برأی العین قال اعلم
ان الله علی کل شیء قدیر وقال
الکلیم رب ارنی انظر الیك
فسؤل النظر الیه بعد ایمانه

مشاہدہ کی مدد سے اس کو زائل کرلیں اور ایمان بدیہی
حاصل ہوجائے ۔ اس کے بعد ارشاد ہُوا کہ اچھا چار
پرندوں کو پکڑو ۔۔ آخر قصے تک ۔ ۔ ۔ ۔

حضرت عزیر علیہ السلام نے ایک اُجڑی ہوئی بستی
کو دیکھکر کہا تھا کہ ایسے ویرانے کو خداوند تعالیٰ کیونکر
بسائیگا ۔ لفظ "کیونکر" صاف بتلا رہا ہے کہ مُردوں کے
زندہ کرنے پر ایمان رکھنے کے ساتھ کیفیت زندگانی
کا سوال ہے ۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ نے انکی کیفیت
انہیں دکھلادی کہ سو سال تک ان کو مُردہ رکھا اس
کے بعد انہیں زندگی بخشی اور بطریق استخبار ان سے
دریافت فرمایا کہ تم (یہاں پر) کتنا زمانہ ٹھیرے ہو؟
عزیر علیہ السلام نے جوابدیا کہ "ایکدن کامل یا دن کا
اکثر حصہ ٹھیرا ہوں" چونکہ حضرت عزیر کی موت صبح کے
وقت واقع ہوئی تھی اور عصر کے وقت دوبارہ زندگی
پائی تھی تو آپ یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ آج ہی کا واقعہ
ہے ۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں بلکہ تم
سو برس تک ٹھیرے ہو ۔ پس دیکھ اپنے کھانے اور
پینے کی طرف کہ (ابھی) سڑا تک نہیں اور اپنے گدھے
کی ہڈیوں کو دیکھ کہ کیونکر ہم انکا ڈھانچ بناتے ہیں
پھر ان کو گوشت پہنا دیتے ہیں"۔

جب اس سارے قصے کو اپنی آنکھوں سے
دیکھ چکے تو کہنے لگے کہ "بیشک! مجھے اب یقین کامل
ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز پر قادر ہے"!

حضرت موسیٰ کا یہ سوال کہ "اے رب! مجھے اپنے

برؤیۃ اللہ تعالیٰ فی الاٰخرۃ بلا
کیف کذلک کان لاطمئنان
قلبہ برؤیۃ اللہ تعالیٰ رأی
العین لان العقل یابی رؤیۃ
بلا کیف فقال لہ تعالیٰ وتقدس
ایھا الکلیم انک فی ھذہ الدار
الفانیۃ لا تستطیع رؤیتی التی
ھی من النعم الاخرویۃ الباقیۃ
فان لم تعلم ذلک فانظر الی
الجبل الذی انجلی علیہ بعض
شوئی فان استطاع الجبل مع
صلابتہ وعظمہ وعدم حیوتہ
الحیوانیۃ واستقر مکانہ فسوف
ترانی فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ
دکا وصار قطعا متلاشیۃ من
ھیبۃ اللہ تعالیٰ وخر الکلیم
صعقا من دھشۃ ذلک المقام
فلما افاق استغفر من ذلک
الطلب وقال تبت سبحانک
الیک من طلب رؤیتک فی
ھذہ الدار وانا اول المؤمنین
برؤیتک فی الدار الاٰخرۃ
فسؤال الخلیل والکلیم و
العزیر علیہم السلام

مشاہدہ سے ممتاز فرمایا ہے۔ اسی طرح اطمینان قلب
کی خاطر تھا اس لئے کہ آخرت میں جو دیدار الٰہی بلا کیف
ہونیوالا ہے اسپر آپ ایمان رکھتے تھے لیکن چونکہ
دیدار بلا کیف سے عقل منکر ہے آپ یہ چاہتے
تھے کہ یہ پردہ بھی اٹھ جائے اور ایکدفعہ اپنی آنکھوں
سے بھی دیکھ لیں۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت
موسیٰ کو خطاب فرمایا کہ: اے کلیم! اس دنیائے فانی
میں بھلا اس دیدار کی تاب کہاں لا سکتے ہو، جو
آخرت کی پائدار نعمتوں میں اعلیٰ درجہ رکھتا ہے:! اگر
اس بات کی سمجھ میں دقت ہو رہی ہے تو پھر اچھا
ہے! ایک جھلک پہاڑ پر ڈالی جاتی ہے اگر وہ اپنی
بڑائی، سختی، صلابت، اور بیجان ہونے کے باوجود
اس جھلک کو سنبھال سکا اور اپنے مکان پر ٹھیرا رہا
پھر تم بھی دیکھ سکو گے لیکن: جب حضرت ربوبیت
نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور
ہیبت خداوندی سے اس کے پراگندہ ٹکڑے
تتر بتر ہو گئے اور حضرت کلیم اس مقام کی دہشت
سے بیہوش ہو کر گر پڑے۔ پھر جب آپکو افاقہ ہوا
تو اس بے جا سوال پر استغفار پڑھنے لگے اور
کہنے لگے کہ تقدس و پاکی تمہیں ہی سزاوار ہے
اس دنیا میں دیدار کے طلب کرنے سے میں توبہ
کرتا ہوں اور آخرت کے دیدار پر سب سے پہلے
میں ایمان لاتا ہوں:!

اگر غور کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت

كلهم على نمط واحد من
اطمينان القلب بالامور المخالفة
للعقل ولما كان نبينا وسيدنا
محمد المصطفى صلى الله عليه وآله
وسلم في غاية من الاطمينان
ما طلب الاطمينان قط وما احوجه
الله الى ذلك السوال ولكن
قال له وعلمك ما لم تكن تعلم و
كان فضل الله عليك عظيما و
من جملة ما علم احياء الموتى و
رؤية الله تعالى بلا كيف و
اكثر ما كان وما سيكون حتى
ان احدا من خواص اولياء
امته يقول لو كشف
الغطاء ما ازددت
يقيناً[1] ولما كان الحبيب
صلى الله عليه
وسلم
مامور
باتباع ملة الخليل
وهو

خلیل یا حضرت کلیم اور حضرتِ عزیر علیہم السلام
سب کا سوال ایک ہی ڈھب کا ہے یعنی وہ باتیں
جو مخالف عقل ہیں۔ ان کے لئے اطمینان قلب کے
اسباب طلب کرنا۔

لیکن ہمارے آقا و مولا حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم ابتداہی سے اس قدر اطمینان رکھتے
ہیں کہ کبھی بھی اطمینان کے طالب نہ ہوئے اور
خداوند تعالیٰ نے انہیں اسکا محتاج نہ بنایا بلکہ یہ
فرمایا کہ "جو کچھ تم نہیں جانتے تھے وہ سب تمہیں
سکھا دیا ہے اور فی الواقع خداوند تعالیٰ کا تم پر بڑا
احسان ہے"۔

منجملہ ان امور کے مُردوں کا زندہ کرنا۔
اور بلا کیف دیدار الٰہی سے (شب معراج
شریف میں) مشرف ہونا ہے۔
اور اکثر وہ باتیں جو ہوگئی ہیں یا ہونے والی ہیں
ان کا بھی آپکو کامل علم عطا کیا گیا۔ یہاں تک کہ
اولیائے اُمت کے ایک بزرگ کہتے ہیں کہ اگر
یہ پردہ آنکھوں کے سامنے سے اُٹھ جائے تب
بھی میرے علم ویقین میں اضافہ نہ ہو[1]۔
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اگرچہ اطمینان
کلی عطا فرمادیا گیا ہے مگر چونکہ بارگاہ الٰہی سے

---

[1] ولا يلزم من هذا افضلية غير النبي على النبي كما زعم لان الفضيلة الجزئية لا تصادم الفضل الكلي ۔ منہ

[1] کسی نے کیا اچھا کہا ہے

موسیٰ زہوش رفت بیک جلوۂ صفات
تو عین ذات می نگری در تبسمی!

(مترجم)

بعونہ تعالیٰ کان مستغنیا عن طلب الاطمئنان فقال تعالیٰ و تقدس لامتہ التی ھی خیر الامم ان کنتم تطلبون اطمئنان القلب فاذکرونی اذکرکم وقال الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب ومنادی الحق ینادی بلسان الحال ایھا المسکین دع عقلك وتعال۔

ملتِ ابراہیمی کے اتباع (پیروی) کا حکم ہے اس لئے حضورؐ کی اُمت کو جو خیر الامم کے خطاب سے ممتاز ہے یہ ارشاد ہوتا ہے کہ اگر تم قلبی اطمینان کے طلبگار ہو" تو مجھے یاد کرو میں بھی تم کو یاد کرونگا" اور فرمایا کہ" بیشک ذکر الٰہی سے ہی قلب کو اطمینان اور تسکین ہوتی ہے"!

اسی لئے منادی حق (فرشتۂ غیب) زبان حال سے پکار پکار کر کہتا ہے کہ اے عاجز اس عقل کو چھوڑو اور آگے بڑھو!

فصل

اعلم یا اخی نور اللّٰہ قلبك بنور الایمان ان کلامنا فی ھذہ الرسالۃ مع من یدعی الاسلام ویؤمن بالقرآن وبالرسول الذی ارسلہ اللّٰہ تعالیٰ الی کافۃ الخلق بشیرا ونذیرا و اما الخارجون عن دائرۃ الاسلام المغترون بعقولھم الناقصۃ فھم کالانعام بل ھم اضل سبیلا ولا کلام لنا معھم ثم اعلموا ان العقل علی قسمین عقل المعاش و عقل المعاد واللّٰہ جل سلطانہ لما خلق الانسان فی احسن تقویم

فصل

اے میرے عزیز بھائی!" حق تعالیٰ تمہارے قلب کو نور ایمان سے منور فرمائے" جاننا چاہیے کہ اس رسالے میں ہمارا روئے سخن ان لوگوں کی طرف ہے جو مدعی اسلام ہیں اور قرآن مجید اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر جن کو حق تعالیٰ نے تمامی مخلوق کے لئے بشیر و نذیر (خوشخبری دینے والا ڈرانے والا) کرکے بھیجا ہے ایمان لاچکے ہیں لیکن وہ لوگ جو دائرۂ اسلامی سے خارج ہیں اور اپنی عقل ناقص کے دھوکے میں پھنس چکے ہیں۔ یہ ہماری گفتگو ان کے ساتھ نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ چوپایوں کی طرح بلکہ اُن سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔

اس کے بعد جاننا چاہیئے کہ عقل دو قسموں پر ہے
(۱) عقل معاش (۲) عقل معاد۔

جبکہ حق تعالیٰ نے انسان کو بہترین صورت پر بنا

اعطاه مادة العقلین جمیعًا
نطرة فمن اجتهد فی تنویر
هما وجد النتائج المرتبة
علیهما ومن اختار احدهما
وجد النتائج المرتبة علی
احدهما ولعلك تقول
ان الاجتهاد فی تنویرهما لا
یکون الا بالعقل فصار
الهدایة الی العقل بالعقل
ویتحد السبب والمسبب وذا
باطل. فالجواب ان الهدایة
الی العقل لیس بالعقل بل
بالتقدیر الالٰهی قال الله
تعالٰی فمن شاء اتخذ
الی ربه سبیلا ثم عقبه
بقوله وما تشاؤن الا ان
یشاء الله وانما قلنا ان
الفطرة الانسانیة قابلة
لقبول العقلین جمیعا لان
النبی صلی الله علیه وسلم
قال کل مولود یولد علی
الفطرة فابواه یهودانه
او یمجسانه وینصرانه الی اخر
الحدیث نعقل المعاش

تو اسکی فطرت میں دونوں عقلوں کا مادہ تفویض فرمایا
پھر جس شخص نے دونوں کو اپنی کوشش سے روشن
کیا تو جو نتائج اور ثمرات دونوں پر مرتب ہو سکتے
ہیں ان سب سے وہ بہرہ اندوز ہوا اور جس نے ایک
ہی عقل کو اختیار کیا تو نتائج بھی اسی ایک پر محصور
رہے۔"

شاید تمہیں یہ خدشہ ہو جائے کہ عقل کے روشن
کرنے کی کوشش بھی تو عقل کے ذریعہ سے ہو گی۔ گویا ہدایت
کی جا رہی ہے عقل کی جانب عقل ہی کے واسطے سے
اس صورت میں اتحاد سبب اور مسبب لازم آتا ہے
حالانکہ وہ باطل ہے؟"

اسکا جواب یہ ہے کہ عقل کیطرف ہدایت عقل کے
وسیلہ سے نہیں بلکہ بواسطہ تقدیر الٰہی ہوتی ہے۔ کلام
مجید میں ہے: "جس شخص نے چاہا اپنے پروردگار کا راستہ
پکڑا" یہ فرما کر ارشاد ہوا کہ "تم مشیت الٰہی کے بغیر کچھ
بھی نہیں چاہ سکتے" (اسی سے یہ گتھی کھلجاتی ہے)

ہم نے جو کہا ہے کہ انسانی فطرت دونوں عقلوں
کے قبول کرنے کی لیاقت رکھتی ہے اسکی یہ وجہ ہے
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:۔

"ہر بچہ فطرت ہی پر پیدا ہوتا ہے۔ اسکے
بعد اس کے والدین اسے یا یہودی کر لیتے
ہیں یا مجوسی کر لیتے ہیں یا نصرانی بنا لیتے ہیں
الحدیث"

(۱) پھر عقل معاش، مصالح جسمانی کی

يهديك الى مصلحة جمة من حصول اسباب الارزاق والراحات البدنية من المسكن والملبس والمنكح وغير ذلك من اللوازم البشرية وعقل المعاد يرشدك الى اصلاح روحك من حصول اسباب الراحة الابدية والخلود في دار النعيم والنجاة من العذاب الاليم وانما قلنا حصول اسباب الارزاق لان الانسان غاية سعيه في حصول اسباب الارزاق واما الارزاق فهي بقدرة الله تعالىٰ ولا مدخل سعي الانسان فيه فربما وجد سبب الرزق ولا يوجد الرزق ويتلف لنقد والمراد من السبب هنا العلامة الظاهرة لان السبب الحقيقي لا يتخلف المسبب عنه وكذا الحال في حصول اسباب الراحة الابدية ويشترك معك في عقل المعاشي جميع الحيوانات والبهائم فان

ہدایت کرتی ہے جیسے اسباب رزق فراہم کرنا راحات بدنیہ مکان لباس اور نکاح کا حاصل کرنا. اور اسکے ماسوا سب انسانی حوائج ولوازم اسکے تحت میں آجاتے ہیں "

(۲) اور عقل معاد ملا یا روحانی کیطرف رہبری کرتی ہے جیسے اسباب راحت ابدی کو پالینا' جنت کی نعمتوں سے ہمیشہ کیلئے ہمکنار رہنا اور دردناک عذاب سے اپنے کو چھڑالینا' یہ سارے امور اسی عقل کے قبضۂ قدرت میں ہیں ۔

ہم نے اسباب رزق کہا ہے نہ خود رزق اسکا فائدہ یہ ہے کہ انسان کی منتہائی کوشش یہ ہے کہ اسباب فراہم کرلے لیکن خود رزق کا حاصل کرنا یہ انسان کی طاقت سے خارج ہے اسلئے کہ یہ امور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ انسان کی کوشش کو ان میں کچھ دخل نہیں. ہم دیکھتے ہیں کہ بسا اوقات سبب رزق . . . پایا جاتا ہے لیکن تقدیر کی رو سے بنا بنایا کھیل بگڑ جاتا ہے"

اور سبب سے بھی یہاں پر مراد علامت ہے نہ سبب حقیقی اسلئے کہ وہ سبب سے تخلف (خلاف) نہیں ہوتا ہے اور یہی حال راحت ابدی (یعنی نجات اخروی) کا ہے کہ انسان محض اعمال ہی کوشش کرسکتا ہے انپر نجات عطا فرمانا حق تعالیٰ کے اختیار میں ہے. اور عقل معاشی میں انسان کیساتھ سب حیوانات شریک ہیں اسلئے کہ کل حیوانات جن کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور

جميع البهائم والحيوانات باقسامها
الكثيرة التي خلقها الله تعالى
حتى قيل ان انواع العالم يصل
بكثرتها الى ثمانية عشر الف
عالم والانسان منها عالم
واحد يهتدون الى حصول
ارزاقها حسب ما يصلح
لذواتها فمنها ما ياكل الحبوب
كبعض الطيور يهتدون الى
حصول الحبوب ومنها ما ياكل
اللحوم كبعض الطيور والسباع
يهتدون الى حصول اللحوم و
منها ما ياكل الحيتان والحشرات
المائية يهتدون الى حصول
الحيتان والحشرات المائية
ومن العالم ما يصلح لذواتها
النباتات الارضية يهتدون
لحصول ارزاقها النباتية و
منها ما يتقوتون بالهواء
فيهتدون لحصول الهواء ومنها ما
يتضرر بالهواء كالحيوانات البحرية
فيهتدون الى مادة تمنعها من
الهواء فجميعهم تغدوا خماصا
وتروح بطانا لان خالقهم هو

ان کے انواع کا شمار اٹھارہ ہزار تک کیا گیا ہے۔
(اور انسان بھی ان میں سے ایک نوع ہے) یہ سب
جو رزق انکے لئے مناسب ہے۔ اس کی تحصیل میں نہایت
اچھی طرح ہدایت یاب ہیں۔

ان میں سے بعض ایسے ہیں جو دانے چگتے ہیں جیسے
بعض پرندے یہ دانوں کے حاصل کرنے کے لئے
ہدایت یاب ہیں۔

اور بعض ان حیوانات میں سے ایسے ہیں جو
گوشت کھاتے ہیں جیسے بعض پرندے اور درندے
وہ گوشت کے حصول پر ہدایت یاب ہیں۔

اور ان میں سے بعض مچھلیاں اور دریائی کیڑے
کوڑے کھاتے ہیں۔ وہ بھی ان چیزوں کے پیدا کرنے
کے لئے ہدایت پائے ہوئے ہیں۔

اور ایک جنس حیوانات میں سے ایسی ہے جن کے
لئے نباتات (سبزی) مناسب ہے وہ اپنے نباتی رزق
حاصل کرنے پر ہدایت یافتہ ہیں۔

اور بعض ایسے ہیں جنکی غذا ہوا ہے انکی ہدایت
ہوا ہی کی طرف ہے۔

اور بعض پھر ایسے ہیں جنکو ہوا ضرر کرتی ہے جیسے
دریائی جانور وہ ایسے مادہ کی طرف ہدایت یاب ہیں
جو ان سے ہوا کو روکتا ہے۔

پس یہ سارے صبح کرتے ہیں اس حال میں کہ
بھوکے ہوتے ہیں اور جب شام ہوتی ہے تو سیر ہوتے
ہیں اسلئے کہ جو ان کا خالق ہے وہ رازق بھی ہے۔

رزقهم قال الله تعالیٰ و
ما من دابة فی الارض الا علی الله
رزقها و یعلم مستقرها و
مستودعها کل فی کتاب مبین
و جعل حیاة جمیع الحیوانات
من الماء قال الله تعالیٰ و
تقدس و جعلنا من الماء کل شیء
حی فسبحان من یعلم مثاقیل
الجبال و مکائیل البحار و عدد
قطر الامطار و عدد اوراق
الاشجار و عدد ما یختلف به
اللیل و النهار و لو ان ما فی
الارض من شجرة اقلام و البحر
یمده من بعده سبعة ابحر
ما نفدت کلمات الله ای
معلومات الله فهذا العقل
الناقص الذی اشترکت فیه
معک جمیع الحیوانات کیف
یرشدك الی تصدیق الامور
الاخرویة والی تصدیق قصص
الامم الماضیة المذکورة فی
القرآن والی تصدیق معجزات
الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام
فان معجزات الانبیاء من لدن

حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ کوئی جاندار ایسا زمین پر نہیں
کہ جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو اور سب کی
قرارگاہ اور جائے بازگشت سے وہ خبردار ہے یہ
ساری باتیں ایسے کتاب میں ہیں جو واضح اور
روشن ہے" اور سب حیوانات کو پانی سے زندگانی
بخشی ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے" اور ہم نے ہر
زندہ چیز کو پانی سے بنایا ہے" پس تقدس پاکی
اُسی ذات کو سزاوار ہے جو پہاڑوں کے بوجھ
(وزن) دریاؤں کے اندازے (پیمانے) بارش
کی بوندوں کے عدد، درختوں کے پتوں کے شمار،
اور رات دن کے یکے بعد دیگرے آنے کے حساب
پر اسکا علم محیط ہے" جس قدر زمین پر درخت ہیں
اگر وہ سب کے سب قلم بنجائیں اور سمندر اسے مدد
دے (روشنائی بنے) اس کے بعد سات دریا آگے
مدد دیتے رہیں، تب بھی خداوند تعالیٰ کے کلمات
تمام نہ ہوں" کلمات سے مراد معلومات الٰہی ہیں"
پس یہ عقل ناقص جس میں تمہارے ساتھ سارے
حیوانات شریک ہیں تمہیں تصدیق امور آخرت کی
طرف یا اُن گزشتہ اُمتوں کے قصوں کی طرف جو
قرآن مجید میں مذکور ہیں یا معجزات انبیاء علیہم الصلوٰة
والسلام کی طرف کس طرح ہدایت کر سکتی ہے"
اس لئے
کہ انبیاء کرام کے معجزات حضرت
ابو البشر

ابی البشر آدم علیه السلام
الی زمن نبینا خیر البشر
صلی الله علیه وسلم اکثر
من ان یحصی بل لا یعلمهن
الا الله تعالی فان عقل المعاش
عاجز عن ادراك حقیقة
المعجزات ولذا سمیت معجزات
حیث عجزت عقول الناس
عن ماهیتها وکیفیتها فعقل
المعاش المحصور فی دائرة
البرهان العقلی کیف یصدق
شق القمر باشارة او حنین
الجذع لمفارقة او نبع الماء
بین انامله او شبع الوف
من الناس بصاع شعیر صغار
ام کیف یصدق صیرورة
العصا ثعبانا وماء البحر حیطانا
وید موسی علیه السلام بیضاء
والجبل فوق بنی اسرائیل سماء
ام کیف یصدق ابراء الاکمه
والابرص واحیاء الموتی وتخلیق
الطیر من الطین وطیر
فی الهواء بدعوة عیسی
علیه السلام ام کیف یصدق

آدم علیہ السلام سے لیکر ہمارے نبی خیر البشر
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک اس قدر ہیں کہ شمار
میں نہیں آسکتے۔ بلکہ خدا تعالےٰ کے
سوا کسی کے علم میں
نہیں سما سکتے۔

اور درحقیقت معجزات کے ادراک سے
عقل معاش عاجز ہی ہے اور معجزات انہیں کہا
ہی اس لئے جاتا ہے۔ کہ لوگوں کی عقل اس کی
ماہیت اور کیفیت کی سمجھ سے عاجز ہے۔
پس خود ہی سمجھ لو کہ عقل معاش جو دائرہ برہان
عقلی میں محصور ہے۔ کیا امور ذیل کی تصدیق کر سکتی
ہے۔ معجزہ شق القمر جو آپکے اشارہ سے ہوا"
تنہ خرما (ستن حنانہ) کا آپکی مفارقت کیوجہ سے
رونا اور فریاد کرنا"
آپکی مبارک انگلیوں کے پوروں سے پانی کے چشمہ
کا پھوٹ پڑنا"
ہزاروں آدمیوں کا ایک صاع (چار سیر کا پیمانہ)
جو سے سیر ہونا"
اور کیا یہ عقل باور کر سکتی ہے کہ عصائے موسیٰ اژدہا
بنجائے' اور سمندر کا پانی دیوار بنے اور حضرت کلیم کا
ہاتھ سورج کیطرح چمکتا ہوا سفید ہو جائے اور بنی اسرائیل
پر پہاڑ آسمان کیطرح سروں کے اوپر آجائے"
اور کیا ایسی عقل مان سکتی ہے کہ حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کی دعا سے مادر زاد اندھا اور

ان یصیر نار نمرود بردا وسلاما
علی ابراهیم الخلیل علیه السلام
وعلی هذا القیاس ولا یرشد
هذا العقل الناقص الی تصدیق
کرامات الاولیاء المشهورة
المتواترة حیث لا یسع انکارها
لجاحد فضلا عن جاهل
فاذا کان هذا العقل لا یهتدی
الی قصص القرآن ولا الی
تصدیق معجزات الانبیاء
علیهم السلام
ولا الی کرامات
الاولیاء المعدودات
من البدیهیات لعموم
التواتر بها فکیف
یهتدی الی تصدیق
عذاب القبر وتفریجه
ودخول الملك للسؤال
وخروجه
وضغطة القبر و
وسعته سبعون
ذراعا وحشر جسدك
بعد الفناء والابلاء بل نشره
فی الهواء

کوڑھی تندرست ہوجائیں اور مُردوں کو تم باذن
اللہ کہکر زندہ کردیں۔ اور مٹی سے ایک پرندے کی
صورت بنا کر اس کو ہوا میں اُڑائیں؛

اور کیا یہ عقل تسلیم کرسکتی ہے کہ خلیلؑ کے لیے
نمرود کی دُھکتی ہوئی آگ ٹھنڈی اور باعث سلامتی
بن جائے۔ وعلی ہذا القیاس؛

نیز یہ عقل ناقص تمہیں کرامات اولیائے کرام
کی تصدیق کی بھی ہدایت نہیں کرسکتی جو زیادتی
شہرت کی وجہ سے حد تواتر کو پہنچ چکے ہیں۔ اس
طرح پر کہ منکر کو بھی ان میں انکار کرنے کی گنجائش
باقی نہیں۔ چہ جائیکہ سمجھدار آدمی کو؛

پس جبکہ یہ عقل قصص کلام مجید معجزات انبیاء
علیہم الصلوٰۃ والسلام کرامات اولیائے کرام کیطرف
بھی جو عموم تواتر کی بنا پر بدیہیات میں شمار
کئے جانے لگے ہیں۔ کچھ رہبری نہیں کرتی تو
تمہیں کیسے ہدایت کریگی۔ ان امور کی تصدیق
کی طرف جو بعد میں واقع ہونیوالے ہیں مثلاً:۔

عذاب قبر اور اس کی کشادگی۔

سوال جواب کے لئے فرشتوں کا داخل
ہونا اور نکلنا۔

قبر کا میت کو بھینچ لینا۔

ستر گز تک اس کا فراخ ہو جانا۔

اور جسم کا فنا اور بوسیدہ ہونے بلکہ ہوا
میں پراگندہ ہوجانے کے بعد اٹھانا۔

ام كيف السبيل بهذا العقل
الى احوال يوم القيمة و
اهوالها من الحساب والميزان
والصراط والجنة ودوام
نعمها ابد الآبدين والنار
ودوامها ابد الآبدين
فكيف ترجى النجاة من عذاب
الله تعالى بهذا العقل
السقيم السخيف فعليك ايها
العاقل باتباع العقل الاخروي
الماخوذ من مشكوة صدور
الانبياء عليهم الصلوة
والسلام۔

فصل ولعلك
تقول ان عقل المعاش وان
كان قاصرا فی الامور الاخروية
من تصديق الحكايات المروية لكنه
كامل فی ادراك المحسوسات وبذلك
يمكن له ادراك المعقولات المنجيات
فی الآخرة نقول لا يمكن اما سمعت
حكايات الحكماء اليونانية كافلاطون
واقرانه فانهم كانوا فی اعلى درجة
من العقل المعاشي ويعدون
بين الناس بالحكماء الالهية و
كانوا يهذبون اخلاقهم واقوالهم

آیا اس عقل کے ذریعہ کوئی سبیل ہے کہ وہ
حالات اور ہولناک واقعات جو قیامت کے
دن پیش آنیوالے ہیں معلوم کئے جاسکیں جیسے
حساب میزان صراط، جنت اور اس کی نعمتوں کا
ہمیشہ کے لئے پائدار رہنا، دوزخ اور اس کی
عقوبتوں کا غیر منقطع ہونا۔

پس کیا خداوند ذوالجلال کے عذاب ایسی
سقیم اور سبک عقل کے ذریعہ نجات کی امید کی
جاسکتی ہے، جب نہیں! تو پھر اے سمجھ والو!
تمہیں اُس عقل کی پیروی کرنی چاہیے جو اُخروی
ہونیکے ساتھ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے
منور سینوں سے نکلتی ہے؟

فصل، شاید تم یہ کہو کہ عقل معاشی اگرچہ امور
اخرویہ وحکایات مرویہ کی تصدیق میں قاصر ہے
لیکن جبکہ محسوسات کی سمجھ میں کمال رکھتی ہے
اس لئے ممکن ہے کہ اس کے مدرک میں ایسے منجیہ
امور آجائیں جو عاقبت میں نجات دہندہ ثابت
ہوسکیں؟

اسکا جواب یہ ہے کہ یہ بات غیر ممکن ہے.
کیا تم نے حکمائے یونان افلاطون اور ان جیسے
اُوروں کے قصے نہیں سنے؟ اگرچہ وہ عقل
معاشی میں ایسا اعلیٰ درجہ رکھتے تھے کہ لوگ
انہیں حکمائے الہٰی کہتے تھے۔ انہوں نے اپنے
اخلاق واقوال کو نہایت مہذب وشائستہ

غایۃ التھذیب حتی قیل ان افلاطون کان اکثر جلوسہ فی المقابر ویبکی بکاءً کثیرًا حیث یسمع صوت بکائہ قریبًا من مسافۃ میل وکان کلامہ موعظۃً وحکمۃً لکنہ مع ذلک کان قاصرًا فی التوحید والقدرۃ الالٰھیۃ وقال ان الواحد لا یمکن ان یخلق الا واحدا فی ان واحد واول ما خلق اللہ العقل الاول ثم بمعاونتہ خلق الفلک الاطلس ای العرش ثم بمعاونۃ الجمیع خلق السموات والارض وانکر حشر الاجساد ووجود الجنۃ والنار فی القیمۃ وذھبوا الی قدم العالم وابدیتہ و بلغ بعضھم دعوۃ عیسیٰ علیہ السلام فقال نحن قوم مھذبون لا حاجۃ لنا الی من یھذبنا وبقوا محرومین من السعادۃ الاخرویۃ المنوطۃ بالتصدیق الجازم

بنالیا تھا۔ یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ افلاطون کی بیٹھک اکثر قبرستان میں ہوتی تھی۔ اور اسقدر روتے تھے کہ ان کے رونے کی آواز تقریبًا ایک میل کی مسافت سے سنی جاتی تھی اور ہمیشہ ان کی گفتگو حکمت و عظمت سے لبریز ہوتی تھی۔

لیکن ان سارے کمالات کے باوجود توحید اور قدرت الٰہی کے علم سے آخر تک قاصر رہے۔ ان کا قول تھا کہ ممکن نہیں کہ واحد (باری تعالیٰ) ایک آن (ساعت) میں ایک چیز کے علاوہ کچھ اور بھی پیدا کر سکے۔

اور کہتا تھا کہ پہلے پہل خداوند تعالیٰ نے عقل اول کو پیدا کیا پھر اس کی مدد سے فلک اطلس یعنی عرش کو پیدا کیا ہے۔ پھر دونوں کی مدد سے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے۔ اور اسنے حشر اجساد اور قیامت کے دن اور جنت و دوزخ کے ہونیکا صاف انکار کردیا ہے۔

اسیطرح سب حکمائے یونان عالم کو قدیم مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسپر فنا طاری نہیں ہوسکتی۔ انہیں سے بعض کو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی دعوت ایمان بھی جب پہنچی تو کہنے لگے کہ "ہم تو پہلے ہی مہذب اور روشن خیال ہیں ہمیں ایسے شخص کی کوئی ضرورت نہیں جو ہمیں تہذیب سکھائے۔ اسطرح سے وہ اس سعادت اخروی سے محروم رہے جو نبی کے قول پر پختہ یقین اور

لقول الرسول واما قولك
انه كامل في ادراك المحسوسات
ففيه نظر لانه قاصر فيه
ايضا لان تاثير الكواكب
من المحسوسات وهل يدرك
بالعقل وجه التاثير وسبب
تخصيص كل واحد منها
بالتاثير المخصوص ككون
تاثيرات الفلزات المعدنية
والعقاقير النباتية فهل
يدرك بالعقل وان كان
افلاطونيا سبب سمية
البيش وترياقية الجدوار
وهل يهتدي عقلك
الى برودة الطباشير و
الصندل وحرارة الفلفل
والقرنفل ثم اسرح نظر
عقلك الى الحجر الذي تخرج
منه النار بضرب الفولاد عليه
المسمى بالزند هل
النار من الحجر او من الفولاد
او من كليهما وكل من الاوجه
مخدوشة يبطلها التجربة
بالبداهة وهل تعلم

تصدیق کرنے کے ساتھ وابستہ ہے؛
اسی طرح تمہارا یہ کہنا کہ عقل معاشی محسوسات
کے ادراک میں کامل ہے. یہ بھی مخدوش ہے. اس لیے
کہ ہم مثالوں سے واضح کر دینگے کہ اس میں بھی
عقل معاشی گم ہو جاتی ہے.
مثلاً ستاروں کی تاثیرات محسوسات میں سے
ہے. لیکن عقل ہرگز اس بات کو نہیں جان سکتی کہ
ان کے اثر کی وجہ کیا ہے. اور ہر ایک کے ساتھ
جو اثر مخصوص ہے یہ کیونکر ہے.
اسی طرح سے معدنی دھاتیں اور نباتی جڑی
بوٹیاں ہیں کہ عقل اگرچہ افلاطونی ہو بچھناگ کی
زہریت اور جدوار کی تریاقیت کی وجہ معلوم
کرنے سے عاجز ہے؛
کیا تم اپنے عقل سے بنسلوچن اور چندن کی
سردی اور سیاہ مرچ اور لونگ کی گرمی دریافت
کر سکتے ہو؟
پھر نظرِ عقل کو ذرا اور آگے وسعت دو
اور اس پتھر کو دیکھو کہ جب اس پر فولاد رگڑا جائے
... ... تو اس سے آگ کی
چنگاریاں نکلنے لگتی ہیں جس کو چقماق کہتے ہیں
اور سوچو کہ یہ آگ پتھر کی ہے یا فولاد کی یا دونوں
کی؛ حالانکہ یہ سب صورتیں مخدوش ہیں اور وہ
جن کو تجربہ کھلم کھلا باطل کر دیتا ہے؛
اور کیا عقل قطب شمالی کے ساتھ مقناطیس کو جو

بعقلك تعشق الحجر المغناطيس بالقطب الشمالي هل لتعشق من الحجر او من القطب او من كليهما وأي وجه لك ان الابرة مع المقناطيس حيث دار فان اردت الاختبار فخذ ابرة وضعها في الطست النحاسي ودور الحجر تحت الطست ترى الابرة ترقص في الطست وتدور حيث ما دار وهل تعلم بعقلك سبب جذب الكهربا للتبن والحشيش اليابس وان اردت الاختبار فقابل الكهرباء بالتبن ترى التبن يطير اليه يلتزق وهل يصدق عقلك سبب ميل اناث النخيل لى ذكورها وكل ذلك مرئي مشاهد وهل تعلم سبب تاثير العين في المعيون و السحر في المسحور وكلاهما حق نطق بهما النصوص ولقد تعلم ان علماء الهيئة اثبتوا ببراهينهم كروية

عشق ہے اس کا بھید کھول سکتی ہے کہ یہ عشق اور چاہ اس مقناطیسی پتھر کے طرف سے ہے یا قطب شمالی سے یا دونوں اسمیں گرفتار ہیں؟ اور کیا وجہ ہے کہ مقناطیس کے ساتھ سوئی پھرتی رہتی ہے؟ اگر اس بات کا تجربہ چاہو تو ایک سوئی کو تانبے کی طشت میں رکھو اور مقناطیس کو طشت کے نیچے گھماتے رہو تو پھر یہ تماشہ دیکھ لوگے کہ سوئی کیسے ناچتی ہے۔ اور کیسے مقناطیس کے گھمانے سے سوئی گھومتی رہتی ہے۔

اور کیا عقل جان سکتی ہے کہ تنکے اور خشک گھانس کو جو کہربا کھینچتی ہے اسکا سبب کیا ہے اگر اس کو بھی آزمانا چاہو تو ایک تنکے کو کہربا کے سامنے رکھدو تو یہ بھی دیکھ لوگے کہ کیسے تنکا اُڑ کر کہربا سے چمٹ جاتا ہے!

اور کیا تمہاری عقل مان سکتی ہے کہ نر کھجور کے پیڑ کی طرف مادہ کھجور کے جھک جانے کا کیا سبب ہے!

حالانکہ یہ سارے امور دیکھے ہوئے اور مشاہدات میں سے ہیں۔ اور کیا تم جان سکتے ہو کہ نظر بد لگجانے اور سحر کے تاثیر کرنیکا کیا سبب ہے، حالانکہ یہ دونوں ثابت اور حق ہیں۔ جنکا نصوص میں بھی ذکر ہے؟

پوشیدہ نہ رہے کہ فن ہیئت کے علمانے اپنے دلائل و براہین سے زمین کی کرویۃ اگولائی

الارض وكتب الجغرافية
تصدق ذلك والسياحون
مصدقون لكروية الارض
واقوى الدلايل على ذلك
طلوع الشمس في الهند وقت
غروبها في الامريكية و
طلوعها في الامريكية
وقت غروبها في الهند ومن
المعلوم ان الارض معلقة في
الهواء وتبعد السماء عنها
من كل جانب مسيرة خمسمائة
عام كما نطقت بذلك النصوص
فهل يدرك بالعقل قيام
الاجسام الثقيلة الارضية
في الهواء بغير عماد واما
الدليل المذكور في علم الهيئة
من ان هناك جاذبا في وسط
الارض يجذب الى نفسه
جميع الاجزاء الارضية
فغير تام فيما نحن فيه لانا نقول
سلمنا ان جاذب الارض
يجذب الى نفسه جميع الاجزاء
الارضية فجميع الارض بجاذبها
ومجذوبها من الجبال والبحار والاثقال

ثابت کیا ہے۔ جغرافیہ کی کتابیں اور سیاح
بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور سب سے قوی
دلیل اس پر یہ ہے کہ جس وقت ہندوستان میں
سورج کا طلوع ہوتا ہے اسی وقت امریکہ میں
غروب ہوتا ہے۔ اور وہاں کے طلوع کے وقت
یہاں آفتاب غروب ہوتا ہے۔ (یہ جب ہی
ہو سکتا ہے کہ جب زمین گول ہو)

اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ زمین ہوا
میں معلق ہے اور آسمان اس کے چہار طرف
سے پانسو برس کی مسافت پر دور واقع ہے۔
جیسا کہ نصوص سے ثابت ہے۔

اب کیا عقل کے ذریعہ ایسی بھاری اور
بوجھل اجسام ارضیہ کا بغیر کسی ستون کے
ہوا میں لٹکا ہوا رہنا سمجھ میں آسکتا ہے؟

لیکن وہ دلیل جو فن ہیئت میں مذکور ہے
کہ زمین کے درمیان ایک ایسا جاذب (کھینچنے
والا) ہے جو سارے اجزای زمین کو اپنی طرف
کھینچ رہا ہے۔ تو وہ دلیل بیکار ہے۔ ہمارے
مدعا سے سروکار نہیں رکھتی۔

ہم کہتے ہیں مان لیا کہ اس جاذب نے جمیع
اجزائے ارضیہ کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ لیکن کل
زمین اپنے جاذب اور مجذوب یعنی اتنے بڑے
سمندروں اور بھاری پہاڑوں کے ساتھ بغیر
ستون کے ہوا میں کیسے قائم رہتی ہے؟

كيف قامت في الهواء بغير عماد واما انجذاب كواكب الفلك لها من الجهات الست الى نفسها فدليل ظني لا يفيد اليقين لانه يحتمل ان يكون في تلك الكواكب قوة دفاعية من الجهات الستة فيدفعها كل واحد من نفسه فاستقامت في الهواء فان قلت لا قلنا كما لا يجوز الاندفاع لا يجوز الانجذاب وان قلت نعم قلنا جاء الاحتمال وزال الاعتماد ولئن سلم ان الارض قائمة في الهواء بجذب الكواكب او بدفعها فالارض مع كواكبها الجاذبة او الدافعة والسماء مع ما فيها الى السماء التي فوقها الى السموات السبع الى الكرسي فقوام الجميع في الهواء باي انجذاب او باي اندفاع فان قلت قوام الجميع بامر الله تعالى وقدرته قلت لم لا تسلم

اس کے جواب میں یہ کہنا کہ پوری زمین کو کواکب (تارے) سماویہ اپنی طرف کھینچ رہے ہیں۔ تو یہ دلیل ظنی ہے۔ مفید یقین نہیں۔ اس لئے کہ احتمال ہے کہ ان کواکب میں قوت دفاعیہ (دفع کرنے کی طاقت) ہو جو جہات ستہ (ہر طرف) سے روک رہے ہوں جس کی وجہ سے ہوا میں لٹک رہی ہو"

اگر تم کہو کہ ایسا نہیں ہے۔ ہم کہینگے اگر اندفاع صحیح نہیں ہے تو پھر انجذاب کی صحت کیونکر تسلیم کریں اور اگر اندفاع کو مان لو تو ہم کہیں گے کہ اس صورت میں احتمال آگیا اور اعتماد زائل ہوا"

اور اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ زمین ہوا میں جذب کواکب یا ان کے دفع سے قائم ہے لیکن ذرا نظر آگے بڑھاؤ اور دیکھو کہ پوری زمین خود کواکب جاذبہ یا دافعہ کے ساتھ اور پھر ایک آسمان ان چیزوں کیساتھ جو دوسرے آسمان تک اس میں ہیں۔ یونہی ساتوں آسمان کرسی تک یہ سب کیسے قایم ہیں اور یہاں پر کونسا اندفاع ہے اور اس میں کیا انجذاب ہے"

اس مقام پہ پہونچکر (بعد از خرابی بسیار) اگر ہوش سنبھال لئے اور کہدیا کہ اس پورے مجموعہ کا قائم رہنا حق سبحانہ وتعالیٰ کے امر سے ہے ہم کہیں گے صحیح ہے۔ لیکن ابتدائے کار سے اس کو کیوں نہیں مان لیا۔ تاکہ اس

ذلك التقدیر من اول الامر وذلك هو الطریق الاسلم الاقوم لان القادر علی قوام السموات السبع فی الهواء الیس بقادر علی قوام الارض فی الهواء ومع ذلك ثلثة ارباعها البحر المالح والبحر الکروی بکرویة الارض والماء بطبعه سیال لا یکاد یستقیم بالشکل الکروی فکیف قام الماء فی الهواء بالشکل الکروی وامثال ذلك کثیر لمن تفکر فی ملکوت السموات والارض سبحانك ما خلقت هذا باطلا۔ فثبت بما ذکرنا ان عقل المعاش غیر تام فی ادراك المحسوسات الدنیویة فکیف یدرك بهذا العقل المعقولات الاخرویة فان قلت ان جمیع ما ذکرت من تاثیرات الکواکب و خواص الفلزات المعدنیة والعقاقیر النباتیة وخروج النار من الحجر وتعشق حجر

ساری دردسری سے چھٹکارا ہوتا؛

اور حقیقت میں یہی طریقہ اسلم اور استوار ہے اس لئے وہ قادر جو ساتوں آسمانوں کو ہوا میں سنبھال سکے کیا وہ اتنی قدرت نہیں رکھتا کہ صرف زمین کو ہوا میں لٹکا رکھے۔ باوصف اس کے کہ زمین کی تین چوتھائیوں کو دریائی شور گھیرے ہوئے ہے۔ اور سمندر بھی زمین کی کرویت کی بنا پر کروی (گول) ہے اور پانی بالطبع سیال (بہنے والا) ہے جو کروی شکل پر قایم نہیں رہ سکتا۔ تو اب بتلایئے کہ پانی ہوا میں اس کروی شکل کے ساتھ کیسے ٹھیرا ہوا ہے؟ جس شخص میں تفکر کا مادہ ہو اور وہ آسمان اور زمین پر ایک دفعہ نگاہ عبرت دوڑائے تو وہ اس قسم کے بہت سے امثال پا سکتا ہے۔

"پاکی ہے تیرے لئے تو نے ان چیزوں کو عبث (بیکار) پیدا نہیں کیا"؛

پس اس سے جو ہم نے ذکر کیا ثابت ہوتا ہے کہ عقل معاش جب محسوسات دنیویہ کی سمجھ سے عاجز ہے تو معقولات اُخرویہ ایسی عقل کے ذریعہ کیسے دریافت کئے جا سکتے ہیں؟

اگر تم کہو کہ ستاروں کے تاثیرات جڑی بوٹی اور دھاتوں کی خاصیتیں، پتھر سے آگ کا نکلنا مقناطیس کا قطب شمالی اور لوہے سے عشق

المغناطيس بالقطب الحديد
وجذب الكهرباء للتبن
وميل اناث النخيل الى
ذكورها واقامة الارض في
الهواء مع ثقلها بامر الله
تعالى وتقديره فانه تعالى
اودع التاثيرات في الكواكب
والخواص في الفلزات و
العقاقير والتعشق في الحجر
والكهرباء وخلق الارض
قائمة بغير عمد في الهواء
وان لم تدركها عقولنا
قلنا نعم سلمنا وصدقنا
ان جميع ذلك بامر الله
تعالى وقدرته القاهرة
وحكمته التامة وذلك عين
مقصودنا فاذا كانت قدرة
الله تعالى صالحة لجميع
هذه الامور العجيبة
الغريبة البعيدة عن
ادراك افهامنا افلم تكن
تلك القدرة الكاملة
صالحة لايجاد ما بعد عن
ادراك عقولنا من امور الآخرة

کہربا کا تنکے کو کھینچنا، مادہ کھجور کا نر کھجور کی
طرف جھک جانا، زمین کا ایسے بوجھل ہونے
کے ساتھ ہوا میں قائم رہنا، غرضیکہ یہ ساری
باتیں جو مذکور ہوئیں سب کی سب حق تعالیٰ کی
تقدیر اور امر سے ہو رہی ہیں۔ اور خداوند تعالیٰ
نے ہی ان اشیاء میں یہ تاثیریں اور خاصیتیں
رکھی ہیں۔ اگرچہ ہماری عقل ان کو سمجھ نہیں سکتی۔
ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں۔ ٹھیک ہے
ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور
تصدیق کرتے ہیں کہ ساری باتیں
حق تعالیٰ کی قدرتِ قاہرہ اور
حکمتِ کاملہ
کے
کرشمے ہیں۔ اور
یہی ہمارا مدعا و عین
مقصود ہے
لیکن سوچنا چاہیئے کہ خداوند تعالیٰ
کی قدرت جب ہمیں یہی ایسے عجیب و
غریب امور جن سے ہماری عقلیں دنگ رہ
جاتی ہیں دکھا رہی ہے تو کیا ایسی قدرت
کاملہ ان امورِ آخرت
کو
جو ہماری عقل کے احاطہ سے باہر ہیں وجود
میں نہیں لا سکتی؟

فان قلت نعم حصل المقصود وارتفع النزاع وان قلت لا فذلك تحكم وتعصب بل تجهل وتحمق ۔

فصل

فاذا علمت يا اخي فساد هذا العقل وكساده وقلة تدبره في امور معاده فاتركه هملا ولا تتبعه عملا واذا تيقنت قصوره وفتوره فالنجاة النجا من اتباعه واستعمال مقدماته واستخراج نتائجه فانه يضلك ويهوى بك الى قعر جهنم واحذر عن مقدماته الفاسدة في مقابلة اوامر الله تعالى ورسوله صلى الله عليه وسلم ووعدهما ووعيدهما فان المشئوم يقيس الغائب على الشاهد ويلقن من تلبيسات الشيطان المارج فالله الله عن اتباعه

اگر اس بات کو مان لو تو بس نزاع اٹھ گیا اور مقصود حاصل ہوا۔

اور اگر اس پر بھی نہ مانو تو اس کا کیا علاج ہے۔ یہ سراسر ہٹ دھرمی اور تعصب ہوگا بلکہ نتیجہ جہالت وحماقت ۔"

فصل

برادر عزیز! جب اس عقل کے فساد اور قصور کو دیکھ چکے اور امور آخرت میں اس کی کم مائیگی کو جان چکے۔ تو اب اسے بے کار رہنے دو اور کسی کام میں اس کی اطاعت نہ کرو۔ اور جب تمہیں اس کے قصور اور فتور کا یقین ہو گیا ہے تو خدارا اس کی پیروی کرنے سے پرہیز کرو اور اس کے مقدمات بنانے اور نتائج نکالنے کے داؤ سے بچے رہو۔ کیونکہ یہ تمہیں گمراہ کر کے قعر جہنم میں گھسیٹ لے جائیگی۔ اور خدا و رسولؐ کے اوامر (احکام) اور وعدہ وعید کے مقابلہ میں کبھی اس عقل ناقص کے مقدمات کو مت لانا۔ اس لئے کہ کمبخت اور منحوس ہی غائب (آخرت) کو حاضر (دنیا) پر قیاس کیا کرتا ہے اور شیطان مردود کے دھوکوں سے تلقین پاتا ہے؛

دُہرا دُہرا کر بار بار کہتا ہوں کہ کہیں اسکے

قال الله تعالیٰ افرایت من
اتخذ الٰهه هواه واضله
الله علی علم وختم علی سمعه
وقلبه وجعل علی بصره
غشاوة فمن یهدیه من
بعد الله واتبع العقل الاخروی
الذی یهدیك الی الصراط
المستقیم لانه ماخوذ من
نور النبوة والفیضان
الالٰهی علی قلب المومن و
انه کالشمعة فی الظلمة و
انه کالمرشد الهادی فی
الفلوات وانه العون فی
المهلکات فاتبعه ولازمه
ولا تترکه ابدا ماحییت فانه
منجیك من الموبقات و
یهدیك الی الصراط المستقیم و
الباقیات الصالحات وسبب
ذلك ان مبنی الاسلام علی
التسلیم والاذعان وقبول ما
اخبر به القرآن من غیر
نکیر ولا طلب دلیل فانك
مسئول بالقبول ولست
مسئولا بالدلیل

پھندے میں پھنس کر اس کی تابعداری نہ کر بیٹھنا، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے "کیا تونے اسے نہیں دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا لیا ہے اور اللہ نے اُسے علم ہی پر گمراہ کر دیا اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی اور اُس کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے' پس اسے اللہ کے چھوڑ دینے کے بعد کون رہنمائی کر سکتا ہے؟"

اور عقل اُخروی کی پیروی کرو کہ وہ تمہیں صراط مستقیم کی طرف ہدایت کریگی۔ اس لئے کہ یہ عقل نور نبوت سے مستفاد ہے جو قلب مومن پر فیض الٰہی ہے اور یہی عقل اندھیرے میں چراغ کی طرح بیابان میں رہبر و رہنما کی طرح اور آڑے وقت میں مشکلکشا کے مانند ہے۔

پس ایسی عقل کی پیروی اپنے اوپر لازم کر رکھو اور جبتک کہ زندہ ہو کبھی اُسے ہاتھ سے نہ چھوڑو کہ یہی مہلکات میں نجات دہندہ، اور یہی باقیات صالحات اور صراط مستقیم کی طرف رہنما ہے۔

اس کا سبب یہ ہے کہ اصل میں اسلام کی بنا تسلیم ویقین کرنے اور جن باتوں کی قرآن مجید نے خبر دی ہے ان کو بلا انکار و بلا طلب دلیل کے قبول کرنے پر ہے۔

اسی لئے انسان سے یہ سوال کیا جائیگا کہ یہ باتیں تم نے قبول کیں یا نہیں، اسکا سوال

فخذ ما انت بہ مسئول و لا تتعب نفسک بالذی لا تسئل عنہ و العقل الاخروی یرشدک و یھدیک الی ذلک التسلیم و الاذعان. قال اللہ تعالٰی لحبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم فاستقم کما امرت و ما قال لہ و اطلب دلیل ما امرت بہ و مقابلۃ امر المولٰی بالدلیل سنۃ الشیطان حیث قال فی جواب امر اللہ تعالٰی ایاہ بالسجود لآدم کیف اسجد لہ و اعظمہ و قد خلقتنی من نار و خلقتہ من طین و لم یعلم من جہلہ بان الطین منبع الفیوضات و البرکات و النار معدن النقص و المہلکات فاذا قیل لک قل آمنت باللہ فقل حالًا بلا تردد و لا تاخر

نہ ہوگا کہ تم نے اس پر دلیل بھی طلب کی یا نہیں ؟

بنا بریں سمجھدار آدمی کو چاہئے کہ اسی بات کو مضبوط پکڑ لے جس کا سوال ہو۔ اور جس بات کا ذکر تک نہ آئے فضول اس میں زندگی گنوانے سے کیا حاصل ؟

اور عقل اُخروی اسی تسلیم اور یقین رکھنے کی پیروی و ہدایت کرتی ہے۔ حق سبحانہ و تعالٰی نے اپنے حبیب اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی یہی ارشاد فرمایا کہ "استقامت کیجئے جیسا کہ آپکو امر کیا گیا ہے"۔ یہ نہ فرمایا کہ استقامت کیجئے اور جن باتوں کا آپکو امر ہے ان کی دلیل بھی طلب کیجئے ؟

حقیقت میں خداوند تعالٰی کے امر کے سامنے دلیل طلب کرنا شیطان کی سُنّت (روش) ہے چنانچہ خداوند تعالٰی نے جب اس کو حضرت آدم علیہ السلام کی طرف سجدہ کرنے کے لئے امر کیا تو اس نے جواب میں کہا کہ "بھلا میں اسکی تعظیم اور سجدہ کر سکتا ہوں حالانکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے"۔ بیوقوف اپنی جہالت سے یہ نہ سمجھا کہ مٹی منبع فیوض و برکات ہے اور آگ معدنِ نقص و مہلکات ؟

پس جبکہ تمہیں کہا جائے کہ کہو آمنت باللہ (ایمان لایا میں اللہ پر) تو بغیر تردد و تاخیر کے

بلسان القال والقلب
امنت بالله وحده
لا شریك له له الملك
وله الحمد یحیی و یمیت
وهو علی کل شیء قدیر و
هو الواحد الاحد
الصمد الذی لم یلد و
لم یولد ولم یکن له
کفوا احد وهو
السمیع البصیر العلیم
المتکلم الحی القیوم القادر
الاول الاخر الظاهر الباطن
الی اخر اسمائه الحسنی وهو
الازلی الابدی الذی لا
یشارکه احد فی ذاته ولا فی
صفاته ولا فی افعاله انما امره
اذا اراد شیئا ان یقول له
کن فیکون لیس بجسم لان الجسمیة
تقتضی الترکیب وهو سبحانه منزه
عن الترکیب لیس بجوهر لان الجوهر
جزء الجسم فاذا لم یکن جسما لا یکون
جوهرا ولا فی مکان ولا فی زمان
لان المکان لابد ان یکون مماسا
بالمکین والمس تقتضی الجسمیة وهو تعالی

زبان اور قلب دونوں کے ساتھ کہدو کہ ایمان لایا
میں اللہ پر در آنحالیکہ وہ تنہا ہے کوئی اس کا شریک
نہیں۔ اسی کا ہے ملک اور اسی کو سزاوار ہے حمد"
وہی جلاتا ہے اور وہی مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر
قادر ہے۔ وہ ایک اور اکیلا اور ایسا بے نیاز ہے
کہ نہ خود کسی سے پیدا ہوا ہے نہ اس سے کوئی
پیدا ہوا۔ اور اس کا کوئی ہمجنس نہیں" وہ
سننے والا، دیکھنے والا، جاننے والا، کلام کرنے
والا ہے۔ زندہ ہے، قائم رکھنے والا ہے وہ قادر
ہے اور وہی اول و آخر ہے اور وہی ظاہر باطن
ہے۔ آخر اسمائے حسنیٰ تک"

وہ ازلی اور ابدی ہے۔ اس کے ذات و صفات
اور افعال میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ اس کے
فرمان کی یہ شان ہے کہ جب کسی چیز کا ارادہ
کرتا ہے تو کہدیتا ہے کہ ہو جا پس وہ چیز موجود
ہو جاتی ہے"

اور باریتعالیٰ کا جسم نہیں اس لئے کہ جسمیۃ کو
ترکیب لازم ہے اور باریتعالیٰ ترکیب سے پاک ہے"
اور جوہر بھی نہیں اس لئے کہ جوہر جسم کا جزو
ہے اور جبکہ وہ جسم نہیں تو جوہر کیسے ہو سکتا ہے"
اسی طرح سے باری تعالیٰ نہ کسی مکان میں
ہے نہ کسی زمانہ میں اس لئے کہ مکان ضرور مکین
کے ساتھ مماس ہوتا ہے اور مس بغیر جسمیۃ کے
نہیں ہو سکتا جس سے باریتعالیٰ منزہ ہے"

منزه عنها ولا يمر عليه زمان
لان الزمان عبارة عن تعاقب
الايام والليالي وليس هناك
يوم ولا ليلة وهو خالق الزمان
ليس كمثله شئ وهو السميع
البصير وهو الذي تحيرت
عقول الاولين والآخرين في
درك ذاته وصفاته واسرار
افعاله واحكامه واذا قيل لك
قل امنت بملئكته فقل
كذلك امنت بملئكة الله تعالى
كما هو في علم الله تعالى
عموما خصوصا منهم المقربون
وحملة عرش الله ومسبحوا سمواته
وانهم معصومون من المعاصي
ومبرؤن من التذكير و
التانيث والاكل والشرب
لا يعصون الله ما امرهم و
يفعلون ما يؤمرون واذا
قيل لك قل امنت بكتب
الله فقل كذلك امنت بجميع
كتب الله المنزلة على انبيائه وانها
من عند الله تعالى وان جميع
الكتب تفاصيل كلام الله تعالى

اور اس پر کوئی زمانہ نہیں گذرتا۔ کیونکہ زمانہ
نام ہے رات دن کے پیچھے بعد دیگرے آنے کا! اور
اس بارگاہ قدس میں رات و دن کا گذر نہیں بلکہ
وہ خود زمانہ کا خالق ہے!

اس کے مثل کوئی شئے نہیں، اور وہ سنتا
اور بینا ہے۔ اور وہ ایسی ذات ہے کہ اس کے
ذات وصفات اور اسرار افعال واحکام میں
اولین وآخرین کے عقول حیران وسراسیمہ ہیں"

اور جب تمہیں کہا جائے کہ کہو امنت
بملائکتہ (میں ملائکہ پر ایمان لایا ہوں) تو اسی
طرح سے کہدو کہ میں اللہ تعالیٰ کے ملائکہ پر ایمان
رکھتا ہوں جسطرح سے کہ وہ اللہ کے علم میں ہیں
خصوصاً ان میں سے مقربین اور حاملین عرش پر
اور آسمانوں میں تسبیح کرنیوالوں پر"
اور یقین رکھو کہ ملائکہ گناہوں سے پاک ہیں
کھانے اور پینے اور نر و مادہ ہونے سے بری ہیں"
وہ حق تعالیٰ کی کبھی نافرمانی نہیں کرتے اور
وہی کرتے ہیں جسکا انہیں امر کیا گیا ہے"

اور جب تمہیں کہا جائے کہ کہو امنت بکتب
اللہ (میں اللہ کی کتابوں پر ایمان لایا ہوں) تو اسی
طرح سے کہدو کہ میں ان سب کتابوں پر جو اللہ
تعالیٰ کی جانب سے انبیا پر نازل ہوئی ہیں ایمان
لایا۔ اور اس پر کہ ساری کتابیں اسی کلام قدیم
ازلی کی تفصیل ہیں جو حروف اور آواز سے

القدیم الازلی المنزہ عن الحروف
والصوت واذا قیل لک قل
اٰمنت برسلہ فقل کذالک
اٰمنت برسل اللہ جمیعا من
اولھم اٰدم علیہ السلام
الی اٰخرھم سیدنا محمد
المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
خصوصًا منھم المقربون و
جمیعھم معصومون لایعصون
اللہ تعالیٰ موفقون من
عند اللہ تعالیٰ بالتوبۃ
المقبولۃ ان وقعت منھم
زلۃ وھم خیر خلق اللہ
تعالیٰ وصفوتہ من عبادہ
بلغوا الرسالۃ وادوا الامانۃ
وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ
وفضل اللہ بعضھم علی
بعض مع انا لانفرق بین
احد منھم فی نفس الرسالۃ و
اکرمھم اللہ تعالیٰ بلذیذ
خطابہ وکلامہ واعزھم
اللہ تعالیٰ بتائیدہ ونصرہ
ورفع
درجاتھم

منزہ ہے اور یہ سب کتابیں اللہ تعالیٰ ہی کی
طرف سے نازل شدہ ہیں؛

اور جب تمہیں کہا جائے کہ کہو اٰمنت
برسلہ (ایمان لاتا ہوں میں رسولوں پر) تو
کہدو کہ برابر میں اللہ تعالےٰ کے کل رسولوں پر
اول الانبیاء حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر
خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ
وسلم تک ایمان لایا ہوں. خصوصًا ان پر جو
مقرب بارگاہ الٰہی ہیں؛ اور کل انبیاء معصوم
ہیں یعنی ان سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا.
اور اللہ تعالیٰ نے انہیں توبۂ مقبولہ کی توفیق دی
ہے. بر تقدیر اگر ان سے کوئی لغزش صادر
ہو جائے. اور وہ بہترین مخلوق. اور اللہ کے
بندوں میں برگزیدہ ہیں. انہوں نے تبلیغ رسالت
میں کوتاہی نہ کی. اور حق امانت ادا کر دیا. وہ
راہِ خدا میں شایانِ شان کوشش اور حق
جانفشانی بخوبی بجالائے؛

اور اللہ تعالےٰ نے ان میں سے بعض کو
بعض پر فضیلت دی ہے. باوصف اس کے
کہ نفس رسالت کے بارے میں ہم ان میں
فرق نہیں کرتے. باریتعالیٰ نے اپنے پاک کلام
اور پیارے خطاب سے ان کی عزت افزائی
کی ہے؛

اور اپنی تائید و نصرت سے ان کو غلبہ بخشا ہے

في الدنيا والآخرة واعطاهم
الشفاعة في عصاة امتهم
وخص الله تعالى بمزيد
فضله من بينهم سيدنا
محمد المصطفى صلى الله عليه
وسلم بالكرامة والدرجاة
العلى حتى انه جعله خليفة
نفسه وجعل فعله وقوله
فعل نفسه وقول نفسه
فقال وما رميت اذ رميت
ولكن الله رمى وقال وما
ينطق عن الهوى ان هو الا
وحي يوحى وجعل متابعته
سببا لمحبته فقال قل ان
كنتم تحبون الله فاتبعوني
يحببكم الله وجعل اطاعته
اطاعة نفسه فقال من
يطع الرسول فقد اطاع
الله وجعل نوره اول
المخلوقات ومن نوره
خلق الارض والسموات و
جعل آدم ومن دونه
تحت
لوائه

دنیا و آخرت میں ان کے مدارج بلند فرمائے اور
اپنے گنہگاران امت میں ان کو حق شفاعت یعنی
(سفارش) عطا کیا ہے"

خاص کر اپنے فضل و کرم سے ہمارے آقا و مولا
محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو ان سب (انبیاء) میں
زیادہ فضیلت و بزرگی اور بلندیٔ درجہ کے ساتھ
خاص و ممتاز فرمایا ہے یہاں تک کہ آپکو اپنا خلیفہ
بنایا اور آپکے قول فعل کو اپنے قول و فعل کا مظہر قرار دیا چنانچہ
ارشاد ہے کہ "آپ نے نہ پھینکی (خاک کی مٹھی)
جبکہ پھینکی بلکہ اللہ ہی نے پھینکی تھی"

حضور اکرم کی شان میں ارشاد ہوتا ہے کہ
"نہیں کہتے اپنی خواہش سے بلکہ وہ وحی ہی ہوتی
ہے جو نازل کی جاتی ہے" اور آپ کی متابعت کو
اپنی محبت کا سبب گردانا ہے اور فرمایا ہے کہ
"اے حبیب! ان سے (کفار قریش سے) کہہ دو کہ اگر
اللہ کی محبت کا دعوے ہے تو میری متابعت میں
ثابت قدم رہو تو اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت کریگا"
اور آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا
اور فرمایا کہ جس نے رسول کی اطاعت کی تو درحقیقت
اس نے اللہ کی اطاعت کی" اور آپ کے نور کو
سب مخلوقات سے اول پیدا کیا اور آپ ہی کے
نور سے زمین و آسمان پیدا کئے"

حضرت آدم اور ان کے بعد جو انبیاء ہیں۔
سب کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے

يوم القيمة واعطاه الشفاعة
العظمى و دخل فى عظيم
شفاعته الانبياء والمرسلون
وجعل امته بسببه و حرمته
خير الامم وحفظ امته
مع كثرة هجومها على المعاصى
من الخسف والمسخ وعموم
العذاب لعظيم حرمته
صلى الله عليه وسلم فقال
تعالى وما كان الله ليعذبهم
وانت فيهم واقسم بعمره
واقسم ببلده فقال تعالى
لعمرك انهم لفى سكرتهم
يعمهون ولا اقسم
بهذا البلد وانت حل بهذا
البلد واكرمه بلقاء
نفسه فى هذه الدار وادناه
من حضرته فقال ثم دنى
فتدلى فكان قاب قوسين
او ادنى الى غير ذلك من
الدرجات العلى والمقامات
الاعلى والتشريفات التى
لا تعد ولا تحصى ولنعم
ما قيل فى الفارسية

نیچے قیامت کے دن جگہ دی ۔ اور حضور کو شفاعت
عظمیٰ کا منصب عطا کیا ۔ یہانتک کہ انبیاء و مرسلین
کو بھی آپکی وسیع شفاعت میں داخل ہونیکا فخر بخشا
اور آپ ہی کے اعزاز سے آپکی اُمت کو خیر الامم
کے لقب سے سرفراز فرمایا اور باوجود کثرت معاصی
کے آپکی اُمت کو مسخ ہونے اور دھنسنے سے محفوظ
رکھا اور عام عذاب سے نجات بخشی ؎

یعنی حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی حرمت
و اعزاز کی وجہ سے آپ کی اُمت پر انعام ہے چنانچہ
حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ " اللہ ان کو عذاب میں گرفتار
نہ کریگا جبکہ آپ ان میں موجود ہیں "

اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کی پیاری عمر
اور آپکے پسندیدہ شہر کی قسم کھائی ہے ۔ کہ " اے نبی
محبوب ! قسم ہے آپ کی جان عزیز کی کہ بیشک کفار
اپنے نشے میں بہکے ہوئے ہیں " اور " قسم کھاتا ہوں
میں اس شہر (مکہ) کی درآنحالیکہ آپ اس میں
موجود ہیں "

اور آپ کو اسی دنیا میں اپنے دیدار سے محفوظ
و مکرم کیا اور اپنے حضور میں قربت کا درجہ عنایت
فرمایا ۔ قولہ تعالیٰ پھر قریب ہوئے پھر اتر آئے اور
جھک گئے یہانتک کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے
بھی زیادہ نزدیک ہوگئے "

اس کے علاوہ وہ وہ بلند درجے اعلیٰ مقامات
اور اعزاز آپکو حاصل ہوئے جو حد حساب و شمار

ے یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجهك المنير لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر
واذا قیل لك قل اٰمنت بالیوم
الاخر فقل حالاً بلا تردد ولا
تسوف ولا شك ولا ارتیاب
اٰمنت بالیوم الاخر واهواله
اي الدخول من قبورهم
مقدار خمسين الف سنة
وحسابه وكتابه وميزانه و
صراطه وجنته بنعيمها
الدائمة الابدية وانهارها
وقصورها حسب درجات
اعمال داخليها محض كرم
الله تعالى وافضاله وجحيمه
بالامها الدائمة الابدية د
عذابها المقيم للكفار ابد ا
لآبدين وللفساق ان لم
ينلهم شفاعة الشافعين
بمقدار عصيانهم تطهيرا
لهم عن ادناس المعاصي
نجانا الله بفضله عنها وان
الله تعالى

ے باہر ہیں کسی نے کیا اچھا کہا ہے (ترجمہ شعر) :
"اے صاحب جمال اور اے انسانوں کے سردار!
تیرے ہی منور چہرے سے چاند روشن ہوا ہے
تیری شایان شان تعریف ممکن نہیں۔ قصہ مختصر
یہ ہے کہ خدا کے بعد بزرگی تمہیں ہی رکھتے ہو!"

اور جب تمہیں کہا جائے کہ کہو "اٰمنت بالیوم
الاخر" تو بغیر شک و شبہ اسی وقت بے تاخیر اور
بغیر کسی پس و پیش کے کہہ دو کہ میں روز قیامت
پر ایمان لایا۔ اور قیامت کے واقعات اور ہولناک
مناظر پر یقین رکھتا ہوں۔ اور اس بات پر کہ وہ دن
پچاس ہزار برس کے برابر ہوگا۔ اور حساب و کتاب
و صراط، میزان پر ایمان رکھتا ہوں۔ نیز جنت اور
جنت کی نعمتوں پر جو ہمیشہ پائدار رہینگی اور نہروں
اور قصور (محل) پر جو جنتیوں کو حسب مدارج
اعمال محض اللہ کے فضل و کرم سے عطا کئے
جائیں گے ایمان رکھتا ہوں۔

اسی طرح دوزخ کو مانتا ہوں اور دوزخ کی
ان تکالیف و عذاب کی تصدیق کرتا ہوں جنہیں
کفار ہمیشہ ابد آلآباد تک اور فساق (گنہگار) اپنے
گناہوں کی آلودگی سے پاک ہونے کے لئے مبتلا
رہیں گے۔ اگر کسی کی شفاعت سے انکی دستگیری
نہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے فضل سے اس
سے نجات بخشے۔

اور اس بات کو صحیح تسلیم کرتا ہوں کہ اللہ بعض

ينجي بفضله وكرمه بعض
عباده الصالحين عن اهوالها
وهو مستريحون في ظل
عرشه ويصير ذلك اليوم
بطوله عليهم مقدار ما
يصلون في الدنيا ركعتي
النفل فلا تتحير في ذلك
فان الله تعالى خالق الزمان
يطوله على من يشاء ويقصره
على من يشاء فلا تكن من الممترين
واذا قيل لك قل آمنت بالقدر
خيره وشره فقل كذلك
آمنت بالقدر خيره وشره
من الله تعالى اعلم ايها
الطالب لسبيل النجاة
ان مسئلة التقدير من ادق
مسائل الكلام واغمضها و
الايمان به واجب والتفحص
عن اسرارها وكنه حقائقها
بدعة لان عقلك المعاشي
قاصر عن درك حقيقة
المسئلة واللازم عليك الاذعان
والتسليم بان الخير والشر
كله بفعل الله تعالى وارادته وقدره

اپنے فضل وکرم سے اپنے بعض صالح بندوں
کو قیامت کے ہولناک مواقع سے محفوظ رکھیگا
اور عرش کے سایہ میں ان کو آرام کے لئے جگہ دیگا
اور اتنا طویل دن ان کے لئے اتنے وقت کے برابر
ہوجائیگا جس میں دو رکعتیں نفل کی پڑھے جائیں
اس میں حیرت اور تعجب کی کیا بات ہے جبکہ
باریتعالیٰ خود زمانے کا خالق ہے تو یہ بھی اسکے
قبضۂ قدرت میں ہے کہ جس کے لئے چاہے اس کو
لمبا بنادے اور جس کے لئے چاہے اسے کوتاہ کردے
پس تم کو شک کرنیوالوں میں سے نہ ہونا چاہیے

اور جب تمہیں کہا جائے کہ کہو آمنت
بالقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ (ایمان
لایا میں تقدیر پر کہ خیر وشر جملہ اللہ کی جانب سے
ہے) تو تم کو اسی طرح سے کہنا چاہیے۔

اے راہ نجات کے طالبو! جاننا چاہیے کہ قدر
کا مسئلہ علم کلام کے نہایت دقیق ترین اور پیچیدہ
مسائل میں سے ہے۔ اور قدر پر ایمان لانا واجب
ہے اور اس کے اسرار وحقیقت کی تلاش میں
پڑنا بدعت ہے!

اس لئے کہ عقل معاشی اس مسئلہ کی حقیقت پانے
سے قاصر ہے۔ اس لئے تم پر لازم ہے کہ اس بات
کا پختہ یقین رکھو اور اس کو تسلیم کرو کہ خیر وشر
کل اللہ کے قدر وارادہ سے ہی ہوتا ہے جس کو
تمہارے تولد سے پہلے ہی اللہ نے مقدر کر لیا ہے

قال الله تعالى والله خلقكم
وما تعملون وقال النبي
صلى الله وسلم اربعة تكتب
على ابن آدم وهو في بطن امه
السعادة والشقاوة والرزق
والعمر لكنه يرضى بالخير و
لا يرضى بالشر وهذا المحل مزلة
اقدام التابعين للادلة العقلية
المحرومين عن اسرار حكم
الله تعالى في خلقه فقالوا اذا
كان الله تعالى لا يرضى بالشر
فلاي شئ قدر الشر واراده و
يتشعب الملحدون في هذا
المقام شعبا كثيرة حسب اتباع
عقولهم الفاسدة وتتبع
دلائلهم الكاسدة فنجى
المتشبثون باذيال الشريعة
حيث فوضوا اسرار الله وحكمه
في ملكه وملكه اليه واقروا
بالتسليم والايمان بقضاء
الله وقدره وخسر هنالك
المبطلون واما قولهم اذا كان
الله لا يرضى بالشر فلاي سبب
قدره واراده فهذا الاعتراض في

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ اور تمہارے اعمال کو بھی"

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ چار چیزیں ایسی ہیں جو ابن آدم پر اس وقت بھی جاتی ہیں جبکہ وہ ماں کے پیٹ ہی میں ہوتا ہے۔ سعادت، شقاوت، رزق، اور عمر۔

لیکن اللہ تعالیٰ خیر سے راضی ہوتا ہے اور شر سے ناراض۔ یہی مقام ہے جہاں سے دلائل عقلیہ کے تابعین جو اللہ کی حکمتوں کے اسرار سے محروم ہیں ان کے پاؤں پھسل گئے ہیں اور کہہ بیٹھے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ شر کو پسند نہیں کرتا تو اس نے شر کو پیدا ہی کیوں کیا اور اسکا ارادہ کیوں فرمایا۔

اور اسی محل میں ملحدین کی (اپنے عقول فاسدہ و دلائل کاسدہ کے اتباع کے موافق) کئی شاخیں نکلی ہیں،

پس جن لوگوں نے کہ شریعت کے دامن میں چنگل مارا ہے اس طرح پر کہ اللہ کے اسرار اور حکمتوں کو جو اللہ کے مُلک اور مِلک میں ہیں اسی کو سونپ دیں اور اللہ کے قضا و قدر پر تسلیم و ایمان کا اقرار کیا ہے تو وہ نجات پا گئے اور جنہوں نے اسکو باطل قرار دیا وہ ٹوٹے میں رہے۔

اور انکا یہ کہنا کہ جب اللہ تعالیٰ شر سے ناراض ہے۔ تو اُسے کیوں اس نے پیدا کیا اور کیونکر اس کا ارادہ کیا؟ یہ اعتراض نہایت بیہودہ اور بعید فہمانہ

غاية السفاهة والشناعة لان
العبد ليس له ان يسئل مالكه
عن سبب اوامره ونواهيه
بل العبودية الاذعان اليقيني
بالاوامر والتحرز والاجتناب
عن ارتكاب المناهى وفى
الحقيقة الشر شرٌ بعد تعلقه
بالعباد واما قبل تعلقه بكسب
العبد فليس فى الشر شرارةٌ
اصلا مثلا البيش سم قاتل
فالبيش فى اصل خلقته
ليس فيه شرٌ اصلا وانما الشر
يحصل فيه للانسان بعد اكله
واستعماله وهو ما كان فى
الارض فليس فيه شر ولا
ضرر فان قيل فاى فائدة فى
خلقه نقول فيه فوائد كثيرة
لبعض الامراض بعد اصلاحه
ولعل فيه فوائد اخر حيث لا
نعلمه فكما ان اعتراض
خلق البيش على الله تعالى
سفاهة وحماقة كذلك الاعتراض
عليه فى تقدير الكفر والعصيان
سفاهة وحماقة و

ہے اس لئے کہ بندہ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اپنے مالک
سے اس کے اوامرو نواہی کے سبب دریافت کرنے
لگجائے۔ بلکہ اصل بندگی یہ ہے کہ اس کی ساری باتوں
پر پختہ یقین رکھنے کے ساتھ اوامر پر نہایت مستعدی
سے قایم رہکر عملدرآمد کرتا رہے اور نواہی سے بچے
اور سخت پرہیز کرتا رہے؛

اور درحقیقت اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو شر
اس وقت شر اور برا ہے جبکہ اسکا تعلق بندوں کے
افعال سے ہوجاتا ہے لیکن اس تعلق کے قبل شر
میں کوئی برائی نہیں مثلاً بچھناگ زہر قاتل ہے
اور اسکا شر کھلا ہوا ہے لیکن اگر اسکی پیدائش پر نظر
ڈالو تو اس میں کوئی شر نہیں۔ شر اور برائی جو اس سے
نکلتی ہے وہ جب ہے کہ انسان اسے کھائے اور
استعمال میں لائے لیکن جبتک کہ یہ جڑ زمین میں
گڑی ہوئی ہے تو اس میں نہ کوئی شر ہے اور نہ
کسی قسم کا ضرر؛

شاید تم کہدو کہ پھر اس کی پیدائش سے آخر کیا
فائدہ برآمد ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں
بہت فائدے ہیں بعض بیماریوں کو اصلاح کے بعد
نہایت فائدہ کرتا ہے اور بہت ممکن ہے کہ اس میں
اور بھی فوائد ہوں جنکا اب تک تجربہ نہ ہوا ہو؛

پس جسطرح سے کہ بچھناگ کی پیدائش کے بارے
میں حق تعالیٰ پر اعتراض کرنا سفاہت اور حماقت ہے
بالکل اسی طرح کفر اور گناہ کی پیدائش میں نکتہ چینی

سم الحیۃ قاتل للانسان و سبب لحیوۃ تلک الحیۃ و الھواء سبب حیوۃ الانسان وھی بعینھا سبب ھلاک الحیتان فلا یقول عاقل ای رب لم خلقت الھواء لانھا سبب ھلاک الحیتان واللہ تعالی لا یسئل عما یفعل ونحن مسئولون فان قلت سلمنا ان فی البیش بعض المنافع بعد الاصلاح وسم الحیۃ وان کان سما للانسان فھو حیوۃ لتلک الحیۃ و کذا الھواء فما الفائدۃ فی الکفر والعصیان نقول ان فی الکفر والعصیان فوائد کثیرۃ لا یعلمھا الا اللہ تعالی واما بحسب الظاھر فمنھا ان الکفر والعصیان فیھما اظھار جلالۃ حلم اللہ تعالی لاعداء اللہ وفیھما عبرۃ لاولی الالباب حتی یعلموا ان حلم

نادانی اور جہالت ہے۔"

اور دیکھو! سانپ کا زہر انسان کیلئے قاتل ہے لیکن خود ان سانپوں کے لئے سبب حیات ہے!"

ہوا انسان کیلئے سبب حیات ہے اور مچھلیوں کیلئے موجب ہلاک۔

اس کے بعد کوئی عاقل یہ نہیں کہہ سکتا کہ اے پروردگار! تم نے ہوا کیوں پیدا کی اس لئے کہ یہ ہوا تو مچھلیوں کے لئے ہلاکت کا سبب ہے!

اصل میں خالق سے یہ سوال نہیں کیا جاسکتا کہ تم نے یہ کام کیونکر کیا (اس لئے کہ وہ حکیم ہے) البتہ بندے موردِ سوال ہیں"

اگر تم کہو کہ خیر! ہم نے تسلیم کیا کہ بچھناگ اصلاح کے بعد فائدے رکھتا ہے اور سانپ کا زہر اگرچہ انسان کا قاتل ہے لیکن اسی سانپ کیلئے سبب حیات ہے لیکن کفر و عصیان کا فائدہ پھر بھی سمجھ میں نہیں آتا!

ہم کہیں گے کہ کفر و عصیان میں بھی بہت سے فوائد ہیں جنکو باری تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا لیکن باعتبار ظاہر جو ہماری سمجھ میں آسکتے ہیں وہ گنائے دیتے ہیں!

(۱) ایک یہ ہے کہ کفر و عصیان اللہ کے حلم (بردباری) کی بڑائی کا (جو اعداء کے ساتھ ہے) پتہ دیکر سمجھداروں کے لئے ایک درس عبرت کھول دیتے ہیں جس سے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ اس

اذا كان لاعدائه في هذه الدار بهذه
المرتبة فكيف يكون حلمه لاحبائه
في الدار الآخرة ومنها اختبار
المؤمنين بثروة الكفار و
نعمتهم في هذه الدار لاموال
والبنين اهم يميلون الى حالهم
بالقلب اليهم ام يصبرون على
تكاليف الدنيا ابتغاء ما
عند الله من الثواب الاخروي
الذي وعدهم الله تعالى على
لسان انبيائهم عليهم الصلوة
والسلام وهذه فتنة عظيمة
ابتلى بها كثير من الناس قال
الله تعالى احسب الناس ان
يتركوا ان يقولوا امنا وهم
لا يفتنون ولقد فتنا الذين
من قبلهم فليعلمن الله الذين
صدقوا وليعلمن الكاذبين
ومنها تفديتهم في القيمة
لبعض عصاة المؤمنين كما
ورد في الحديث وهذه منة
عظيمة من الله تعالى على
المؤمنين ومنها رغبة المؤمنين و
حثهم على امور الاخرة حيث فرضته

دنیا میں جب حق تعالیٰ کا حلم اپنے دشمنوں کیساتھ
اس حد تک ہے تو اپنے دوستوں اور خاص
بندوں کے ساتھ آخرت میں کہاں تک ہوگا؟
(۲) دوسرا یہ ہے کہ مسلمانوں کا امتحان ہو جائے
کہ وہ اس دنیا میں کفار کی ثروت (آسودہ حالی) و
نعمت اور مال و اولاد کو دیکھکر کیا دل سے ان کے
حال کی طرف مائل ہوتے ہیں؟ یا ثواب اُخروی کی
خواہش میں جبکو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مہیا کر رکھا ہے
اور اپنے انبیاء علیہم الصلوات کی زبانی اسکا وعدہ
فرمایا ہے۔ دنیا کے چند روزہ مصائب و تکالیف
پر صبر و شکر کرتے ہیں، اور یہ ایسا فتنہ عظیم ہے
جس میں اکثر لوگ پھنسے ہوئے ہیں۔ حق تعالیٰ کا
ارشاد ہے کہ کیا لوگوں نے یہ خیال قائم کرلیا ہے کہ
(محض) آمنا کہنے کی وجہ سے چھوڑ دیئے جائیں گے
اور وہ فتنہ میں مبتلا نہ کئے جائیں گے اور البتہ اس
سے پہلے بھی ہم نے لوگوں کو فتنہ میں ڈالا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ
سچوں اور جھوٹوں کو جان لے؟
(۳) تیسرا یہ کہ قیامت کے دن کفار کو گنہگار
مومنوں کے لئے فدیہ کر دیا جائیگا جیسا کہ احادیث
میں وارد ہے اور یہ اللہ کا مومنین پر بڑا احسان ہے
(۴) چوتھا یہ کہ اس صورت سے مومنین کو امور
آخرت کی طرف شوق اور رغبت دلائی گئی ہے۔ اور
ان کے جذبات و حیات کو اس بات کی طرف برانگیختہ
کیا اور ابھارا گیا ہے کہ دنیا کی نعمتیں اور سارے

امور الدنیا ونعیمها للکفار و
الفساق فکما انهم منهمکون
فی امور الدنیا ولا یشارکوننا
فیها فینبغی للمؤمنین ان
ینهمکوا فی امور الآخرة ولا
یشارکونهم فیها ولذا قیل
الدنیا سجن المؤمن وجنة
الکافر ومنها ظهور نور
الاسلام فی مقابلة ظلمات
الکفر والعصیان فان
الاشیاء تعرف باضدادها
ولزوم الشکر للمؤمنین حیث
اعطوا نعمة الایمان والاسلام
ونجاهم الله تعالیٰ بفضله
عن الکفر والطغیان فلولم
یخلق الکفر لما عرف للاسلام
قدرا وما اوجد له شکرا
ومنها اظهار غنی الله
تعالیٰ عن خلقه وعن
اعمالهم فانه لو کان له
فی الطاعات منفعة
اوفی الکفر والمعاصی
مضرة لما خلق اکثر عباده
کفارا قال الله تعالیٰ

دنیاوی امور کفار، وفساق کو سونپے گئے ہیں۔ تو
جس طرح سے کہ وہ (کفار) مشاغل دنیا میں منہمک
اور محو ہیں اور اس معاملہ میں ہم (مومنین) ان کے
ساتھ شریک نہیں۔ اس لئے مسلمانوں کی غیرت کا
تقاضا یہ ہونا چاہئے اور انکو سزاوار اور زیبا بھی یہ
ہے کہ ہمہ تن امور آخرت میں مصروف اور منہمک ہو
جائیں اور اس بات میں انکو (کفار کو) اپنے ساتھ
شریک نہ بنائیں۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ
"دنیا مومن کے لئے جیلخانہ اور کافر کیلئے جنت ہے"
(۵) پانچواں یہ کہ اسلام کا نور کفر وعصیان کی
اندھیریوں کے مقابلہ میں اور زیادہ روشن وظاہر ہو
جائے۔ اس لئے کہ سب چیزیں اپنی ضدوں کے ساتھ
مقابلہ کرنے سے جانی جاتی ہیں۔ اور مسلمان اس
حقیقت کو جانکر شکر کو اپنے اوپر لازم کر رکھیں کہ
ان کو حق سبحانہ وتعالیٰ نے کفر وسرکشی سے نجات
دی اور اسلام وایمان کی نعمت عطا کی۔ پس اگر
کفر نہ پیدا کیا جاتا تو نہ اسلام کی قدر کو جانا جاسکتا
اور نہ اسکا شکریہ ادا کیا جاسکتا۔

(۶) چھٹا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے غنا اور بے نیازی
کا اظہار ہو کہ اس بے نیاز شہنشاہ کو مخلوق اور
اس کے اعمال کی کوئی پرواہ نہیں۔ اس لئے کہ اگر
اُسے بندوں کی طاعت میں منفعت ہوتی اور
کفر ومعاصی میں مضرت تو ضرور وہ اپنے اکثر بندوں
کو کفار نہ پیدا کرتا۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے

ان اللہ لغنی عن العلمین و منہا
اظہار عظم قدر الانبیاء
علیہم السلام علی ملئکۃ الکرام
وباقی خلقہ بتنعیم احبائہم و
تعذیب اعدائہم ولنعم ما
قیل فی الفارسیۃ ؎ برائے دوستش
جنت برائے دشمنش دوزخ ؛ خدائے او
مقرر ساخت تا قدر ورا دانی ؛ ولعل
فیہ منافع اخری لا نعلمہا
وما یعلم جنود ربک الا ھو
ولنفرد مسئلۃ التقدیر برسالۃ
التنویر فی اخر الکتاب
انشاء اللہ تعالٰی واذا قیل
لک قل اٰمنت بالبعث بعد
الموت فقل بلا تردد ولا
طلب دلیل اٰمنت بالبعث
بعد الموت والبعث بعد
الموت حق والایمان بہ
واجب ولا یتم الایمان الا بہ
اعلم ان مسئلۃ البعث بعد
الموت من اشھر مسائل
المتنازع فیہا بین الکفار
والمسلمین فالکفار قدیما و
حدیثا ینکرونہ لان عقولھم

"تحقیق اللہ کل مخلوقات سے غنی اور بے نیاز ہے"
(۷) ساتواں کفر کے پیدا کرنے سے یہ مقصد ہے
کہ آخرت میں اللہ تعالٰی انبیائے کرام کے
دوستوں کو نعمتیں دیکر اور ان کے دشمنوں کو عذاب
میں مبتلا کر کے انبیاء علیہم السلام کے بڑے مرتبے
اور شرف کو ملائکہ اور باقی مخلوق پر ظاہر کرتا ہے"
اور کیا اچھا کہا گیا ہے فارسی میں ؎ برائے
دوستش جنت برائے دشمنش دوزخ ؛ خدائے او
مقرر ساخت تا قدر ورا دانی ؛
کفر و عصیان میں اس کے علاوہ اور بھی منافع
ہونگے جن کو ہم نہیں جانتے ؛ اللہ کے عساکر
اسرار کو اللہ ہی جانتا ہے"
(نوٹ) مسئلہ تقدیر کو رسالۃ "التنویر" کے نام سے
آخر کتاب میں علیحدہ بیان کیا جائیگا"
اور جب تمہیں کہا جائے کہ کہو اٰمنت بالبعث
بعد الموت (موت کے بعد دوبارہ بعث زندہ ہونے
پر ایمان لایا ہوں) تو اسی طرح بلا تردد اور بلا طلب
دلیل صاف کہدو اور عقیدہ رکھو کہ موت کے بعد
اٹھنا حق ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے اور
اس بات پر ایمان لائے بغیر ایمان کامل نہیں۔
جاننا چاہئے کہ بعث بعد الموت کا مسئلہ ان مشہور
مسائل میں سے ہے جو کفار اور مومنین کے درمیان
مختلف فیہ ہیں۔ کفار پچھلے زمانے سے لیکر اب تک
اسکا انکار کرتے چلے آئے ہیں۔ اسلئے کہ ان کی

الناقصۃ تابی الوجود بعد العدم
والمسلمون بحمد اللہ تعالیٰ
معترفون بالبعث بعد الموت
اتباعا لقولہ تعالیٰ قال من
یحیی العظام وھی رمیم قل
یحییھا الذی انشاءھا اول مرۃ
وھو بکل خلق علیم ویقولون
ان الذی خلق الخلق من العدم
اول مرۃ قادر علی ان یخلقہ
مرۃ ثانیۃ بالطریق الاولیٰ
فان قیل خلق الخلائق علی
مسر الدھور من نطفۃ الاٰباء
ولیس ھناک عدم محض کما
ھو مذھب المادیین قلنا
من ای نطفۃ خلق ابونا آدم
علیہ السلام فان قیل خلق
من التراب قلنا کذلک
یخلق اللہ الموتی من التراب
ومن ای نطفۃ خلقت
الملائکۃ وعالم الارواح و
عالم الاجنۃ فان قلت من
مادۃ النور
او
من مادۃ النار

ناقص عقلیں عدم کے بعد وجود کا انکار کرتی ہیں؟
اور مسلمان بحمدہ تعالیٰ بعث بعد الموت کا باتباع
فرمودۂ الٰہی اعتراف کرتے ہیں ارشاد الٰہی ہے۔
انسان کہتا ہے کہ ان ہڈیوں کو درآنحالیکہ وہ گل
گئی ہوں کون زندہ کریگا کہدیجئے (اے محمد صلی اللہ
علیہ وسلم) کہ وہی خدا اسے زندہ کردیگا جسنے اسے
پہلی بار پیدا کیا تھا۔ اور وہ ہر ایک چیز کی صنع کو
جانتا ہے:

مسلمان کہتے ہیں کہ جس ذات کی یہ شان ہو
کہ وہ پہلے پہل مخلوق کو عدم محض سے پیدا کرسکے
وہ بطریق اولیٰ اس بات پر قادر ہے کہ اسے
دوبارہ پیدا کردے۔ اگر بنا بر مذہب مادیین (نیچری
یا دہریہ) یہ کہا جائے کہ ساری خلقت ابتداءً
والدین کے نطفہ سے ہی پیدا ہوتی چلی آرہی ہے
عدم محض سے پیدائش نہیں ہوسکتی۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اچھا پھر بتلایئے کہ ہم
سب کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کس نطفہ سے
پیدا کئے گئے؟

اگر تم کہو مٹی سے، ہم کہیں گے ٹھیک ہے
مُردوں کو بھی حق تعالیٰ مٹی سے اسی طرح پیدا
کردیگا!

اچھا! ملائکہ، جن، اور عالم ارواح کس نطفے
سے پیدا کئے گئے ہیں؟
اگر تم کہوگے کہ نور یا نار کے مادے سے۔

قلنا لكن ذلك يحيى الله
الموتى من مادة النور او
من مادة النار حسب اعمالهم
النورية والنارية والله
على كل شيئ قدير وبعث
الخلق مما وعده الله تعالى
ولن يخلف الله وعده و
البعث بعد الموت من
مسائل الضرورية الاسلامية
نطق به القرآن وتواترت به
الاحاديث الصحيحة فمنكره
خارج عن دائرة الاسلام
فاطلب النجاة باتباع قول
الله وقول الرسول واترك
العقل الافلاطوني فانه
يهلكك كما اهلكه

فصل

ومما ينجيك من عذاب
الآخرة اعتقادك الجازم
بشرف الآل والاصحاب
ولزوم المحبة معهما بمحبة
النبي صلى الله عليه وسلم
فان النبي صلى الله عليه وسلم
حث امته بالمحبة مع آله
الطيبين الطاهرين واصحابه

ہم جواب میں عرض کرینگے صحیح فرمایا بالکل اسی
طرح سے حق سبحانہ وتعالیٰ بلحاظ اعمال بعض مردوں
کو نور کے مادہ سے اور بعض کو آگ کے مادہ سے
زندہ کرے گا۔ "اللہ تعالیٰ ہر ایک شے پر قادر ہے"
مخلوقات کا بعث ان امور سے ہے جنکا خداوند
تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔" اور اللہ تعالیٰ ہرگز
وعدہ خلافی نہیں کرتا۔"
اور بعث بعد الموت ان مسائل ضروریہ اسلامیہ
سے ہے جسکا قرآن شاہد ہے اور جس کے بارے
میں احادیث صحیحہ تواتر کی حد کو پہنچ چکی ہیں۔
اس لئے اسکا منکر اسلام کے دائرے سے خارج
ہے۔ اسوجہ سے تمہیں چاہیئے کہ ارشاد الٰہی اور
فرمان مصطفوی کے اتباع میں نجات طلب کرو
اور عقل افلاطونی کو چھوڑ دو کہ یہ تمہیں بھی ایسا
ہی ہلاک کردیگی جیسا کہ خود اسے ہلاک کیا تھا۔"

فصل

ان امور میں سے جو تمہیں عذاب آخرت سے
نجات دے سکتے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ حضور صلے
اللہ علیہ وسلم کے آل اور اصحاب کے شرف اور
بزرگی کا پختہ اعتقاد رکھو اور ان کی محبت حضور
صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے لازم
جانو اس لئے کہ حضور اکرم نے اپنی امت کو اپنی
پاک و پسندیدہ آل اور پرہیزگار و برگزیدہ اصحاب
کی محبت کے لئے نہایت شوق دلایا ہے اور برانگیختہ

البررة المتقين وفي شرفهما
وعظيم حقوقهما النصوص
القرآنية والاحاديث
الصحيحة النبوية مالا
يكاد يحصر كانه صلى الله
عليه وسلم علم بالعلم
الالهي ان بعض امته سيبغضون
احد الطائفتين ففرقة
منها تحب الآل وتبغض و
تنقص الاصحاب وسموا
انفسهم شيعة علي رضي الله
عنه وهم الروافض يقعون
في اصحاب النبي صلى الله عليه
وسلم ويتهمونهم باشياء
كثيرة من النقائص وهم
برءآء منها ونستشهد على
براءتهم وحسن عاقبتهم
بالشاهدين العادلين الله
ورسوله قال الله تعالى محمد
رسول الله والذين معه
اشداء على الكفار رحماء
بينهم تراهم ركعا سجدا
يبتغون فضلا من الله و
رضوانا سيماهم في وجوههم

کیا ہے۔"
ان کے شرف اور حقوقِ عظیمہ کے بارے میں نصوصِ قرآنیہ اور صحیح احادیثِ نبویہ اس کثرت سے وارد ہیں جن کا بیان نہیں کیا جا سکتا۔ گویا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم الٰہی سے جان لیا تھا۔ کہ امت کا ایک حصہ ان دونوں برگزیدہ جماعتوں میں سے ایک کے ساتھ بغض رکھیگا جس کی بنا پر آپ نے اس قدر ترغیب فرمائی۔"

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک فرقہ ایسا ہے، جو آل سے تو محبت کرتے ہیں۔ لیکن اصحاب کے ساتھ سخت بغض رکھتے ہیں۔ اور ان کی شان کو کم کر دیتے ہیں۔ اس گروہ نے اپنا نام شیعۂ علیؓ (یعنی طرفدارِ علیؓ) رکھ لیا ہے اور یہی روافض ہیں۔ یہ لوگ اصحابِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اور ان پر بہت سی ایسی باتوں کی تہمت لگاتے ہیں۔ جن سے وہ فی الحقیقۃ بری ہیں

ہم اہلسنت والجماعت ان کی برائت اور حسن عاقبت پر دو عادل گواہ پیش کر سکتے ہیں یعنی اللہ اور اللہ کا رسولؐ۔

حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کفار کے حق میں سخت اور آپس میں نرم دل ہیں (اے مخاطب) تو ان کو رکوع اور سجدہ کی حالت میں ہی دیکھتا ہے۔ وہ اللہ کا فضل اور خوشنودی طلب کرتے ہیں۔ سجدوں

من اثر السجود وقال تعالیٰ
لقد رضی اللہ عن المومنین
اذ یبایعونک تحت الشجرۃ
فعلم ما فی قلوبہم فانزل
السکینۃ علیہم وقال تعالیٰ
والسابقون الاولون من
المہاجرین والانصار والذین
اتبعوہم باحسان رضی اللہ
عنہم ورضوا عنہ واعد لہم
جنٰت تجری تحتہا الانہار
جعل اللہ تعالیٰ رضوانہ
للمہاجرین والانصار و
للذین اتبعوہم بالاحسان
دلت الآیۃ علی ان رضوان
اللہ تعالیٰ لہم ولمن تبعہم
بالاحسان والمحبۃ واما الذین
اتبعوہم بالکفران والبغیضۃ
فلا یستحقون رضوان اللہ
تعالیٰ کفانا رضوان اللہ ولا
نبالی بسخط اعداء اللہ تعالیٰ
وقال اللہ تعالیٰ لا یستوی
منکم من انفق من قبل الفتح
وقاتل اولئک اعظم درجۃ
من الذین انفقوا من بعد

کے اثر سے ان کے چہروں پر نشانیاں ہیں"۔ اور ارشاد ہے
کہ تحقیق اللہ مسلمانوں سے راضی ہوا جبکہ وہ تم سے
درخت کے تلے بیعت کر رہے تھے پس اُس نے جو
اُن کے دلوں میں ہے جان لیا۔ پھر ان پر اطمینان نازل
فرمایا"۔ اور ارشاد ہے:" اور پہلے پہل سبقت کرنیوالے
مہاجرین اور انصار اور جنہوں نے ان کی اخلاص کے
ساتھ پیروی کی، اللہ ان سب سے راضی ہے اور
وہ سب اللہ سے خوش۔ اللہ نے اُن کے لئے ایسے باغ
تیار کر رکھے ہیں جنکے تلے نہریں بہتی ہیں"

جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشنودی مہاجرین انصار
اور ان کے با اخلاص متبعین کے لئے ظاہر فرمائی ہے
تو اس آیت نے اس بات پر صاف دلالت کی کہ اللہ
کی خوشنودی صرف ان کے لئے ہے اور اُن کے لئے
ہے جو ان کے بعد بھلائی اور محبت کے ساتھ انکے
تابع ہوئے۔

لیکن وہ لوگ جو ان کے بعد ان کے ساتھ بغض اور
ناشکری سے پیش آئے تو وہ کبھی اللہ کی خوشنودی کے
مستحق نہیں ہو سکتے۔

ہمیں اللہ کی خوشنودی کافی ہے اعداء الٰہی
کے غصہ کی ہمیں کوئی پرواہ نہیں"۔

اور ارشاد الٰہی ہے کہ "تم میں سے وہ لوگ جنہوں
نے فتح (مکہ) کے بعد خرچ اور قتال کیا ہے ان لوگوں
کے برابر نہیں ہو سکتے جنہوں نے فتح کے پہلے خرچ
اور قتال کیا ہے۔ یہ لوگ از روئے درجہ و

قالوا وكلا وعد الله الحسنىٰ
فانظر بعين الانصاف الى جملة
قول الله تعالى وكلا وعد الله
الحسنىٰ والحسنىٰ هي الجنة باتفاق
المفسرين فلفظة كلا تنادى
باعلى صوتها ان الصحابة رضوان
الله عليهم اجمعين كلهم
من اهل الجنة فاندفع بهذه
الكريمة ما سول الشيطان فى
قلوب اوليائه ان الصحابة
رضى الله عنهم احيانا الله
على محبتهم وحشرنا فى زمرتهم
بعد وفات النبى صلے الله
عليه وسلم انحرفوا معاذ الله
عن جادة الاسلام وارتدوا بعد الايمان
الا نفرا يسيرا ما يبلغ عددهم سبعة
لان من كان مآله الجنة بشهادة رب
العلمين كيف يظن المسلم انهم ماتوا
مرتدين عياذاً بالله تعالىٰ ضمن
لفظة وعد الله تشير الى ان هذه
البشارة للاصحب من مواعيد الله
الذى لا يخلف الميعاد قال تعالى
وعد الله لا يخلف الله وعده وقال
تعالى للفقراء المهاجرين الذين اخرجوا

اجر بہت بڑے ہیں وکلا وعد اللہ الحسنیٰ اور اللہ نے
سب سے نیک وعدہ کیا ہے۔" انصاف کی نظر سے وکلا
وعد اللہ الحسنیٰ کے جملہ کی طرف دیکھنا چاہئے۔ اسلئے
کہ "حسنیٰ" باتفاق مفسرین "جنت" ہے۔ اور
"کلا" (سب) کا لفظ نہایت بلند آہنگی سے پکار کر
کہتا ہے کہ "صحابہ رضی اللہ عنہم سبھی سب اہل جنت
سے ہیں۔"

اس آیت کریمہ سے وہ شبہ بھی دفع ہوجاتا ہے
جس کو شیطان نے اپنے دوستوں کے دلوں میں آراستہ
کر دکھایا ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم (اللہ تعالیٰ
ان کی محبت پر ہمیں زندہ رکھے۔ اور قیامت کے دن
انہی جماعت میں اُٹھائے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی
وفات کے بعد" سوا ایک چھوٹی جماعت کے جو کل کے کل
شمار میں سات ہیں۔ سبھی سب اسلام کے راستہ سے
منحرف ہوگئے اور ایمان لانے کے بعد مرتد ہوگئے (معاذ اللہ)
اس لئے کہ جن لوگوں کا مآل رب العلمین کی شہادت سے
جنت قرار پائے تو ایک مسلمان یہ گمان کیونکر کرسکتا
ہے کہ وہ عیاذاً باللہ مرتد ہوکر مریں۔"

اور "وعد اللہ" کے لفظ سے اس بات کی طرف
اشارہ ہے کہ اصحاب کو یہ بشارت وعدہ ہائے الٰہی سے
ہے اور خود اللہ کا ارشاد ہے کہ "اللہ اپنے وعدوں کا
خلاف نہیں کرتا۔"

اور باریتعالیٰ کا ارشاد ہے (مال فئے (غنیمت) ان
محتاج مہاجرین کے لئے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں

من دیارهم واموالهم یبتغون
فضلا من الله ورضوانا و
ینصرون الله ورسوله اولٰئك
هم الصادقون والذین
تبوؤ الدار والایمان من قبلهم
یحبون من هاجر الیهم ولا
یجدون فی صدورهم حاجة
مما اوتوا ویؤثرون علی انفسهم
ولو کان بهم خصاصة ومن
یوق شح نفسه فاولٰئك هم
المفلحون والذین جاؤا من
بعدهم یقولون ربنا اغفرلنا
ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان
ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین
امنوا ربنا انك رؤف رحیم ۝
قسم الله تعالیٰ امة حبیبه صلی الله
تعالیٰ علیه وسلم ثلاث فرق لا ولٰی
فرقة المهاجرین الذین اخرجوا
من دیارهم واموالهم ابتغاء
فضل الله ورضوانه ونصرة الله
ورسوله فوصف الله تعالیٰ هذه
الفرقة بانهم هم الصادقون
فی قولهم وفعلهم المشار
الیه فی قول الله تعالیٰ

سے نکالے گئے ہیں جو اللہ کے فضل و رضامندی کے
طلبگار ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے
ہیں یہی لوگ سچے ہیں" (اور نیز مال غنیمت) اُن کے
لئے ہے جنہوں نے (مہاجرین کے آنے سے پہلے) مدینہ
میں اور ایمان میں قرار پکڑا دوست رکھتے ہیں اس کو
جو ان کی طرف ہجرت کرتا ہے اور نہیں پاتے اپنے
دلوں میں کوئی غرض (یا کوئی خلش) اس شئی کی
طرف جو مہاجرین کو دیدی جائے اور ان کو اپنی جانوں
پر مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو۔ اور جو بچاتا
ہے اپنے نفس کو بخل (یا حرص) سے تو وہی لوگ کامیاب
اور فلاح پانیوالے ہیں" اور جو لوگ ان کے بعد
آئے کہتے ہیں کہ اے رب ہمارے ہم کو بخشدے اور
ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے
ہیں اور ایمان لانے والوں کی بابت ہمارے
دلوں میں کینہ نہ ڈال۔ اے ہمارے رب تو بڑا
شفیق و مہربان ہے"

حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کی اُمت کو تین فرقوں میں تقسیم کیا ہے۔

ایک فرقہ ان مہاجرین کا ہے جو اپنے وطن اور مال سے
محض اس لئے نکالے گئے کہ وہ اللہ کے فضل و
رضامندی کے طلبگار تھے اور اللہ اور اس کے
رسول کی مدد کے خواہاں۔ پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ
نے اس گروہ کا وصف اس طرح فرمایا ہے کہ یہ لوگ
اپنے قول وفعل میں صادق ہیں اور انہیں کی طرف

واولٰئک مع الذین انعم
اللّٰہ علیہم من النبیین
والصدیقین الاٰیۃ فدرجتہم
بعد درجۃ الانبیاء علیہم
الصلوٰۃ والسلام الثانیۃ
فرقۃ الانصار الذین
تبوّء الدار والایمان من
قبل المہاجرین وصفہم
اللّٰہ تعالیٰ بانہم یحبون
المہاجرین ویؤثرونہم
علیٰ انفسہم ولوکان بہم
خصاصۃ نصرواللّٰہ ورسولہ
فوقاہم اللّٰہ شحّ انفسہم
واولٰئک ہم المفلحون المشار
الیہم فی الاٰیۃ بالشہداء ودرجتہم
بعد درجۃ الصدیقین فرقہ
ثالثۃ لیسوا بالمہاجرین ولا
بالانصار جاؤا بعد الفرقتین
الاولین الذین سبقت لہما
الحسنیٰ والدرجات العلیٰ
فی العقبیٰ لکنہم یقولون
ربنا اغفرلنا ولاخواننا
الذین سبقونا بالایمان
یطلبون المغفرۃ لانفسہم

اس آیت پاک میں اشارہ ہے کہ "جو اللہ اور رسول کا
کہا مانتے ہیں تو وہ ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ
نے انعام فرمایا ہے" یعنی انبیاء صدیقین شہداء
اور صلحاء۔ تو ان کا درجہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ
والتسلیمات کے بعد ہی ہے۔"

دوسرا فرقہ انصار کا ہے جنہوں نے مہاجرین
کے آنے سے پہلے مدینہ میں قرار پکڑا اور ایمان کو
اپنے دل میں جگہ دی۔ اللہ نے ان کا وصف اسطرح
بیان فرمایا ہے کہ "یہ گروہ مہاجرین سے محبت رکھتے ہیں
اور ان کو اپنی جانوں پر مقدم سمجھتے ہیں۔ اگرچہ خود فقر
وفاقہ میں ہی ہوں" اللہ نے ان کو اپنے نفسوں کے
حرص وبخل سے بچالیا اور وہی لوگ کامیاب ہوئے
جن کی طرف آیت مذکورہ میں "شہداء" کے لفظ
سے اشارہ ہے۔ اور ان کا درجہ صدیقین کے درجہ
کے بعد ہے۔"

تیسرا فرقہ ایسا ہے جو مہاجرین اور انصار میں
سے نہیں ہے اور اُن دونوں جماعتوں کے بعد
آیا ہے جن کے لئے "حسنیٰ" (جنت) اور بلند
مراتب نے آخرت میں سبقت کی ہے۔ لیکن یہ
وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں: "اے ہمارے رب! ہم کو
اور ان کو جنہوں نے ایمان میں ہم سے سبقت
کی ہے بخش دے" یہ جماعت اپنے لئے اور اپنے
ان بھائیوں کے لئے جو ان سے پہلے ایمان لاچکے
ہیں مغفرت طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ

ولاخوانهم الذين سبقوهم
بالايمان ويقولون ربنا لاتجعل
فی قلوبنا غلا للذين آمنوا
فبمحبتهم للصلحين الاولين
والاستغفار لهم ودعائهم
بان لايجعل الله فی قلوبهم
غلا وبغضا وعداوة لهم وصفهم
الله تعالى بان ربك عليهم رؤف
رحيم المشار اليهم فی الاية بقوله
بانه هم الصلحون ودرجتهم
بعد درجة الشهداء فالمهاجرون
الاولون نالوا الدرجات بمحبتهم له
صلى الله عليه وسلم والانصار
نالوا الدرجات العالية بمحبتهم له
صلى الله عليه وسلم وللمهاجرين
وباقی الامة المرحومة نالت
الرافة والرحمة من ربهم
بمحبتهم لاخوانهم الذين
سبقوهم بالايمان لان المرء
مع من احب والذين ليسوا
من المهاجرين ولا من الانصار
ولا من المستغفرين للصحابة
الكرام بل جعلوا الغل و
العداوة والبغض لهم

"اے ہمارے پروردگار! ہمارے دلوں میں مومنین
کے لئے کینہ نہ ڈال"

پس اس وجہ سے کہ یہ لوگ صالحین اولین
سے محبت رکھتے ہیں اور ان کے لئے مغفرت طلب
کرتے ہیں ان کے بارے میں دعائیں مانگتے ہیں
کہ "اے اللہ! ہمارے قلوب میں ان کے بغض،
کینہ، اور عداوت کو جگہ نہ دے" تو ان کا حق تعالیٰ
نے یوں وصف کیا ہے کہ "اللہ ان پر رحیم اور نہایت
مہربان ہے" اور انہیں کی طرف آیت مبارکہ میں
صالحین کے لفظ سے اشارہ فرمایا ہے۔ ان کا درجہ
شہداء کے درجہ کے بعد ہے"

پس مہاجرین اولین اتنے بلند مراتب سے اسی
وجہ سے ممتاز ہوئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی محبت میں مٹے ہوئے تھے اور انصار درجات
عالیہ سے جبھی سرفراز ہوئے کہ حضور اکرم اور مہاجرین
کی محبت سے سرشار تھے۔ اور باقی امت مرحومہ
حق سبحانہ وتعالیٰ کی رافت ورحمت کی اسی وقت
مستحق ہوئی جبکہ ان سب کی محبت کو انہوں نے حرز
جاں بنایا اسلئے وارد ہے کہ "آدمی کا حشر اسی کے
ساتھ ہوگا جس کے ساتھ وہ محبت رکھتا ہوگا"

لیکن وہ لوگ جو کہ نہ مہاجرین میں سے ہیں نہ انصار
میں سے اور نہ ان لوگوں میں سے جو صحابہ کرامؓ سے
محبت رکھتے ہیں اور ان کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں
بلکہ ایسے لوگ ہوں جنہوں نے کینہ، بغض اور عداوت

دينهم ودأبهم وجعلوا الطعن
اللعن عياذا بالله لاولياء الله
تعالى واصحاب رسول الله صلى
الله عليه وسلم عبادتهم و
دينهم فما ظنك بهم الهم حظ
فى الاخرة ام لهم براءة من النار
كلا انهم عن ربهم لمحجوبون ثم
انهم لصالوا الجحيم ثم يقال لهم
هذا الذى كنتم به تكذبون و
الشاهد الثانى على برائتهم وحسن
عاقبتهم النبى صلى الله عليه وسلم
قال النبى صلى الله عليه وسلم ان
الله اختارنى واختارلى اصحابا
فمن احبهم فبحبى احبهم ومن ابغضهم
فببغضى ابغضهم جعل النبى صلى الله
عليه وسلم بغض الصحابة بغض
لنفسه ومن ابغض النبى صلى الله
عليه وسلم كيف يسوغ له ان يدعى
الاسلام وقال النبى صلى الله عليه وسلم
اصحابى كالنجوم بايهم اقتديتم
اهتديتم وقال النبى صلعم الله الله
فى اصحابى لاتتخذوهم غرضا
من بعدى فلو انفق احدكم
مثل احد ذهبا ما بلغ

کو اپنا دین اور طریقہ بنالیا ہو اور لعن وطعن اولیاء اللہ
اور اصحاب رسول اللہ کو اپنی عادت وعبادت سمجھتے
ہوں پس تم ان کے بارے میں کیا خیال کرتے ہو،
کیا؟ آخرت میں ان کا کوئی حصہ ہو سکتا ہے؟ یا وہ
دوزخ سے چھٹکارا پا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! بیشک
وہ اپنے رب (کے دیدار) سے اس دن آڑ ..... میں
(یعنے محروم) ہونگے۔ پھر وہ ضرور دوزخ میں داخل
ہونگے۔ پھر (ان کو) کہا جائے گا کہ یہی تو ہے جس کو
تم جھٹلاتے تھے"

دوسرے گواہ ان کی برأت اور بہتری عاقبت
پر حضور اکرم ہیں۔ حضور کا ارشاد ہے" اللہ پاک نے پہلے
مجھے منتخب فرمایا۔ اور میرے لئے میرے اصحاب منتخب
فرمائے پس جو شخص ان سے محبت رکھتا ہے تو میری ہی
محبت کی وجہ سے، اور جو ان سے بغض رکھتا ہے تو وہ میرے
ہی بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھتا ہے"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے بغض کو اپنے
نفس کا بغض گردانا ہے اور تم خود ہی انصاف کرو کہ جو
(بدبخت) حضور سے بغض رکھے تو اسے کس طرح زیادہ
جائز ہو سکتا ہے کہ وہ اسلام کا دعویٰ کرے"

اور حضور اکرم فرماتے ہیں کہ "میرے اصحاب ستاروں
کی مانند ہیں جنکی بھی تم پیروی کروگے ہدایت پا جاؤگے"

اور فرماتے ہیں "ڈرو اللہ سے۔ ڈرو اللہ سے
میرے اصحاب کے بارہ میں۔ تم ان کو اپنے اغراض کا
آماجگاہ نہ بناؤ۔ اور اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے

مد احدھم ولا نصیفہ فاذا ثبت الرحمۃ بینھم بالقرآن ورضی اللّٰہ تعالٰی عنھم بالقرآن ووعدھم الحسنٰی یعنی الجنۃ بالقرآن حتی ان من تابعھم ینال رضی اللّٰہ تعالٰی ومنع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم امتہ عن الخوض فی شانھم باشد المنع وان انفاق احدھم یفوق انفاق غیرھم مثل احد ذھبا وجعل حبھم حبہ وبغضھم بغضہ وانھم نجوم الامۃ یھتدون بھدیھم فما ظنک ایھا المنصف بمن انکرھم وابغضھم و شتمھم بل جعل شتمھم و لعنھم والتبری عنھم وظیفۃ یومھم ولیلتھم قاتلھم اللّٰہ انی یؤفکون وفرقۃ ثانیۃ تبغض الآل وتتبرء من ذریۃ الطاھرۃ المطھرۃ و ھم الذین یقال لھم الخوارج والنواصب وقد قال اللّٰہ تعالٰی لحبیبہ صلی اللّٰہ

برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو بھی ان کے (صحابہ کے) ایک چھوٹے پیمانے بلکہ اس کے آدھے کے بھی برابری نہیں کر سکتا"

پس جبکہ ان کے آپس کی شفقت و رحمت، "اللہ کی ان سے رضامندی وخوشنودی" ... "ان پر سکینہ (اطمینان) کا نازل کرنا" "ان سے حسنیٰ یعنی جنت کا وعدہ کرنا۔ یہاں تک کہ جو ان کی پیروی کرے وہ بھی اللہ کی رضامندی کو پائے۔ یہ سب باتیں جداگانہ قرآن مجید سے ثابت ہوں۔ اور حضورؐ اکرم نے اپنی امت کو ان کی شان میں خوض کرنے (دخل دینے سے) نہایت سختی سے روکا ہو۔ ان کی خیرات کو دوسروں کی خیرات سے "چاہے وہ اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو" بڑھکر فرمایا ہو۔ ان کی محبت کو اپنی محبت اور انکے بغض کو اپنا بغض گردانا ہو۔ ان کو امت کیلئے ستارے قرار دیا ہو کہ ان کی پیروی سے منزل مقصود کو پہنچیں، پس اے منصف! اس گروہ کے بارہ میں تیرا کیا خیال ہے جو ان کا منکر ہے اور اُنسے بغض رکھتا ہے اور انکو گالیاں دیتا ہے بلکہ ان کے لعنُ طعن اور سب وشتم وتبرے کو اس نے رات دن کا وظیفہ بنالیا ہے؟ مارے ان کو اللہ تعالیٰ کہاں جاگرے ہیں"

دوسرا ایک فرقہ ایسا ہے جو حضور اکرمؐ کی آل اطہار اور ذریہ مطہرہ سے بغض وعناد رکھتے ہیں اور وہی ہیں جن کو خوارج اور نواصب کہا جاتا ہے۔

حالانکہ حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

فی القرآن قل لا اسئلکم
علیہ اجرا الا المودۃ فی
القربیٰ فاذا کانت المودۃ
فی القربیٰ مطلوبۃ من الکفار
افلا یلیق بالمومن نتقی
مودۃ قرابۃ النبی صلی اللہ
علیہ وسلم وقال النبی صلی اللہ
علیہ وسلم واللہ لا یدخل
قلب رجل الایمان حتے
یحبھم للہ ولقرابتھم
منی وقال النبی صلی اللہ
علیہ وسلم للحسن اللھم انی
احبہ فاحبہ واحب من یحبہ
قال وضمہ الی صدرہ و
قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم
من احب الحسن والحسین فقد
احبنی ومن ابغضھما فقد
ابغضنی وقال النبی صلی اللہ
علیہ وسلم حسین منی وانا
من حسین احب اللہ من
احب حسینا حسین سبط من
الاسباط وقال النبی صلے اللہ
علیہ وسلم انی تارک فیکم
الثقلین القرآن حبل اللہ

کو قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ "کہہ دیجئے آپ کہ میں تم
سے (کفار سے) تبلیغ رسالت پر کوئی اجرت نہیں مانگتا
مگر قرابت کی مودت (مانگتا ہوں)"۔ پس جبکہ عزیزوں
اور قریبوں کی دوستی اور مودت کفار سے بھی مطلوب
تھی تو کیا ایک پکے مومن اور متقی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے قرابت کی مودت لائق ولازم نہیں؟"

اور حضورؐ فرماتے ہیں کہ "قسم ہے اللہ کی! کسی آدمی
کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا جبتک کہ اہلبیت
سے اللہ کی وجہ سے اور میری قرابت کی وجہ سے محبت
نہ رکھے"۔

اور حضورؐ نے حضرت حسنؓ کے بارہ میں فرمایا ہے
کہ اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اسے
دوست رکھ۔ اور دوست رکھ اُسے جو اس سے محبت
رکھتا ہے"۔ راوی کہتا ہے کہ یہ کہکر حضورؐ نے حضرت
حسنؓ کو اپنے سینۂ مبارک سے چمٹا لیا"۔

اور حضورؐ فرماتے ہیں کہ "جس نے حسنؓ اور حسینؓ سے
محبت رکھی تحقیق اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے
ان دونوں سے بغض رکھا پس تحقیق اس نے مجھ
سے بغض رکھا"۔

اور فرماتے ہیں "حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے
ہوں۔ دوست رکھے اُس کو اللہ جو دوست رکھتا ہے
حسین کو اور حسین فرزند ہے (میرے) فرزندوں میں
سے"۔ اور حضورؐ فرماتے ہیں کہ میں تم میں اے جن وانس
دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ ایک قرآن جو اللہ کی رسی ہے

ممدود من السماء الی الارض
وعترتی اهل بیتی ولن یفترقا
حتی یردا علی الحوض فکما ان
محبة القرآن کفة من الایمان
فمحبة عترة النبی صلی الله
علیه وسلم کفة ثانیة ولا یستقیم
میزان الایمان الا باستوا ایء
الکفتین و قال النبی صلی الله علیه
وسلم مثل اهل بیتی کسفینة نوح
من رکبها نجی ومن تخلف عنها غرق
تنبیه حسن شبه النبی صلی الله
علیه وسلم اصحابه بالنجوم وشبه
اهل بیته الطاهرة بسفینة نوح
لان السفینة لا تصل الی ساحل
المقصود الا بهدایة النجوم کانه
علم صلی الله علیه وسلم بنور
النبوة بان یاتی قوم من امتی
یدعون محبة اهل بیته و
یبغضون اصحابه فقال صلی الله
علیه وسلم من رکب فی سفینة محبة
اهلبیتی فاللازم علیه الاقتداء
بهدایة نجوم الاصحاب کی تصل
سفینة ایمانه الی ساحل النجات
والفوز بالدرجات العالیات

وہ آسمان سے زمین تک کھنچی ہوئی ہے۔ دوسری
اپنی اولاد یعنی اہل بیت کو اور یہ دونوں ایک دوسرے
سے جدا نہ ہونگے یہانتک کہ حوض (کوثر) پر وارد
ہو جائیں؛

پس جس طرح کہ قرآن کی محبت ایمان کے ترازو
کا ایک پلہ ہے اسی طرح اہل بیت کی محبت اسکا
دوسرا پلہ ہے اور ایمان کا ترازو ان دونوں پلوں
کی برابری کے بغیر ہرگز قائم نہیں رہ سکتا؛ اور حضورؐ
نے فرمایا ہے کہ "میری اہل بیت نوحؑ کی ناؤ کی طرح
ہے جو اسپر سوار ہوا نجات پا گیا اور جس نے تخلف
کیا وہ غرق ہوا"؛

"تنبیہ حسن" حضورؐ نے اپنے اصحاب کرام کو
ستاروں سے تشبیہ دی ہے اور اہل بیت طاہرہ
کو حضرت نوحؑ کی کشتی کے مانند قرار دیا ہے
اس میں یہ نکتہ ہے کہ کشتی ساحل مقصود کو جبھی پہنچ سکتی
ہے کہ ستاروں سے ہدایت یاب ہو۔ گویا کہ حضورؐ
نے نور نبوت سے جان لیا تھا۔ کہ امت میں سے
ایک قوم ایسی پیدا ہوگی جو اہل بیت کی محبت کا دعوےٰ
کرتی ہوگی لیکن اصحاب سے بغض اسکا شیوہ ہوگا
اس لئے حضورؐ نے فرمایا کہ جو "محبت اہل بیت" کی
کشتی میں سوار ہونا چاہتا ہے۔ اس پر پہلے لازم ہے
کہ ہدایت اصحاب کے ستاروں کی رہنمائی حاصل کرے
تاکہ اس کے ایمان کی کشتی ساحل نجات پر جا پہنچے
اور درجات عالیہ کے کنارے جا لگے؛

ومن ترك الاهتداء بالنجوم فسفينة على شرف الغرق و الهلاك لأن هذا البحر محتوى على المعاطب والمهالك قلما ينجو منه سالك۔

الاعتذار قد اختصرنا الكلام فی مناقب الآل الاطهر ليس ذلك لقلة محبة اهل السنة معهم لانا نعد محبتهم جزء الايمان كما نعد محبة الاصحاب جزءه الآخر وميزان اعتقادنا بحمد الله تعالی بحب الآل و الاصحاب مستقيم لا يرجح كفة على كفة لكن لقلة الضرورة اليها لان الذين ابغضوا الآل الاطهر احيانا الله تعالی على محبتهم واماتنا على محبتهم وحشرنا فی زمرتهم ابادهم الله تعالی بفضله عن وجه الارض الا شرذمة قليلة فی بعض نواحی اليمن وشطوط البحر لفارس واما الذين ابغضوا الاصحاب فانتشروا فی الارض شرقا وغربا واختلطوا باهل السنة والجماعة

اور جس نے ستاروں سے ہدایت پانی کو چھوڑ دیا۔ تو اس کی کشتی ڈوبنے اور ہلاکت کو جھانک رہی ہے۔ اس لئے کہ اس سمندر کی موجیں بڑی ہی ہلاکت آفرین و مصائب آگین ہیں جن سے بہت ہی کم مسافر بچکر نکلتے ہیں"

"معذرۃ" آل اطہر کے فضائل کے بارہ میں ہم نے جو اختصار برتا ہے یہ اس وجہ سے نہیں کہ اہل سنت کو ان سے محبت کم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم ان کی محبت کو ایمان کا ایک جزو جانتے ہیں جس طرح سے کہ اصحاب کی محبت کو دوسرا جزو سمجھتے ہیں اور ہمارے اعتقاد کا ترازو بحمدہ تعالیٰ آل و اصحاب دونوں کی محبت سے قائم و برابر ہے۔ اس قدر کہ کوئی ایک پلہ بھی جھکا ہوا نہیں ہے بلکہ اصل سبب اس کا یہ ہے کہ اس بیان کی ضرورت کم ہے۔ اس لئے کہ جو لوگ آل اطہر سے بغض رکھتے ہیں (حق سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اہل بیت کی محبت پر زندہ رکھے اور انہیں کی محبت پر مارے اور انہیں کی جماعت میں ہمارا حشر ہو") اُن خوارج کو حق تعالیٰ نے بفضلہ روئی زمین سے ہلاک کرکے اٹھا دیا ہے صرف ایک تھوڑی سی جماعت اطراف یمن اور بحر فارس کے کناروں میں باقی ہے۔ برخلاف ایکے وہ لوگ جو اصحاب سے بغض رکھتے ہیں کل روئے زمین پر مشرق سے لیکر مغرب تک پھیلے ہوئے ہیں اور اپنے اس خاص نفاق کی وجہ سے جس کو وہ

بالنفاق الذی یسمونہ تقیۃ والتقیۃ من اصول مذھبھم فھذا ھو السبب القوی فی انتشارھم ھداھم اللہ تعالیٰ ثم اعلم یا اخی وفقک اللہ تعالیٰ للھدیٰ ان سوء الظن بالآل والاصحاب نجانا اللہ منہ سوء ظن بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم وتنقیصھما تنقیص النبی صلی اللہ علیہ وسلم عیاذاً باللہ منہ وذالک لان من لم یقدر علی نجات احب الناس الیہ من الآل والاصحاب من عذاب اللہ تعالیٰ مع اتصافھم بکمال الموافقۃ والاتباع و بذل الاموال والاولاد والانفس فی محبتہ ورضائہ صلی اللہ علیہ وسلم فکیف یقدر علی نجات کافۃ الخلق من امتہ مع اتصافھم بکمال المخالفۃ والابتداع وبشرھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی احادیث الصحیحۃ المشہورۃ التی تکاد تصل مجموعھا الی حد التواتر بدخول الجنات العالیات فقال صلی اللہ علیہ وسلم

لوگ "تقیہ" کہتے ہیں، اہل السنۃ والجماعۃ سے مل گئے ہیں اور مختلط ہو گئے ہیں اور تقیہ ان کے اصول مذہب میں سے ہے۔ در اصل یہی ان کے بکھر جانے اور انتشار کا قوی سبب ہے۔ اللہ انہیں ہدایت دے! اے میرے بھائی! خدا تمہیں ہدایت کی توفیق دے! جاننا چاہیے کہ آل و اصحاب سے بدگمان ہونا (اللہ ہمیں اس سے نجات دے) خود حضور اکرم سے بدگمانی ہے۔ اور اُن کی تنقیص خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص ہے (پناہ بخدا) یہ اس وجہ سے کہ جو شخص اپنے ایسے محبوب ترین آل و اصحاب کو (جو اسے سب لوگوں سے زیادہ پسندیدہ ہوں ... اور آپ کی موافقت اور اتباع کمال کے ساتھ موصوف ہوں ... اور آپکی محبت اور رضامندی میں اپنی جانیں، اموال، اور اولاد بیدریغ خرچ کرتے ہوں) اللہ کے عذاب سے نجات دلانے پر قادر نہ ہو تو بھلا وہ اپنی امت کے تمام افراد اور تمامی مخلوق کی نجات دہی پر کیسے قدرت رکھ سکتا ہے؟ باوصف اس کے کہ وہ مخالفت اور بدعت میں کمال رکھتے ہوں۔

اس کے علاوہ حضور نے آل و اصحابؓ کو بہشت بریں کی بشارت دی ہے۔ جو احادیث صحیحہ مشہورہ سے ثابت ہے جنکی مجموعی حیثیت حد تواتر کے لگ بھگ ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ ابوبکر رضہ جنت میں ہونگے اور عمر رضہ جنت میں ہونگے یہاں تک کہ عشرہ مبشرہ پورے گن دیئے۔ (اثنمان حسب

ابی بکر فی الجنة وعمر فی الجنة الی
ان عد العشرة المبشرة رضوان
الله علیهم اجمعین والاحادیث فی هذا
الباب کثیرة لاتکاد تحصر وقال
صلی الله علیه وسلم الحسن والحسین
سید اشباب اهل الجنة وامهما
رضی الله تعالی عنهما وعنها
سیدة نساء اهل الجنة لان الآل
والاصحٰب بذلوا اموالهم و
انفسهم واهلیهم واقاربهم و
اوطانهم واعوانهم فی محبته وخدمته
واعانته صلی الله علیه وسلم
فاذا ما نجی لاصحٰب من عذاب
الله تعالی علی زعم الروافض و
ما نجی الآل الاطهر علی زعم
الخوارج فما ظنك بمن جاء من
بعدهم من عوام الامة وخالفوا
الشریعة المطهرة والطریقة المرضیة
المنجیة فان تدخل جمیعهم فی النار عیاذا
بالله منه فما الفائدة فی ارسال النبی
الهاشمی الذی هو خیر خلق الله علی
الاطلاق لان الانبیاء علیهم السلام
کلهم نجوا من امهم بفضل الله و
رحمته ما اراده الله تعالی ولم ینج نبینا

رضی ہو)
اس بارہ میں احادیث اس قدر کثرت سے
وارد ہیں کہ انکا شمار نہیں ہو سکتا۔ اور فرمایا ہے
کہ حسن و حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور
ان کی ماں جنت کی عورتوں کی سیدہ ہیں۔"
اس لئے کہ آل و اصحاب نے اپنی جانیں اپنے
مال اور وطن، اپنے اہل و اقارب، اپنے مددگار سب
کے سب حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت،
مدد، اور خدمت میں صرف کر دیئے تھے۔"
پس جبکہ روافض کے خیال پر اصحاب عذاب
الٰہی سے نجات یاب نہ ہوئے اور جبکہ خوارج کے
گمان پر آل اطہر نے چھٹکارا نہ پایا تو پھر تمہیں سوچ
کہ عوام امت جو بعد میں آئے اور جنہوں نے
شریعت مطہرہ اور طریقہ پسندیدہ و نجات دہندہ
کی مخالفت کی ... انکا کیا حشر ہوگا؟
اگر کہو کہ یہ سب دوزخی ہیں "پناہ بخدا"! تو پھر
بنی ہاشمی جو ساری مخلوق سے علی الاطلاق بہتر و
برگزیدہ ہے اس کے بھیجنے سے کیا فائدہ ہوا؟
تعجب ہے سارے انبیا علیہم السلام اپنی
امتوں میں سے جتنوں کو خدا چاہے نجات دیدیں۔
... ... اور ہمارے نبی و مولا صلے اللہ علیہ وسلم
اپنی محبوب ترین ہستیوں کو بھی عذاب الٰہی سے
نہ بچا سکیں؟" تو حضور کے تقرب الی اللہ، بہتری
و شرف کے آخر کیا معنے ہوئے؟

صلی اللہ علیہ وسلم حب الخلق الی اللہ فما
معنی الخیریۃ والشرف والقرب
عند اللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ یقول
لامتہ کنتم خیر امۃ اخرجت
للناس فای الخیریۃ فی سوء الخاتمۃ
ودخول الھاویۃ نجانا اللہ بفضلہ
عنہا مع ان فی ھذہ العقیدۃ
تکذیب صریح للنبی صلی اللہ علیہ وسلم
حیث اخبر بدخولھم الجنۃ مع
الخلود فیہا وتعتقد الروافض
والخوارج بدخولھم وخلودھم
فی النار سبحنک ھذا بہتان عظیم

فصل
ومما ینجیک من
عذاب اللہ تعالیٰ اعتقادک
الجازم بصحۃ الادلۃ الاربعۃ
القطعیۃ الیقینیۃ وھی الکتاب
والسنۃ والاجماع والقیاس
والمراد من الکتاب کتاب اللہ
العزیز الحکیم ومن السنۃ
الاحادیث الصحیحۃ النبویۃ
علی مصدرھا الصلوٰۃ والسلام
ومن الاجماع اجماع اکثر الامۃ
علی امر لم یخالف الکتاب والسنۃ
ولن یخالف اکثر الامۃ الکتاب والسنۃ

اور سنئے! حق تعالیٰ حضورؐ کی امت کو فرماتا ہے
کہ "ان امتوں میں جو لوگوں کے لئے پیدا ہوئیں تم
بہتر ہو" اگر دوزخ میں جانا ہے اور خاتمہ بالخیر
کی کوئی صورت نہیں تو پھر یہ اچھی بہتری ہوئی"
(اللہ ہمیں اپنے فضل سے اس سے بچائے رکھے)
اس کے علاوہ اس عقیدہ رکھنے سے حضور اکرمؐ کو
صاف صاف جھٹلایا جاتا ہے۔ اس لئے کہ حضورؐ
تو آل و اصحاب کے لئے یہ خبر دیں کہ وہ جنت میں داخل
ہونگے اور ہمیشہ وہیں رہیں گے اور روافض و خوارج
یہ اعتقاد رکھیں کہ وہ دوزخ میں داخل ہونگے اور ہمیشہ
دوزخی رہیں گے۔

"پاکی ہے اے رب تجھے! یہ تو بڑا بھاری
بہتان ہے"

فصل
"ان چیزوں میں سے جو عذاب
الٰہی سے نجات دلاسکتی ہیں ایک یہ ہے کہ ادلۂ اربعہ
(جو قطعی اور یقینی ہیں) کی صحت پر پختہ اعتقاد رکھو اور
وہ چار یہ ہیں۔ کتاب، سنت، اجماع، قیاس،
کتاب سے مراد خداوند غالب وحکیم کی کتاب
یعنی قرآن مجید ہے۔ اور سنت سے احادیث صحیحہ
نبویہ (ان کے کہنے والے پر صلوٰۃ وسلام ہو) مراد
ہیں" اور اجماع سے مراد اکثر امت کا وہ اتفاق
ہے جو کتاب اور سنت کے مخالف نہ ہو اور فی
الحقیقۃ امت کا اکثر حصہ کتاب وسنت کا نہ کبھی
مخالف ہوا ہے اور نہ کبھی ہوسکتا ہے۔ اس لئے

لقوله علیه الصلوٰة والسلام لا
تجتمع امتی علی الضلالة و
من القیاس استنباط المجتهدین
من الکتاب والسنة واجماع
الصحابة او اکثرهم او اوجههم
دلیلا وهو الائمة الاربعة ارباب
المذاهب الاربعة المشهورة
رضی الله عنهم ودلیل الانحصار
فی الاربعة وتخصیص الائمة
المعروفین بالاجتهاد المطلق
مذکور فی المطولات لیس هذا
محل بسطه فقوم انکروا الجمیع
وبنوا مذهبهم علی اصلاح
الطبیعة ومراعاتها فی ای
امر کان مشروعا او غیر مشروع
فان اقتضت الطبیعة الصلوٰة
یصلونها وان اقتضت شرب
الخمر یشربونه وهکذا وانکروا
الاله والملئکة والجن وزعموا
ازلیة العالم وابدیته وانکروا
الحشر والنشر والحساب والمیزان والصراط
والجحیم والجنان وهولاء یسمون الدهریة
اولا لانهم قالوا وما یهلکنا الا
الدهر ونیچریة حالا واتلی بهذه

کہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ "میری امت گمراہی پر مجتمع
نہ ہوگی"۔
اور قیاس سے "مجتہدین کا کتاب، سنت اور
اکثر یا کل صحابہ کے اجماع سے یا ان صحابہ سے جنکا
دلیل زیادہ قوی ہو استنباط اور اخذ مراد ہے۔
اور مجتہدین چار امام ہیں جن کے چار مذہب مشہور
ہیں (اللہ ان سے راضی ہو) اور اس بات کی دلیل
کہ مذہب چار میں کیوں منحصر ہیں اور ان مشہور ائمہ
پر اجتہاد مطلق کی کیونکر تخصیص ہے۔ یہ سارے دلائل
بڑی کتابوں میں مذکور ہیں۔ یہ جگہ ان کی تفصیل
کی نہیں۔
ایک قوم ایسی ہے کہ انہوں نے ان سب دلیلوں
کا انکار کیا ہے اور انہوں نے اپنا مذہب طبیعت
کی اصلاح اور رعایت پر بنایا ہے۔ چاہے وہ امور
شرعیہ میں ہو یا غیر شرعیہ میں۔ اگر طبیعت نماز
کی خواہش کریگی تو نماز پڑھینگے اور اگر شراب نوشی
کی آرزو کریگی تو شراب پئیں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔
وہ خداوند تعالیٰ اور ملائکہ اور جنوں کا انکار کرتے
ہیں اور جہان کے ازلی و ابدی ہونے پر یقین رکھتے
ہیں۔ اور حشر و نشر، حساب، میزان، صراط، جنت
اور دوزخ کے منکر ہیں۔ ابتداء میں انہیں دہریہ
کہا جاتا تھا۔ اس لئے کہ وہ کہتے تھے کہ ہمیں دہر
(زمانہ) ہی ہلاک کرتا ہے نہ کوئی اور۔ اور اب انہیں
نیچریہ کہا جاتا ہے۔ اس مصیبت میں آجکل بہت

المصيبة كثير من الاعيان الذين
يدعون الاسلام فى هذا الزمان
من الامراء والعقلاء والحكام
فانا لله وانا اليه راجعون ولا
حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم
وقوم اقروا بالقران انه كلام الله
الملك العلام وانكروا الاحاديث
والاجماع والقياس وسموا
انفسهم اهل القران الذين
ظهروا فى هذا الزمان بنواحى
الهند خذلهم الله تعالى و
اغلال اعناقهم الى الاذقان
لم يعلموا ان الشريعة الاسلامية
مجملها فى القران ومفصلها فى
احاديث النبى الكريم صلى الله
عليه وسلم ولا تتم الشريعة الا
بالتفصيل مثلا امر الله تعالى
فى القرآن العظيم باقامة
الصلوٰة وايتاء الزكوٰة ولم
يبين كيف يصلى الصلوٰة وكم
عدد ركعاتها فى كل وقت ولم
يبين كيف يوتى الزكوٰة وكم
نصابها فى النقود والماشية وكم
مقدارها يودى فاحاديث النبى

سے سمجھدار، امیر احکام، اور معززین باوصف اسلام
کے دعوی کے مبتلا ہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ولا حول
ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اور ایک قوم
نے قرآن کا تو اقرار کر لیا کہ یہ کلام الٰہی ہے لیکن
احادیث، اجماع اور قیاس کے منکر ہیں انہوں
نے اپنا نام اہل قرآن رکھا ہے۔ جو آجکل اطراف
ہند میں پیدا ہوئے ہیں۔ اللہ ان کو رسوا کرے اور
ان کی گردنوں میں ٹھوڑیوں تک طوق (طوق
ملامت) ڈالدے۔

یہ لوگ اتنا نہیں جانتے کہ شریعت اسلامیہ
کا قرآن مجید اجمال ہے اور احادیث نبی کریمؐ اس
کی تفصیل ہیں اور شریعت بغیر تفصیل کے تمام نہیں
ہوسکتی۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں نماز پڑھنے
اور زکوٰۃ دینے کا امر فرمایا ہے لیکن یہ بیان نہ فرمایا
کہ نماز کس طرح اور کتنی رکعتیں ہر وقت میں پڑھی
جائیں۔

اور یہ بھی نہیں فرمایا کہ زکوٰۃ کس طرح اور کس
قدر ادا کی جائے اور نقود اور چوپایوں کا کیا نصاب
ہے۔ یہ ساری باتیں احادیث نبی اکرمؐ نے تفصیل
سے بیان فرمادی ہیں جن کو ہم قرآن پاک سے نہ
جان سکتے تھے۔

اگر یہ احادیث نہ ہوتیں تو البتہ لوگ سخت پریشانی
ومصیبت میں پڑجاتے۔

صلی اللہ علیہ وسلم بیّن لنا جمیع
ما لا نعلمہ من الکتاب ولو
لا الاحادیث لوقع الناس فی
الحیص والبیص وقد قال اللہ تعالیٰ
فی محکم کتابہ وما اٰتاکم الرسول
فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا و
قال اللہ تعالیٰ من یطع الرسول
فقد اطاع اللہ وقال اللہ تعالیٰ
رداً علی من فرق بین حکم اللہ
ورسولہ فقال ان الذین یکفرون
باللہ ورسولہ ویفرقون بین اللہ
ورسولہ ویقولون نؤمن ببعض
ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا
بین ذلک سبیلا اولٰئک ھم
الکٰفرون حقا واعتدنا للکٰفرین
عذابا مھینا - ویکفی للمنصف
ھذہ الکریمۃ رداً علی ھٰؤلاء
المخذولین وقوم اقروا بالکتاب
والسنۃ وانکروا اجماع الامۃ
من الصحابۃ والتابعین رضوان
اللہ علیھم اجمعین وھم قوم
اولوا القراٰن والحدیث باراءھم
الفاسدۃ ولم یتبعوا سبیل المؤمنین
الذین ذکرھم اللہ تعالیٰ فی کتابہ

اور اللہ تعالیٰ کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے
کہ جو تمہارے پاس رسول لائے اس کو لو (اس پر
عمل کرو) اور جن چیزوں سے منع کرے ان سے
رک جاؤ "

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جس نے رسولؐ کی
اطاعت کی پس بہ تحقیق اس نے اللہ ہی کی طاعت
کی ہے "

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام
کو یکساں نہیں سمجھتا حق تعالیٰ اس کے حق میں فرماتا
ہے: بیشک وہ لوگ جو انکار کرتے ہیں اللہ اور
اس کے رسول کا اور چاہتے ہیں کہ فرق نکالیں
اللہ اور اس کے رسولوں میں اور کہتے ہیں کہ ہم
بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور وہ
چاہتے ہیں کہ نکالیں کفر وایمان کے بیچ بیچ ایک
راہ۔ ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں اور ہم نے تیار کر
رکھا ہے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب "

ایک منصف کو ان رسوا لوگوں کے لئے یہی
آیت کافی ہے!

اور ایک قوم کتاب اور سنت کا اقرار کرتی ہے
لیکن صحابہ اور تابعین اور امت کے اجماع کی
منکر ہے۔ یہ لوگ قرآن وحدیث کی اپنے خیالات
فاسدہ سے تاویلیں کرتے ہیں اور ان مومنین
مقبولین کے راستہ پر نہیں چلتے جن کا حق تعالیٰ
نے اپنی کتاب مبین میں ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد ہے

المبين قال الله تعالى ومن يتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما تولى ونصله جهنم وساءت مصيرا وهم الرافضية والخارجية والمعتزلة والقدرية والجبرية وغيرهم من الفرق الضالة التي ذكرها النبي صلى الله عليه وسلم بقوله في الحديث الصحيح و ستفترق أمتي على ثلاث وسبعين فرقة كلهم في النار الا واحدة الحديث ولم يعلموا ان كثيرا من احكام الشريعة المطهرة بقيت على اجمالها وفصلت في زمن الصحابة والتابعين وقد قال النبي صلى الله عليه وسلم في الحديث الصحيح عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين من بعدي وقال عليه الصلوٰة والسلام اصحابي كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم فلو لم يكن في الشرع اجمال بعدهما امر الشارع باتباع سنة الخلفاء الراشدين وسائر الاصحاب وقوم اقروا بالكتاب والسنة واجماع الصحابة والتابعين

کہ جو چلیگا مسلمانوں کے راستہ کے سوا (دوسرا راستہ) چلاتے رہینگے ہم اسے اسی راستہ پر جسپر وہ چلا اور اس کو دوزخ میں جھونک دینگے اور وہ بری جگہ ہے۔

اور ان کی یہ جماعتیں ہیں، رافضیہ، خارجیہ، معتزلہ، قدریہ، جبریہ وغیرہم وہ گمراہ فرقے جن کو حضور اکرمؐ نے اپنے قول مبارک میں یوں ذکر فرمایا ہے کہ میری امت تہتر (۷۳) فرقے ہوگی وہ سب دوزخی ہونگے مگر ایک فرقہ الحدیث۔

اور انہوں نے نہ جانا کہ شریعت مطہرہ کے بہت سے احکام اجمال ہی پر باقی تھے۔ یہانتک کہ صحابہؓ اور تابعین کے زمانہ میں ان کی وضاحت اور تفصیل ہوئی۔

حضورؐ سے حدیث صحیح میں ثابت ہے آپ فرماتے ہیں کہ "تم اپنے اوپر میری سنت (طریقہ) کو لازم رکھو اور ان خلفاء کی سنت کو جو میرے بعد فیض رسان اور ہدایت یاب ہیں" اور فرمایا "میرے اصحابؓ ستاروں کی طرح ہیں جس کی ان میں سے پیروی کروگے ہدایت یاب ہوگے"۔

پس اگر شرع شریف میں صحابہؓ کے دور تک اجمال نہ ہوتا۔ تو البتہ شارع علیہ السلام خلفائے راشدینؓ اور باقی اصحاب کی سنت کی پیروی کا امر نہ فرماتے۔

اور ایک قوم نے کتاب اور سنت اور اجماع صحابہؓ اور تابعین کا اقرار کیا لیکن قیاس مجتہدین کے منکر

لکنهم انکروا قیاس المجتهدین فی الدین وهم قوم سموا انفسهم فی هذا الزمان باهل الحدیث فی الهند المشهورون بالوهابیة نسبة الی محمد بن عبد الوهاب النجدی الذی اضله الله علی علم وظهر فی حدود السنة العشرین بعد الالف والمأتین وتغلب علی الحرمین الشریفین وقتل خلقا کثیرا من العلماء والمجاورین بالحرمین الشریفین ونهب اموالهم واباد هم الله تعالی بهمة الامیر محمد علی پاشا المصری حسب اوامر السلاطین الترکیة العثمانیة بعد محاربات یطول ذکرها المذکورة فی التاریخ الاسلامیة للشیخ احمد الدحلان المکی وتغلبوا علی الحرمین الشریفین مرة ثانیة سنة اربع واربعین بعد الالف وثلثمائة وازدادوا فی الاعمال الشنیعة من القتل والنهب للمسلمین فی الطائف وهدم المآثر والمساجد والقبب للصحابة والصلحاء فی سائر البلاد الحجازیة و

ہوئے اور اس زمانے میں یہ لوگ ہندوستان میں اہلحدیث کہلاتے ہیں جو وہابیہ کے ساتھ زیادہ مشہور ہیں ؛

اور وہابی کی نسبت محمد بن عبد الوہاب نجدی کی طرف ہے جبکو خداوند تعالیٰ نے علم کی بنا پر گمراہ کر دیا تھا ؛

یہ شخص ۱۲۲۰ھ (بارہ سو بیس) ہجری میں ظاہر ہوا۔ اور حرمین شریفین پہ چڑھائی کر کے متغلب ہوا اس نے اس لڑائی میں علمائے کرام اور مجاورین حرمین شریفین کی بہت بڑی جماعت کو قتل کر دیا۔ اور ان کے مال کو لوٹ لیا ؛

پھر حق سبحانہ و تعالیٰ نے ان کو محمد علی پاشا مصری کی ہمت و جوانمردی سے (جبکو سلاطین ترکیہ عثمانیہ نے اس مہم پہ مامور کیا تھا) لڑائیوں کے بعد ہلاک کیا۔ اور ذلتوں سے نکلوایا جسکا ذکر موجب طوالت ہے اور جس کو شیخ احمد دحلان مکی نے اپنی کتاب تاریخ اسلامیہ میں تفصیل سے ذکر کیا ہے ؛

پھر دوبارہ یہی نجدی ۱۳۴۴ھ (تیرہ سو چوالیس) ہجری میں حرمین شریفین پر متغلب ہوئے اور پہلے سے بڑھکر افعال شنیعہ کے مرتکب ہوئے اور طائف میں قتل و خونریزی اور مار دھاڑ اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کر دیا ؛

اور سارے ممالک حجاز میں مساجد اور یادگار عمارات اور صحابہ و صالحین کے قبوں کو گرا دیا۔ اور وہ تا دم تحریر بلاد مقدسہ کو دابے بیٹھے ہیں۔ لیکن

وهم الى وقت التحرير متغلبون
على خير البلاد. لعل الله يحدث
بعد ذلك امرا۔ رجعنا الى
عقائد من سموا انفسهم في الهند
باهل الحديث فانكروا استنباط
الاحكام للمجتهدين وقالوا كلنا
نقدر على فهم القرآن والحديث
فلا حاجة لنا الى تقليد احد من
العلماء ولیتهم اكتفوا بهذا القدر
بل قالوا ان تقليد المجتهدين شرك
او بدعة او فسق على اختلاف آرائهم
المذكورة في كتبهم ولم يعلموا
ان الله تعالى قال ولو ردوه
الى الرسول والى اولي الامر منهم
لعلمه الذين يستنبطونه منهم
فالمراد من اولي الامر العلماء
المجتهدون وقال النبي صلى الله
عليه وسلم لا تجتمع امتي على
الضلالة وقد اجمع الامة من
اهل السنة والجماعة من لدن
خير القرون الى يومنا هذا
باتباع المذاهب الاربعة وقال
النبي صلى الله عليه وسلم اتبعوا السواد
الاعظم ومن شذ شذ في النار

ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی صورت نکالے۔
آمدم بر سر سخن، ان لوگوں کے عقائد جو ہندوستان
میں اپنا نام اہلحدیث رکھے ہوئے ہیں یہ ہیں: یہ لوگ
مجتہدین کے مستنبط (برآوردہ) احکام کو نہیں مانتے
اور کہتے ہیں کہ ہم سب قرآن اور حدیث کو سمجھ سکتے
ہیں۔ ہمیں علماء میں سے کسی ایک کی تقلید (پیروی)
کی حاجت نہیں۔ کاش وہ اسی بات پر اکتفا
کرتے، وہ تو یہاں تک بڑھے کہ کہنے لگے کہ مجتہدین
کی تقلید شرک ہے یا بدعت یا فسق (یہ ان کے
خیالات کا اختلاف ہے جو ان کی کتابوں میں مذکور
ہے)

وہ اتنا نہ جانے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ
"اگر اسکو (کسی بات کو) پہنچا دیتے رسول اور اپنے
اولی الامر تک تو اس کی مصلحت معلوم کر لیتے۔ ان
میں سے وہ جو مصلحت معلوم کر سکتے ہیں۔" اور مراد
اولی الامر سے علمائے مجتہدین ہیں۔
اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں
کہ: "میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔"
اور امت محمدیہ میں سے اہل السنۃ والجماعت
نے خیر القرون سے لیکر آج تک انہیں چار مذہب کے
اتباع پر اجماع اور اتفاق کیا ہے۔
اور حضور فرماتے ہیں کہ: "بڑی جماعت کی پیروی
کرو اور جو جماعت سے علیحدہ ہوگا۔ وہ دوزخ کیلئے
بھی علیحدہ کیا جائیگا۔"

والسواد الاعظم هم المقلدون
للمذاهب الاربعة المدونة فی هذا
الباب كثير اسوال والجواب
فان اردت التفصيل فعليك
برسالتنا المسماة بالاصول الاربعة
فی تردید الوهابية تجدها
مستوفية لجميع مالها وما عليها
فائدة مهمة لعلك تقول
ليس اللازم علينا تقليد المذاهب
والصراط المستقيم مبين فی
القران العظيم وما اجمله القران
بينه احاديث النبی المختار
صلی الله عليه وسلم فانا نقول
اما اولا ان القران العظيم
واحاديث النبی الكريم صلی الله
عليه وسلم امرنا بالتقليد صراحة
ودلالة اما امر القران صراحة
فقوله تعالی ومن يتبع غير
سبيل المؤمنين نوله ما تولی
ونصله جهنم وساءت مصيرا
ومن المعلوم عند ذوی العقول
ان اكثر المؤمنين من الامة
المرحومة اختاروا التقليد
المذاهب الاربعة المشهورة

اور بڑی جماعت مقلدین ہی کی ہے جو چار مذاہب
مدونہ میں سے کسی نہ کسی کی پیروی کرتے ہیں۔
اس باب میں بہت سے سوال وجواب ہو چکے
ہیں۔ اگر تم پوری تفصیل چاہو تو ہمارا رسالہ الاصول الاربعہ
دیکھو جو وہابیہ کی تردید میں لکھا گیا ہے۔ امید ہے
کہ تم اس کو سارے سوال اور جواب میں کافی اور
شافی پاؤ گے۔

فائدہ مہمہ: شاید تمہارے دل میں خدشہ
گذرے کہ ہمیں ان مذاہب کی تقلید کیونکر لازم ہو سکتی
ہے جبکہ صراط مستقیم کو قرآن عظیم نے روشن اور مبین
کر دیا ہے، اور اگر کسی قدر قرآن میں اجمال ہے تو
اس کو نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث نے
واضح بیان کر دیا ہے۔

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ایک تو خود
قرآن مجید اور احادیث نبی کریم نے ہمیں تقلید کا
حکم دیا ہے صراحۃً یا دلالۃً۔

قرآن حکیم کا صراحۃً حکم تو یہ ہے کہ اللہ تعالے
فرماتا ہے کہ "جو مسلمانوں کے راستے کے سوا دوسرا
راستہ چلیگا ہم اسے چلاتے رہیں گے جس پر وہ چل
رہا ہے۔ یہاں تک کہ پہنچا دینگے اسے جہنم تک اور
وہ برا ٹھکانا ہے"۔

سمجھدار لوگ جانتے ہیں کہ امت مرحومہ میں
سے اکثر مومنین نے انہیں مشہور چار مذاہب کی
تقلید ہی کو اختیار کیا ہے۔

واما القرآن دلالۃ فقولہ تعالیٰ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم فالمطلوب فی الدعاء ھو الصراط المستقیم والصراط المستقیم صراط الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین فالمصلی مامور فی الدعاء بان یسأل من اللہ سبحانہ تقلید المنعم علیہم المعبر عنہ بصراط الذین انعمت علیہم وسلم عند الکل ان الائمۃ الاربعۃ للمذاہب الاربعۃ المشہورۃ رضوان اللہ علیہم کانوا صالحین من الذین انعم علیہم فان قلت قد یوجد الصلحاء غیرھم فما وجہ التخصیص بتقلیدھم دون تقلید غیرھم قلنا ان الامۃ المرحومۃ اتفقت علی تقلیدھم دون تقلید غیرھم ولا تجتمع امۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی باطل وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واما امر الحدیث صراحۃ

اور قرآن پاک کا دلالۃً حکم یہ ہے کہ خداوند پاک اپنے بندوں کو صراط مستقیم کے طلب کی یوں تعلیم دیتا ہے کہ کہو: "اے رب! ہمیں ان لوگوں کے صراط مستقیم (سیدھے رستے) پر چلا جن پر تو نے فضل و انعام کیا ہے۔" پس اصل مطلوب دعا میں صراط مستقیم ہی ہے اور صراط مستقیم بھی انہی لوگوں کی جن پر اللہ کا انعام ہے یعنی نبیین، صدیقین، شہداء و صالحین۔"

اور نمازی کو امر کیا گیا ہے۔ کہ دعا میں جنپر انعام کیا گیا ہے۔ انہی کی تقلید (پیروی) کا سوال کرے جن کو "صراط الذین انعمت علیہم" سے تعبیر کیا گیا ہے اور سب کے نزدیک یہ بات مانی ہوئی ہے۔ کہ چار امام مذاہب مشہورہ والے (اللہ ان سے راضی ہو) صالحین میں سے تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جنپر خداوند تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے۔

سؤال :- صلحاء ان کے علاوہ اور بھی بہت سے پائے جاتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ بس انہی چار کی تقلید کی جائے نہ دوسروں کی؟

جواب :- اُمت مرحومہ نے انہی کی تقلید پر اتفاق کیا ہے نہ دوسروں کی تقلید پر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت باطل پر اتفاق نہیں کر سکتی اور نیز ان مذاہب اربعہ کے علاوہ کسی کا مذہب با تفصیل مدون بھی نہیں ہوا بعض بعض مسائل میں اقوال منقول ہیں کل امور دین کے مسائل نہیں۔ مذہب میں مدون

فقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام
اتبعوا السواد الاعظم ومن
شذ شذ فی النار والسواد
الاعظم من الامۃ ھم المقلدون
للمذاھب الاربعۃ المشھورۃ
واما امر الحدیث دلالۃ
فقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام
لابی سعید الخدری ان
الناس لکم تبع وانھم سیاتونکم
من اقطار الارض یتفقھون
فی الدین فاذا جاؤکم فاستوصوا
بھم خیرا۔ ابن ماجہ و
قولہ صلی اللہ علیہ وسلم
لو کان العلم بالثریا
لتناولہ رجال من ھؤلاء
واشار الی سلمان الفارسی
وفی روایۃ من ابناء
فارس۔ ترمذی واما
ثانیا فالقرآن العظیم
کلام اللہ العزیز العلیم
انزلہ علی حبیبہ صلی اللہ
علیہ وسلم منجما فی ثلاث و
عشرین سنۃ واحکامہ و

ہیں) اس کے علاوہ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے
دے۔ کسی کا دیا آتا ہے!
اور حدیث شریف کا صراحۃً حکم یہ ہے کہ
آپ فرماتے ہیں "بڑی جماعت کی پیروی کرو اور جو
اس سے جدا ہوگا وہ جہنم میں جدا کیا جائیگا۔" اور
امت مرحومہ میں "بڑی جماعت" انہی چار مشہور مذاہب
کے مقلدین ہی کی ہے۔
اور حدیث شریف کا دلالۃً امر یہ ہے کہ آپ
ابوسعید خدری (ایک صحابی) کو فرماتے ہیں "لوگ
تمہارے تابع ہیں اور وہ تمہارے پاس اطراف
روی زمین سے کھچے ہوئے آئیں گے تاکہ دین میں
فقاہت (سمجھ) حاصل کریں تو تم ان سے اچھی
طرح پیش آنا۔" (ابن ماجہ)
اور آپ فرماتے ہیں کہ "اگر علم ثریا کو بھی پہونچ
جائے تب بھی اس قوم کے لوگ اسے پالینگے اور
سلمان فارسی کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور ایک
روایت میں صاف اس طرح سے وارد ہوا ہے
کہ "ابنائے فارس"[*] میں سے اس علم کو پالینگے۔"
(ترمذی)
دوسرا جواب یہ ہے کہ قرآن عظیم جو خدائے
غالب ودانا کا کلام ہے خداوند تعالیٰ نے اپنے
حبیب صلے اللہ علیہ وسلم پر ٹکڑے ٹکڑے کرکے
تیئیس برس میں نازل فرمایا ہے۔ اس کے احکام

* اس حدیث کی بشارت سے سب محدثین امام اعظم ابوحنیفہ مراد لیتے ہیں اسلئے کہ آپ اصل میں فارسی ہیں۔
(منہ عفی عنہ)

اوامرہ ونواھیہ بحسب
واقعات الزمان متباینۃ
فمنہا الناسخ والمنسوخ ومنہ
المحکم والمتشابہ ومنہ
المقدم والمؤخر قال اللہ
تعالیٰ ھو الذی انزل علیک الکتاب
منہ آیات محکمات ھن ام الکتاب
واخر
متشابہات فاما الذین فی
قلوبہم زیغ فیتبعون
ماتشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ
وابتغاء تاویلہ ومایعلم
تاویلہ الا اللہ۔ الآیۃ وثالثا
انہ کلام بین المحب والمحبوب
فتارۃ یخاطبہ بالرموز فیقول
الم والمص وحم وحمعسق
وطس وطسم وتارۃ
یخاطبہ بالاشارات فیقول
الرحمٰن علی العرش استوی
ویقول ثم دنی فتدلی فکان قاب
قوسین اوادنی ویقول یوم یکشف
عن ساق ویقول ان الذین یبایعونک
انما یبایعون اللہ الی غیر ذلک من
الآیات الکریمۃ فالرموز والاشارات

اوامر اور نواہی اختلاف واقعات زمانہ کے لحاظ سے
جداگانہ نازل ہوتے رہے ہیں (یہی وجہ ہے کہ بظاہر
بعض آپس میں متباین نظر آتے ہیں) پس بعض آیتیں
ناسخ اور منسوخ ہیں اور بعض محکم و متشابہ ہیں اور
بعض مقدم و مؤخر ہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد
ہے۔ "کہ وہی (ذات) ہے جس نے اتاری تجھ پر کتاب
جس کی بعض آیتیں محکم ہیں اور وہی اصل ہیں کتاب
کی اور بعض دوسری متشابہ ہیں (کہ جن معنی دینے والی
جنکی حقیقت تک رسائی نہ ہو سکے) پس وہ لوگ جن کے
دلوں میں کجی ہے وہ پیچھے پڑے رہتے ہیں ان آیتوں
کے جو متشابہ ہیں۔ فتنہ و فساد کے ارادہ سے اور انکے
اصل مطلب جاننے کے قصد سے حالانکہ انکا اصل
مطلب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا"
تیسرا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید محب اور محبوب
کی آپس میں گفتگو ہے کبھی تو رموز سے خطاب کیا جاتا
ہے۔ اور کہا جاتا ہے الم المص وحم وحمعسق
وطس وطسم اور کبھی اشارات سے یوں کہا
جاتا ہے کہ "رحمان عرش پر قایم ہوا" اور معراج
کے قصہ میں فرمایا جاتا ہے کہ "پھر نزدیک ہوا اور
اتر آیا پس فاصلہ رہگیا دو کمانوں کے برابر یا اس
سے بھی قریب تر" اور یہ کہ "جس دن ساق
(پنڈلی) کھولی جائیگی" اور یہ کہ "جو آپ سے بیعت
کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں"
پس محب اور محبوب کے درمیانی اشارات

بین المحب والمحبوب لا یعلمها
غیرہما فلذلک قال النبی صلی
اللہ علیہ وسلم ان للقرآن
ظہرا و بطنا وللبطن بطن الی
سبعۃ بطون واتفق العلماء ان
المفسرین تکلموا فی البطن الاول
من القرآن و باقی البطون لا
یعلمها الا العارفون باللہ تعالیٰ
علی قدر مراتبہم وکذلک
احادیث النبی صلی اللہ علیہ و
سلم وقعت بحسب اختلاف
الوقائع والزمان متباینۃ و
فیہا الناسخ والمنسوخ والمقدم
والمؤخر والراجح والمرجوح وما
یعلمها الا الراسخون فی علم الحدیث
وغایۃ سعیہم ونہایۃ مقصدہم
مصروف الی تصحیح الحدیث و
تنقیدہ وتنقیحہ بحسب متن
الحدیث فوصلوا ببرکۃ صحۃ
نیاتہم الی غایۃ ما ارادوہ
وصنفوا الکتب المفیدۃ
المعتبرۃ المشہورۃ ووضعوا
لہا اصولا وقواعد لتمییز مراتب
الرواۃ ومیزوا الصحیح من السقیم

اور رموز کو ان کے سوا دوسرا جان بھی کیا سکتا ہے۔
اسی وجہ سے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے
ہیں: قرآن کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور اس
باطن کا ایک باطن ہے اسی طرح سات باطنوں تک۔
علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مفسرین کا منتہائی
کلام قرآن مجید کے بطن اول تک ہی محدود ہے
اور باقی باطنوں کو عارفین بمقدار اپنے مراتب کے
ہی جانتے ہیں اور بس۔

اسی طرح سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث
واقعات زمانہ کے اختلاف کے لحاظ سے متبائن
اور مخالف واقع ہوئی ہیں۔ ان میں بھی ناسخ اور
منسوخ ہیں اور مقدم و مؤخر اور راجح و مرجوح۔

ان رموز کو ان لوگوں کے علاوہ جو علم حدیث
میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ کوئی نہیں جانتا
ان کی (محدثین کی) منتہائی کوشش اور غایت
مقصد یہاں تک ہے کہ حدیث کی تصحیح باعتبار متن
حدیث کے کریں اور اس کو جانچ اور پرکھ لیں پس
وہ اپنی صحیح نیت کی برکت سے اپنے غایت مقصود
کو پہنچ گئے ہیں۔ اور انہوں نے اس بارہ میں نہایت
مفید اور معتبر کتابیں تصنیف کیں جو مشہور ہیں۔ اور
انہوں نے اس کے لئے اصول و قواعد وضع کئے
تاکہ راویوں کے مراتب کی تمییز ہو سکے اور انہوں
نے صحیح کو سقیم سے اور قوی کو ضعیف سے الگ
کر کے رکھدیا (اللہ پاک انکو جزائے خیر دے)

والقوی من الضعیف فجزاهم الله
تعالی خیرا واما استنباط الاحکام
من الآیات والحدیث فذلک فعل
المجتهدین فی الدین فلکل فن
رجال ولکل مقام مقال وقد قال
الله تعالی ولو ردوه الی الرسول
والی اولی الامر منهم لعلمه الذین
یستنبطونه منهم ولولا فضل
الله علیکم ورحمته لاتبعتم
الشیطان الا قلیلا والمراد
من اولی الامر العلماء ولولا
الضرورة الی الاستنباط لما
ذکره الله تعالی فی القرآن
بعد ذکر الرسول فصحة متن
الحدیث امر واخراج الحکم منه امر
آخر کما ان علماء النحو الخلیل و
سیبویه وامثالهما دونوا کتب
النحو علی القواعد العربیة واستقراء
اللغات وما روی عنهم انهم
افتوا فی المسائل الفقهیة الا
نادرا کما روی ان شخصا
سئل الکسائی النحوی هل یجب
ثانیا من سها فی السهو قال
اظن انه لا یجب ثانیا

لیکن آیات اور احادیث سے احکام کا استنباط
کرنا تو یہ مجتہدین کا کام ہے اسلئے کہ ہر ایک فن کے
علیحدہ ماہر ہیں ع ہر کسے را بہر کارے ساختند -
اس بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ
"اگر اس کو (کسی بات کو) پہونچا دیتے رسول اور
اپنے اولی الامر تک تو البتہ معلوم کر لیتے اس کو وہ
لوگ جو تحقیق کرتے ہیں اور اگر اللہ کا تم پر کرم نہ
ہوتا اور اس کی مہربانی تو سوائے چند کے تم
سب شیطان کی پیروی کرتے"
"مراد اولی الامر سے علماء ہیں"
اور اگر استنباط کی ضرورت نہ ہوتی تو حق
تعالیٰ رسولؐ کے بعد قرآن میں اسکا ذکر ہی کیوں
کرتا -
پس صحت حدیث ایک کام ہے اور اس سے
حکم نکالنا (استنباط) دوسرا کام -
جس طرح سے کہ نحو کے علماء خلیل وسیبویہ
وغیرہ ہیں جنہوں نے نحو کی کتابیں تالیف کی
ہیں اور عربی کے قواعد کو لغات سے تلاش کرکے
نکالا ہے - ان سے متعلق یہ کسی نے بیان کیا کہ
وہ فقہی مسائل کی بھی فتوائیں دیا کرتے تھے اسلئے
کہ یہ انکا کام نہ تھا - اگر نادراً کوئی ضرورت واقع
ہوئی ہو تو انکا اعتبار نہیں - جیسا کہ کہتے ہیں کہ
کسائی نحوی سے کسی نے پوچھا کہ جس شخص کو سجدہ
سہو میں سہو ہو جاوے تو کیا وہ دوبارہ سجدہ سہو

قال ولم قال لان المصغر
لا یصغر۔ قال الخوارزمی
فی مسندہ الکبیر بسندہ
الی الامام ابی یوسف رح
قال ثنا ابو یوسف قال
لقینی الاعمش فقال صاحبنا هذا
الذی یخالف عبد الله بن
مسعود قال قلت له فیما
یخالفه قال قال عبد الله بیع
الامة طلاقها وصاحبك
یقول لیس بیع الامة طلاقها
فقلت له انت حدثتنا عن
النبی صلے الله علیه وسلم
انه لم یجعل بیع الامة
طلاقها فقال الاعمش وانا
حدثتك ذلك قال قلت له
انت حدثتنا عن ابراهیم عن
الاسود عن عائشة بنت الصدیق
رضی الله عنها ان النبی صلے
الله علیه وسلم خیّر لبریرة
فقال ابو یوسف فلو کان
بیع الامة طلاقها لما کان
للتخییر معنی لان عائشة
ام المؤمنین رضی الله عنها

کریگا۔ اسپر اس نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ دوبارہ
سجدہ کی ضرورت نہیں۔ سائل نے کہا کیوں؟
کہنے لگے کہ مصغر کی پھر تصغیر نہیں ہوتی۔
خوارزمی نے اپنی کتاب مسند کبیر میں اپنی
سند سے جو امام ابو یوسف کو پہنچتی ہے بیان
کیا ہے کہ امام ابو یوسف نے کہا کہ مجھے اعمش
ملے اور انہوں نے کہا کہ تمہارے صاحب (ابو حنیفہ)
عبد اللہ ابن مسعود رض کی مخالفت کرتے ہیں
امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ میں نے کہا کس بات
میں مخالفت کی ہے تو اعمش نے کہا عبد اللہ
ابن مسعود کہتے ہیں کہ باندی کے بیچ دینے سے
طلاق واقع ہو جاتی ہے اور تمہارے صاحب
کہتے ہیں کہ نہیں ہوتی۔ امام ابو یوسف کہتے ہیں
میں نے کہا کہ تمہیں نے تو ہم سے یہ حدیث بیان
کی تھی کہ باندی کے بیچ دینے سے طلاق نہیں
ہوتی۔ اعمش نے کہا کہ میں نے یہ کب کہا ہے
ابو یوسف نے کہا کہ تم نے ہم سے حدیث اس
سند سے بیان کی تھی۔ کہ آپ روایت کرتے ہیں
ابراہیم سے اور وہ اسود سے اور وہ حضرت عائشہ
صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم
نے بریرہ (ایک باندی کا نام ہے) کو (نکاح کے
باقی رکھنے کا) اختیار دیا تھا۔ اسپر ابو یوسف نے
کہا کہ اگر باندی کی بیع طلاق ہی ہوتی تو پھر اس
اختیار کے کیا معنے تھے۔ اس لئے کہ ام المومنین

اشتریتها فلو کان بیعها طلاقها لما خیّرها النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال الاعمش یا یعقوب ھذا من ھذا قال نعم قال محمد وفی روایۃ ان الاعمش قال ان ابا حنیفۃ بحر المعرفۃ بمن صنع الفقہ الدقیقۃ وغور غوص العلوم الخفیۃ رآھا ابو حنیفۃ فی ظلمۃ اماکنہا من فتح سراج قلبہ انتھی۔ فلو کان القرآن کافیا فی جمیع احکام الاسلام الجزئی والکلی لما قال اللہ تعالی وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فعلم ان القرآن الکریم مبیّن ومفسّر ومفصل بالاحادیث النبویۃ صلی اللہ علیہ وسلم ولو کانت الاحادیث کافیۃ فی جمیع جزئیات احکام الاسلام لما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین

حضرت عائشہ نے اُسے خرید لیا تھا۔ پس اگر اس کی بیع طلاق ہی ہوتی تو البتہ حضور اکرم اسے کیونکر اختیار دیتے۔ پھر اعمش نے کہا کہ اے ابو یوسف! کیا یہ اسی سے ثابت ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں اسی سے تو ہوتا ہے!

امام محمد کہتے ہیں کہ ایک روایت میں ہے کہ اعمش کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ فقہ کی دقیق باتوں کو خوب جانتے ہیں اور پوشیدہ علوم کے باریک نکتوں کو غوامض کی اندھیریوں میں بھی اپنے چراغِ قلب کی روشنی سے دیکھ لیتے ہیں۔ انتہی۔

پس اگر قرآن مجید کلی اور جزئی سارے احکام اسلام میں کافی ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ "جن باتوں کا تمہیں رسول امر کریں ان پر عمل کرو اور جن سے نہی فرمائیں ان سے رُک جاؤ" "اور جس نے رسول کی اطاعت کی تو تحقیق اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی" اور "اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی"

اس سے صاف معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی احادیث نبویہ ہی تفصیل تفسیر اور توضیح ہیں۔

اور اگر احادیث ہی اسلام کے سب احکام جزئیہ کے لئے کافی ہوتیں تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ "تم میرے طریقے اور میرے خلفاء راشدین کے طریقے کو (جو میرے بعد ہیں) لازم پکڑو!"

من بعدی واصحابی کالنجوم بایہم
اقتدیتم اہتدیتم ولو کانت
سنة الخلفاء الراشدین باقی
الاصحاب رضوان اللہ تعالیٰ
علیہم اجمعین کافیة فی جمیع
الواقعات الجزئیة الاسلامیة
المؤقتة بالاوقات المخصوصة
لما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
لا یجمع امتی علی الضلالة و
علیکم بالسواد الاعظم فمن
شذ شذ فی النار الی غیر
ذلک من الاحادیث الواردة
فی التحریض علی اتباع اکثر الامة
کحدیث معاذ رض قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم ان الشیطان ذئب
الانسان کذئب الغنم یاخذ
الشاة القاصیة والناحیة
وایاکم والشعاب وعلیکم
بالجماعة والعامة رواہ احمد
وکحدیث ابی ہریرة رض قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم من فارق الجماعة شبرا فقد خلع
ربقة الاسلام عن عنقہ رواہ احمد و
ابوداؤد (مشکوٰة شریف)

اور یہ کہ میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں۔
جس کی بھی ان میں سے پیروی کرو گے ہدایت
پاؤ گے"
اور اگر صرف خلفائے راشدین اور باقی صحابہ
کی ہی سنت سارے واقعات جزئیہ اسلامیہ میں
(جو خاص خاص اوقات میں پائے جاتے ہیں)
کافی ہوتی تو البتہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم
یہ نہ فرماتے کہ "بڑی جماعت کی پیروی کرو جو
اس سے جدا ہوگا وہ آگ میں جدا کیا جائیگا"
اور یہ کہ "میری اُمت گمراہی پر جمع نہیں ہو
سکتی"۔ یہ اور اس کے علاوہ اور احادیث جنہیں
اکثر امت کی پیروی کی طرف رغبت دلائی گئی ہے
مثل حدیث حضرت معاذ رض کے کہ حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "شیطان
انسان کا بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کے بھیڑیے کی طرح
کہ بھٹکی ہوئی اور اکیلی بکری کو پکڑ لیتا ہے۔ اس لئے
تم گھاٹیوں سے الگ ہو اور اکیلے رُکے نہ ہو بلکہ
جماعت اور عموم اُمت کے ساتھ رہنا لازم پکڑو"
(روایت کی اس حدیث کی احمد نے)
اور مثل حدیث ابو ہریرہ رض کے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "جو جماعت سے
ایک بالشت بھر بھی جدا ہوا تو اسلام کی رسی اس
کی گردن سے نکل گئی" (روایت کی ہے اسے
احمد اور ابوداؤد نے "مشکوٰۃ شریف)

وقد قال الله تعالیٰ ومن یتبع
غیر سبیل المؤمنین نولّهٖ ما
تولّی ونصله جهنم وساءت
مصیراؕ فالشریعة المطهرة
اسم لجمیع الادلة الاربعة
القطعیة الیقینیة فالزمها
ولا تفارقها شبرا فقد قال
رسول الله صلی الله علیه و
سلم من فارق الجماعة شبرا
فقد خلع ربقة الاسلام عن
عنقه۔ فکمال الدین وتمامه
بالتزام الادلة المذکورة
ونقصانه بترکها او ترک
بعضها فالدین بمنزلة البیت
وهذه الادلة الاربعة جدرانه
والتوحید سقفه فکما ان
المراد من البیت هو السقف
لکن السقف لا یقوم الا علی
الجدران کذلک دین الاسلام
وان کان سقفه التوحید والرسالة
لکنهما لا یقومان بدون الارکان
ولعلک تقول ان الدین الاسلامی
قد کمل فی زمن النبی صلی الله
علیه وسلم لقوله تعالی الیوم اکملت
لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "جو شخص مسلمانوں کے
راستے کے سوا دوسرا راستہ چلیگا ہم اُسے چلاتے
رہینگے جیسے وہ چل رہا ہے اور پہنچا دینگے اسکو جہنم
تک اور وہ بری جائے بازگشت ہے"۔
پس شریعت مطہرہ انہی چاروں قطعی اور
یقینی دلیلوں کا نام ہے ان کو اپنے اوپر لازم رکھو
اور ایک بالشت بھی ان سے جدا نہ ہو۔
اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہے کہ "جو جماعت سے ایک بالشت بھی جدا ہوا۔
تو اسلام کی رسی اس کی گردن سے کھل جائیگی"۔
پس دین کا تمام اور کمال ان ہی ادلۂ مذکورہ
کے التزام سے ہے۔ اور دین کا نقصان انکے
ترک یا بعض کے چھوڑ دینے میں ہے۔
دین ایک گھر کی مثال ہے اور یہ چار دلیلیں
اس کی دیواریں ہیں اور توحید اس کی چھت ہے پس
جطرح سے کہ گھر سے مراد چھت ہی ہوتی ہے لیکن
چھت بغیر دیواروں کے قائم نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح
دین اسلام کی چھت اگرچہ توحید اور رسالت ہے لیکن
یہ دونوں بغیر ان دیواروں اور ستونوں کے استوار
و قائم نہیں رہ سکتے۔ اگر تم کہو کہ دین اسلام حضور
اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے ہی میں کامل
ہو چکا اس کی دلیل یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ فرماتا
ہے "آج میں کامل کر چکا تمہارے لئے تمہارا دین
اور پورا کیا تم پر اپنا احسان، اور پسند کیا اسلام کو تمہارے

رضیت لکم الاسلام دیناہ فما النقصان بعد الکمال۔ اقول دلت الآیۃ علی کمال الدین بحسب الامور الکلیات من انتشار الدین فی جزیرۃ العرب کلہا وفتح مکۃ وغلبۃ الاسلام علی الکفر والادیان الباطلۃ وایضاح ارکان الاسلام من الصوم والصلوٰۃ والحج والزکات علی حد قولہ صلی اللہ علیہ وسلم الحج عرفۃ ومعلوم ان للحج ارکانا اخر غیر العرفۃ لکن لما کانت العرفۃ اعظم ارکان الحج عبر عن الحج بعرفۃ وعلی حد قولہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ عماد الدین فمن اقامہا اقام الدین ومن ترکہا فقد ھدم الدین فاقامۃ الدین لیس موقوفا علی الصلوٰۃ وحدہا لان للدین ارکانا اخر من الصوم والزکات والحج وغیر ذلک لکن الصلوٰۃ لما کانت عمدۃ الارکان جعلہا صلی اللہ علیہ وسلم عماد الدین لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عاش بعد نزول الآیۃ قریبًا

دین بننے کیلئے"! پس کمال کے بعد پھر کیا نقصان ہو سکتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آیت مذکورہ کمال دین پر بیشک دلالت کرتی ہے لیکن بہ اعتبار امور کلیہ کے نہ بلحاظ امور جزئیہ کے یعنی دین پورے جزیرۃ العرب میں شائع ہو گیا اور مکہ فتح ہو چکا اور اسلام کا غلبہ کفر اور ادیان باطلہ پر ظاہر ہو گیا۔ اور ارکان اسلام روزہ و نماز زکوٰۃ و حج سب واضح ہو چکے۔ یہ اس طرح ہے جیسا کہ حضور فرماتے ہیں کہ حج عرفہ ہے حالانکہ یہ سب لوگ جانتے ہیں کہ عرفہ کے علاوہ حج کے اور بھی ارکان ہیں لیکن جبکہ عرفہ حج کے بڑے ارکان میں سے تھا۔ اس لئے پورے حج کو عرفہ سے تعبیر کیا گیا۔

اور جس طرح سے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "نماز دین کا ستون ہے جس نے نماز کو قائم رکھا اس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے اسے چھوڑ دیا تو اس نے دین کو گرا دیا۔"

اور یہ بات معلوم ہے کہ دین کا قائم رہنا صرف نماز ہی پر نہیں ہے بلکہ اس کے اور بھی ارکان ہیں۔ جیسے روزہ، حج، اور زکات وغیرہ لیکن نماز چونکہ ان ارکان دین میں زیادہ ضروری تھی۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ستون دین فرمایا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم آیت مذکورہ کے نزول کے بعد تقریبًا

ثلاثة اشهر وقد امر ونهى و منع واعطى فلو كان الدين تاما بحسب الجزئيات لما بقى لامره ونهيه صلى الله عليه وسلم موقع ولا لقوله عليه الصلوة والسلام عليكم بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين المهديين من بعدى محل و ان قلت ان اكثر خير القرون والسلف الصالح قد كانوا قبل انعقاد الاجماع والقياس الذين جعلتهما من اركان الدين و كان دينهم كاملا غاية الكمال قلت ان للناس مراتب اربع كذالك المرتبة الاولى مرتبة سيدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو الفرد الاكمل من الناس قاطبة وهو القطب الاعظم الذى يدور عليه رحى الاسلام كافة الذى شرح الله صدره ورفع ذكره و اصطفاه بين الخلائق لنفسه اعطاه من العلوم والاسرار مالم يعط احدا من العالمين فيكفيه من الادلة الاربعة القرآن كتاب الله

تین مہینے اس دنیائے فانی میں رونق افروز رہے اور اس زمانے میں آپ نے امر بھی کئے اور نہی بھی فرمائی ہے اور لیا اور دیا بھی ہے۔ تو اگر دین جزئیات کے اعتبار سے بھی تام اور کامل ہو چکا تھا تو پھر آپ کے اوامر اور نواہی کے لئے کوئی موقعہ نہیں رہتا اور آپ کے اس ارشاد کے لئے کہ میرے بعد میری سنت اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو مضبوط پکڑو، کوئی محل نہیں نکلتا۔

اور اگر تم کہو کہ خیر القرون کے اکثر لوگ اور سلف صالح اجماع اور قیاس کے انعقاد کے قبل ہی گذر گئے۔ جن کو آپ ارکان دین اور شیرازہ ایمان امت سے کہتے ہیں۔ حالانکہ ان کا دین کامل تھا اور بہت کامل:

اس کا جواب یہ ہے کہ لوگوں کے چار مرتبے ہیں پہلا مرتبہ ہمارے سردار آقا و مولا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے اور آپ تمامی لوگوں میں فرد اکمل ہیں اور آپ ایسے مبارک اور برگزیدہ قطب اور مرکز ہیں جس پر پورے اسلام کی چکی گھوم رہی ہے؛ جن کا سینۂ مبارک اللہ تعالیٰ نے کھول دیا تھا اور جن کے ذکر کو بلند فرمایا ہے۔ اور جن کو ساری خلقت سے اپنے لئے چن لیا ہے؛ اور جن کو علوم اور اسرار سے اس قدر عطا فرمایا ہے کہ سارے جہان میں کسی کو نہیں عطا کیا تو آپکو ادلہ اربعہ (چار دلیلوں) میں سے صرف قرآن

المنزل علیہ ولاحاجۃ لہ الی غیر ذلک۔ المرتبۃ الثانیۃ مرتبۃ اصحابہ الکرام صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ عنہم وقرنہم خیر القرون ھم الذین اثرھم اللہ تعالیٰ لصحبۃ حبیبہ صلے اللہ علیہ وسلم ونزع اللہ تعالیٰ من صدورھم الغل والحقد والحسد وحب الدنیا وحظوظ النفس والشیطان کانوا بنی ادم صورۃً وملٰئکۃ سیرۃً وصدورہم کنوز العلوم من الکتاب والسنۃ ببرکۃ صحبۃ النبی الکریم صلے اللہ علیہ وسلم فیکفیہم من الادلۃ الاربعۃ کتاب اللہ وسنۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ولاحاجۃ لہم الی غیر ذلک والمرتبۃ الثالثۃ مرتبۃ التابعین للاصحاب وقرنہم ایضا خیر القرون ھم الذین انتخبھم اللہ تعالیٰ لنشر علوم الدین وتصفیۃ الاحکام من الکتاب والسنۃ ببرکۃ صحبۃ الاصحاب فیرجحون فی المسائل المختلفۃ بین الاصحاب ما اجمع علیہ اکثر الصحابۃ

ہی کافی ہے۔ جو آپ پر نازل ہوا آپکو اس کے علاوہ اور کسی چیز کی حاجت نہیں۔"

دوسرا مرتبہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے ان کا زمانہ زمانوں میں بہترین ہے اور وہ وہی ہیں جن کو خداوند تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور رفاقت کے لئے پسند فرمایا اور ان کے سینوں سے اللہ تعالےٰ نے کھوٹ اور کینہ، اور حسد، اور دنیا کی محبت، اور نفس اور شیطان کی خواہشیں، اور لذتیں نکال دی تھیں۔ صورتاً بنی آدم لیکن سیرتاً ملائکہ تھے ان کے سینے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے قرآن مجید اور سنت رسول اللہ کے علوم کے خزانے بن گئے تھے۔ ان کو ادلہ اربعہ میں سے صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کافی ہیں اور کسی چیز کی ان کو ضرورت نہیں۔

تیسرا مرتبہ صحابہ کے تابعین رضی اللہ عنہم کا ہے۔ اور زمانہ بھی ان کا خیر القرون میں سے ہے۔ ان کو صحبت اصحاب رضی اللہ عنہم کی برکت سے حق تعالیٰ نے علوم کی اشاعت اور کتاب وسنت کے احکام کے تصفیہ کے لئے انتخاب فرمایا تھا۔

۔۔ اور یہ اصحاب کے درمیانی مختلف مسائل میں ان کو ترجیح دیتے تھے جس پر اکثر صحابہ

المجتہدین فی الدین رضی اللہ علیہم اجمعین۔ فیکفیہم من الادلۃ الاربعۃ الکتاب والسنۃ والاجماع ولاحاجۃ لہم الی غیر ذلک۔ والمرتبۃ الرابعۃ مرتبۃ الذین جاؤا من بعدھم وفی خیریۃ قرنہم اختلاف و لیست نفوس اکثرھم سالمۃ عن خطرات النفس الامارۃ بالسوء فکثر فیہم الاختلاف فی مسائل الدین والدنیا کما قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی حدیث عمران بن حصینؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خیر امتی القرن الذی بعثت فیہم ثم الذین یلونہم ولا اعلم اذکر الثالث ام لا ثم ینشاء اقوام یشہدون ولا یستشہدون ویخونون ولا یؤتمنون ویفشو فیہم السمن۔ ترمذی۔ فوقع الناس فی حرج عظیم من تلک الاختلافات ولما ان اراد اللہ سبحٰنہ حفظ حوزۃ الدین بعث فیہم العلماء المہرۃ اتقیاء بررۃ و اعطاھم اللہ تعالےٰ قوۃ الاستنباط من الایات والاحادیث واجماع الصحابۃ

مجتہدین نے اتفاق اور اجماع کیا ہو۔ ان کو ادلہ اربعہ میں سے کتاب اور سنت اور اجماع کافی ہیں کسی اور چیز کی ان کو حاجت نہیں"۔

چوتھا مرتبہ ان لوگوں کا ہے جو بعد میں پیدا ہوئے۔ ان کے زمانے کی بہتری میں اختلاف ہے اور اکثر ان میں سے نفس امارہ کے خطروں سے بھی بچے ہوئے نہیں۔ اور مسائل دین میں ان کے درمیان بہت اختلافات ہوئے ہیں۔ جیسا کہ عمران بن حصین روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "سب سے بہتر اور افضل زمانہ وہ ہے جس میں میں مبعوث ہوا ہوں پھر وہ زمانہ جو اس سے ملا ہوا ہے (عمران ابن حصین کہتے ہیں مجھے یاد نہیں کہ تیسرے زمانے کے لئے بھی آپ نے فرمایا یا نہیں) پھر فرمایا کہ پھر ایسی قومیں پیدا ہونگی جو بغیر گواہی طلب کئے گواہیاں دیگی اور خیانت انکا شیوہ ہوگا اور انہیں کوئی امین نہ بنائیگا۔ اور ان میں موٹاپا بڑھ جائیگا"۔ روایت کی اسکی ترمذی نے اس زمانے میں لوگ ان اختلافات کی وجہ سے بڑی مصیبت میں پڑ گئے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے جب ملت اسلام کی حفاظت چاہی تو ان میں بڑے ماہر علماء اور بڑے پرہیزگار و متقی بھیجے جن کو آیات اور احادیث اور اجماع صحابہ و تابعین سے

والتابعين وعلموا الناسخ من
المنسوخ والمحكم من المؤول والمؤخر
من المقدم وخص بفضله من بينهم
المجتهدين من المذاهب الاربعة
المشهورة وذلك فضل الله
يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل
العظيم فاكثر الامة تلقوا منهم
بالاخذ والقبول ودونوا العلماء
منهم كتب الفقه ابوابا مبوبة
وفصولا مفصلة وسهلوا للناس
طرق الدين الاسلامي فجزاهم
الله خيرا وليس بينهم
اختلاف الا في بعض المسائل
الفرعية تصديقا لقوله
صلى الله عليه وسلم اختلاف
امتي رحمة قال الله
تعالى ولو ردوه الى الرسول
والى اولى الامر منهم
لعلمه الذين يستنبطونه
منهم فالمستنبطون في
القرن الثالث هم
المجتهدون وقد قال النبي
صلى الله عليه وسلم لا يجتمع
امتي على الضلالة

استنباط (مسائل نکالنے) کی قوت عطا کی۔ اور جنہوں
نے ناسخ کو منسوخ سے اور محکم کو ماقبل سے مؤخر
کو مقدم سے پرکھ لیا۔

:: :: :: ::

:: :: :: ::

:: :: :: ::

ان علمائے متقین میں سے پھر رحمت الٰہی
نے مجتہدین مذاہب اربعہ مشہورہ کو چھانٹ لیا
یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔
ان کے مذاہب کو ساری اُمت نے بڑے
فخر اور مسرت سے قبول کیا اور انہوں نے پھر فقہ کی
کتابیں باب باب اور فصل فصل کر کے جمع کیں
مقصد یہ کہ دین اسلام کے راستے کو لوگوں کے
لئے نہایت آسان کر دیا۔ اللہ ان کو جزائے خیر دے۔
بعض مسائل فرعیہ کے علاوہ ان کا آپس میں
کوئی اختلاف نہیں ہے اور اس سے بھی حضور
صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کی تصدیق ہوتی ہے
کہ "میری اُمت کا درمیانی اختلاف رحمت ہے"۔
حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر وہ رجوع کرتے
رسول اور اولی الامر کی طرف تو یقیناً جان لیتے
ان میں سے وہ لوگ جو مستنبطین (مصلحت شناس)
ہیں۔ اور قرن ثالث (تیسرے زمانے) میں
مستنبطین یہی مجتہدین ہیں۔ اور حضور صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "میری امت گمراہی پر

فاللازم علینا معشر المسلمین فی هذا الزمان اتباعهم و تقلیدهم هذا هو حقیقة الاجماع والقیاس۔ فائدة مهمة کثیرا ما نری انکار غیر المقلدین للمذاهب علی اطوار المشائخ من الاذکار المرتبة والمراقبات الموقتة والاوراد الموظفة والریاضات المدونة و یقولون ان جمیع ذلک بدعات احدثوها ما کانت فی زمن النبی صلی الله علیه وسلم ولا فی زمن الصحابة رضوان الله علیهم مستدلین بالحدیث الصحیح الذی ورد فی الصحاح ان کل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار۔ فنقول الکلام فی هذا المبحث من وجهین الاول فی معنی البدعة واقسامها والثانی فی انها مراد الشارع علیه الصلاة والسلام من البدعة المذکورة فی الحدیث۔ الوجه الاول فی معنی البدعة اعلم ان البدعة فی اللغة کل

جمع نہ ہوگی:۔

اس لئے اے مسلمانو! ہم پر اس زمانے میں انہی کی پیروی اور تقلید لازم ہے۔ یہ ہے حقیقت اجماع اور قیاس کی:۔

فائدہ مہمہ :۔ بسا اوقات دیکھا جاتا ہے کہ غیر مقلدین (جو ان مذاہب مذکورہ کی پیروی نہیں کرتے) مشائخ کے اطوار پر اعتراض کرتے ہیں اور ان کے طریقے کا انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ترتیب وار اذکار" اور وقت کی پابندیوں کے ساتھ مراقبے" اوراد و مقررہ" مخترعہ ریاضتیں" ان سب کا کوئی اصل نہیں بلکہ یہ ساری بنائی ہوئی بدعتیں ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے میں انکا کوئی وجود نہ تھا۔ اور اس حدیث سے دلیل لاتے ہیں کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں ہے:

ہم کہتے ہیں کہ اس مبحث میں دو طرح سے کلام کیا جا سکتا ہے۔ اول بدعت کے معنی اور اس کے اقسام کے بیان میں۔

دوسرا یہ کہ شارع علیہ الصلوۃ والسلام کی حدیث مذکورہ میں بدعت سے کیا مراد ہے۔

وجہ اول بدعت کے معنی کے بیان میں۔

جاننا چاہئے کہ بدعت لغت میں ہر اس نو پید چیز کو کہتے ہیں جس کا کوئی نظیر پہلے نہ ہو!

احدث من غیر نظیر سابق و
منه قوله تعالی بدیع السموات
والارض وفی الشرع البدعة
کل ما احدث من امور الدین
التی لم تکن فی زمن النبی
صلی الله علیه وسلم یعنی المعارض
والمخالف للسنة القویمة
وانما قیدنا بالمعارض و
المخالف للسنة لان للامور
الحادثة بعد زمن النبی صلی الله
علیه وسلم شاعت قدیما و
حدیثا شیوعا عاما بحیث
لاینجو عنها المقلد ولاغیر
المقلد حتی الحصة الاخیرة
من خیر القرون المشهود لها
بالخیر وکتب التواریخ شاهدة
علی ذلك ومن اسرح نظر
الانصاف فی اطوار العالم
الاسلامی وجد اکثر الامور
المعاشیة من الملبس والمطعم و
المسکن محدثة علی غیر الطریق
المسنون فالحاصل ان المراد
من البدعة فی الحدیث الشریف هی
البدعة السیئة التی تخالف السنة

اور اسی معنی کر کے باریتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ
بدیع (موجد) ہے آسمانوں اور زمینوں کا۔"
اور شرع میں بدعت اس چیز کو کہتے ہیں
کہ جو امور دین میں نوپیدا کردہ ہو یعنے جس کا وجود
حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں
نہ ہو اور وہ سنت کی مخالف اور معارض ہو۔
ہم نے جو یہ قید لگائی ہے کہ سنت کے مخالف
اور معارض ہو۔ یہ اس لئے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم
کے زمانے کے بعد اتنے نئے امور پیدا ہوئے ہیں
اور وہ اس زمانے میں بھی اور اس سے پہلے بھی
اس قدر عام اور شائع ہو گئے ہیں کہ ان سے
نہ مقلد بچ سکتا ہے اور نہ غیر مقلد۔ یہاں تک کہ
خیر القرون کا آخری حصہ بھی ان امور کی زد سے
نہ بچ سکا جس پر تاریخ کی کتابیں شاہد ہیں۔
عالم اسلامی ہی میں اگر کوئی نظر انصاف
کو وسعت دیکر دیکھے تو کھانے پینے، پہننے، اور
اوڑھنے، اور مکانات میں اس کے علاوہ اور دنیوی
اور معاشی امور میں اکثر امور ایسے دیکھیگا جو نوپیدا
کردہ ہیں اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے
زمانہ میں انکا کوئی وجود نہ تھا۔
حاصل کلام یہ کہ مراد بدعت سے حدیث
شریف میں وہ بدعت ہے جس کو سیئہ (بری)
کہا جاتا ہے اور جو سنت کے مخالف اور مقابل
ہے۔ لیکن وہ نوپیدا امور جو سنت کے معارض اور

وتعارضها واما الامور المحدثة
التی لم تعارض السنة فهی من
المباحات الشرعیة لان
الاصل فی الاشیاء الاباحة
عندنا۔ فان قلت اما تری
الی لفظة کل فی الحدیث لان
متن الحدیث ورد بلفظة کل بدعة
ضلالة وقلت ان بعض البدع
من المباحات فی الشرع فکیف یصح
هذا۔ قلت لیس مراد الشارع
علیه الصلوة والسلام بایراد لفظة
کل جمیع اقسام البدع مطلقا حسنة
کانت او سیئة بل المراد بلفظة
کل جمیع انواع البدع السیئة التی
تعارض السنة وتخالفها بدلیل
قوله علیه الصلوة والسلام کما
ورد فی الصحیح علیکم بسنتی و
سنة الخلفاء الراشدین المهدیین
من بعدی ولیست سنة الخلفاء
رضوان الله علیهم عین
سنة النبی صلی الله علیه وسلم
لان العطف یقتضی التغایر
فان کانت لفظة کل بدعة علی
الاطلاق لم یبق لاتباع سنة

مقابل نہیں۔ وہ مباحات شرعیہ میں داخل ہیں
اس لئے کہ ہمارے مذہب میں سب اشیاء دراصل
مباح ہیں (حرمت بعد میں نص شارع سے
ہوتی ہے)

سوال۔ لفظ "کل" کو کیوں آپنے نظر انداز
کر دیا اور کہنے لگے کہ بعض بدعتیں مباحات شرعیہ
میں داخل ہیں حالانکہ متن حدیث شریف میں
"کل" کا لفظ آچکا ہے یعنی ہر ایک بدعت
گمراہی ہے۔

جواب۔ شارع علیہ الصلوۃ والسلام کی
مراد لفظ کل فرمانے سے یہ نہیں کہ یہ سب اقسام
بدعت کے مطلقاً حسنہ ہو یا سیئہ (بھلی ہو یا بری)
سب ضلالت اور گمراہی ہیں بلکہ لفظ "کل" سے
یہ مراد ہے کہ بدعت سیئہ کے سارے اقسام جو
سنت سے ٹکر کھائیں اور مخالف ہوں گمراہی
ہیں۔ اس بات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ
کا وہ قول دلیل ہے جو صحاح میں وارد ہو چکا
ہے کہ "میری سنت کو اور میرے خلفائے
راشدین کی سنت کو جو میرے بعد ہیں اپنے
اوپر لازم پکڑو"۔

اور خلفائے راشدین کی سنت عین
سنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم تو ہو نہیں سکتی
اس لئے کہ عطف مغایرت کو چاہتا ہے تو اگر
"کل" کا لفظ علی الاطلاق لیا جائے تو سنت

الخلفاء الراشدين محل ولا
لقول سيدنا الفاروق
رضي الله عنه نعمة البدعة
هي في شان التراويح عشرين
ركعة محل فلفظة كل في الحديث
وردت على حد قوله تعالى
ثم اجعل على كل جبل منهن
جزءا ثم ادعهن ياتينك
سعيا فليس المراد من لفظة
كل جبل جبال العالم الدنيوي
جميعها بل المراد من كل جبل
الجبال الاربعة او السبعة التي
كانت حاضرة هناك كما في
البيضاوي . فعلم ان مراد
الشارع صلى الله عليه وسلم
من لفظة كل في الحديث كل
بدعة سيئة قال العلماء ان
من البدع ما هو واجب في
هذا الزمان كنشر العلوم
وبناء المدارس والرباطات
ومنها ما هو سنة حسنة
كاداء التراويح عشرين ركعة
واتخاذ الدفتر والديوان للحكومة
سنة عمرية وتعمير المساجد بالجص

خلفائے راشدین کے اتباع کا کوئی موقعہ نہیں
رہتا اور حضرت سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کے
اس قول کا کہ "بیس رکعتیں تراویح بڑی اچھی بدعت ہے"
کوئی محل نہیں نکلتا۔

لفظ کل کا اس حدیث میں ایسا ہے جیسا
کہ کلام پاک میں حضرت ابراہیم کے قصہ میں مذکور
ہے کہ "پھر رکھدو ہر ایک پہاڑ پر (کل جبل) ایک
ایک حصہ پرندوں کا پھر بلاؤ ان کو وہ آئینگے
دوڑتے ہوئے"

یہاں لفظ "کل جبل" سے ساری دنیا
کے سب پہاڑ تو مراد ہو ہی نہیں سکتے بلکہ مراد
یہ ہے کہ ہر ایک پہاڑ پر جو حاضر ہیں چار ہوں
وہ پہاڑ یا سات (جیسا کہ بیضاوی نے بیان
کیا ہے) ان پرندوں کا گوشت رکھدو۔

پس معلوم ہوا کہ مراد شارع صلے اللہ علیہ
وسلم کی لفظ "کل" سے ہر ایک بدعت سیئہ
ہی ہے۔

علمائے کرام کہتے ہیں کہ بدعت کی بہت
سی قسمیں ہیں بعض ان میں سے تو اس زمانے میں
واجب ہیں مثلاً علوم کی اشاعت کرنا، مدرسے
اور مسافر خانے بنانا وغیرہ۔

اور بعض سنت حسنہ ہیں جیسے بیس رکعتیں
تراویح پڑھنا۔ اور حکومت کیلئے دفتر اور کچہریاں
بنانا (یہ سنت عمریہ ہیں) اور مساجد کو منقش

المنقوشة وخشب الساج و
جمع القرآن فی المصحف سنة
عثمانیة ومحاربة البغاة وغیرها
سنة مرتضویة ومنها ما
هو مستحب او مباح کاکثر
اطوار العالم فی هذا الزمان
فهذا هو الوجه الثانی من
الوجهین المذکورین فاطوار
المشائخ رحمهم الله تعالی
فی الاذکار المرتبة والمراقبات
الموقتة من البدع الحسنة التی
تلقاها الفحول من علماء
الاسلام بالقبول واستحسنوها
وحثوا علیها واشتغلوا بها
بل لم یحسبوها بدعة ولم
یرضوا باطلاق لفظة البدعة
علیها کما هو مشرب مرشدنا
الاعظم الامام الربانی
المجدد للالف الثانی رحمة
الله علیه وقد طولنا
الکلام فی هذا الباب
لان الکلام یجر الی الکلام
لکن لا یخلو عن فائدة او
فوائد لمن له قلب سلیم۔

پتھر اور ساگوان کی لکڑی سے تعمیر کرنا اور قرآن مجید
کو مصحف میں جمع کرنا (یہ سنت عثمانیؓ ہیں) اور
باغیوں وغیرہ سے جنگ کرنا (یہ سنت مرتضوی
ہے)۔"

اور بعض بدعتیں مستحب یا مباح ہیں جیسے
آجکل کے زمانے کے اکثر اوضاع اور رسوم،
"دو وجوہ مذکورہ میں سے یہ دوسری وجہ ہے"

پس مشائخ رحمۃ اللہ علیہم کے اطوار اور اذکار
مرتبہ اور مراقبات موقتہ، اس بدعت حسنہ (اچھی)
میں داخل ہیں جنکو نامور اور جید علماء اسلام
نے قبول کیا ہے اور ان کو اچھا سمجھا ہے اور
لوگوں کو ان باتوں کی طرف ترغیب دی ہے
اور خود ان کاموں میں مشغول رہے ہیں بلکہ
ان امور کو وہ بدعت ہی نہیں سمجھتے اور اس
بات پر رضامند ہی نہیں کہ ان پر بدعت کا
لفظ استعمال کیا جائے؛ جیسا کہ ہمارے
مرشد اعظم امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ
اللہ علیہ کا مشرب ہے۔"

ہم نے اس باب میں کلام کو طول
دیا ہے اس لئے کہ بات سے بات نکلتی
رہی ہے لیکن پھر بھی یہ طول فائدوں
سے خالی نہیں ہے۔ انصاف پسند دل
ان سے فائدہ اٹھا
سکتا ہے۔"

فصل ثم اعلم یا اخی وفقك الله تعالى لما یحبه ویرضاه انك مسئول بعد صحة الاعتقاد بالاعمال البدنیة من الصوم والصلوٰة والحج والزکاة وسائر الاوامر الالٰهیة من اعمال البدن والقلب وترك المحرمات والمکروهات الشرعیة من اعمال القلب والبدن فعلم الفقه متکفل لتفصیل الاعمال البدنیة وعلم الاخلاق متکفل لتفصیل الاعمال القلبیة فکما ان اصلاح الظاهر موقوف على الاعمال البدنیة کذلك اصلاح الباطن موقوف على الاعمال القلبیة ولیس هذا محل تفصیلهما لانهما عینان تجریان بل هما بحران یلتقیان بینهما برزخ لا یبغیان من مشکاة صدر النبی صلى الله علیه وسلم الى صدور امته فعلیك برکوب سفینة العلمین المطهرین کی یوصلك بالسلامة الى الساحل المقصود لتتنعم بعد الموت فی ریاض الملك المعبود وها انا افسر لك بعض الضروریات

فصل اے بھائی! اللہ تمہیں ان کاموں کی توفیق دے جنکو وہ پسند کرتا ہے اور جن سے راضی ہوتا ہے جاننا چاہیئے کہ اعتقاد صحیح کر لینے کے بعد تم مسئول اور مکلف ہو۔ اعمال بدنیہ روزہ اور نماز اور حج وزکات پر اور تمامی اوامر الٰہی پر خواہ وہ اعمال قلبیہ ہوں یا افعال جوارح اور محرمات ومکروہات شرعیہ کے ترک کرنے پر خواہ وہ بھی قلبیہ ہوں یا بدنیہ۔ علم الفقہ اعمال بدنیہ کی تفصیل کا کفیل ہے اور علم اخلاق اعمال قلبیہ کی توضیح کا ضامن ہے پس جس طرح کہ ظاہر کی اصلاح اعمال بدنیہ پر موقوف ہے۔ اسی طرح باطن کی اصلاح کا مدار اعمال قلب پر ہے۔ یہ مقام ان دونوں کی تفصیل کا نہیں ہے اس لئے کہ وہ دو جاری چشمے ہیں بلکہ دو سمندر ہیں جو آپس میں ملتے ہیں ان دونوں کے درمیان پردہ حائل ہے کہ ایک دوسرے سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ اور یہ دونوں چشمے یا سمندر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس سینہ سے پھوٹ کر نکلتے ہیں اور امت کے سینوں تک پہونچتے ہیں تم پر لازم ہے کہ ان دونوں پاکیزہ علموں کی کشتی میں سوار ہو جاؤ تاکہ یہ تمہیں سلامتی سے ساحل مقصود تک پہونچا دیں جس کی وجہ سے موت کے بعد اپنے مالک معبود کے مہیا کردہ باغوں میں گلگشت کرتے رہوگے۔

ہم ابھی تمہیں بعض ضروری باتیں اعمال قلب

من اعمال البدن والقلب مختصرا فعلیك ان تقابلهما بالقبول والعمل بهما فتفوز بالدرجات العلیٰ و لا تترکهما سدی . فتخسر وتطغی۔

وقبل ان اشرع فی التفسیر اعلمك بروح الاعمال ولب لبابها وهو الاخلاص وصحة النیة فالعمل القلیل بصحة النیة والاخلاص خیر من العمل الکثیر مع فساد النیة وعدم الاخلاص فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انما الاعمال بالنیات ولکل امرئ مانوی فی الحدیث الطویل المتواتر فلهذا السبب کان مد الاصحاب او نصف فی الانفاق خیرا من مثل جبل احد غیرهم فیه۔

وکذلك تقول ما الاخلاص فاقول الاخلاص ان تعبد اللہ تعالیٰ تعبدا وصدقا وامتثالا لامره وصدقا من غیر ان تدخل تدبك طمع الجنة او خوف النار او شیئا آخر من حظوظ النفس کائنا

اور اعمال بدن کی مختصراً بتلا دیتے ہیں۔ تم پر یہ لازم ہے کہ انہیں قبول کرو اور ان پر عمل پیرا ہو جاؤ تاکہ مقامات عالیہ پر فائز ہو سکو۔ کہیں ان کو فضول سمجھ کر نہ چھوڑ دینا کہ اس سے بے نیازی برتنے میں ٹوٹا پاؤ گے اور نقصان اٹھاؤ گے۔

مقصود کے شروع کرنے سے پہلے میں تمہیں سب اعمال کی روح اور جوہر اور گودا بتلا دیتا ہوں اور وہ کیا ہے؟ اخلاص "اور نیت صحیح کرنا" تھوڑا سا عمل خیر بھی اخلاص اور صحت نیت کے ساتھ اس عمل خیر سے جو اگرچہ بہت بڑا ہے لیکن اخلاص سے نہیں بلکہ فساد نیت کے ساتھ ہے۔ بہت ہی اچھا ہے۔ اسلئے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سب اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر ایک آدمی وہی پائیگا جو اس نے نیت کی ہو" (حدیث طویل متواتر) اسی وجہ سے صحابہ کرام کا ایک "مد" (یعنی دو رطل) یا اسکا بھی نصف اللہ کے راہ میں خرچ کرنا دوسروں کے جبل اُحد کے برابر سونا صَرف کرنے سے بہتر اور افضل تھا"

اگر تم کہو کہ اخلاص کیا ہے؟ تو اس کی بھی ہم تمہیں حقیقت بتلائے دیتے ہیں۔ اخلاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہایت عاجزی اور نہایت سچائی سے محض اس کی فرمانبرداری اور غلامی کیلئے کی جائے۔ یہ نہ ہو کہ دل میں جنت کی طمع کئے ہوئے ہو یا دوزخ کے خوف سے یا اور جو نفس کی

ماکان فان انفاقك قبضة
من بر بلااخلاص ومرضاة
تعالیٰ خیرلك من انفاقك
قبضة من لؤ لؤ بغیر اخلاص
ومرضات النفس فاذا
اخلصت عملك لله تعالیٰ
فذلك هو العمل المتقبل
یکتب لك بعشرة امثالها و
یزید اضعافه الی سبعمائة
ضعف ویربولك وینمو لك
یوم القیمة کالحبة التی
اغرست فی ارض صالحة
تنمو وتزید حتی تصیر
بعد حین شجرة عالیة
مثمرة نفیسة وان عملت
بلا نیة صالحة واخلاص
فلا یزید ولا ینمو بل ولا
یقبل منه صرفا ولا عدلا
قال الله یمحق الله الربوا و
یربی الصدقات وقال تعالیٰ
انما یتقبل الله من المتقین
والمتقون هم المخلصون
اذا علمت هذا فاعلم ان
الصلوٰة عماد الدین

خواہشیں اور لذتیں ہو سکتی ہیں۔ ان کے لئے ادا
کی جائے!

اس لئے کہ اگر ایک مٹھی بھر گیہوں اللہ کی
رضامندی کے لئے اخلاص کے ساتھ خرچ کیجائے
تو یہ اس سے بہتر ہے کہ مٹھی بھر موتی بغیر اخلاص کے
نفس کی رضامندی میں دے ڈالو جب تم نے اپنے
عمل کو محض اللہ ہی کے لئے خالص کر دیا اور پوری
اخلاص اس میں پائی گئی تو سمجھ لو کہ یہی عمل قابل
قبول بلکہ قبول شدہ ہے۔ ایسا عمل دس گنا بڑھا
کے لکھا جائیگا۔ اور یونہی سات سو تک وہ عمل بڑھ
سکتا ہے (یعنی ایک با اخلاص عمل سات سو گنا
ہو جائیگا) اور یہ عمل تمہارے لئے قیامت کے دن
یکمشت نشو ونما پاتا رہیگا اس دانے کی طرح جس کو نہایت
اچھی زمین میں بویا جائے تو وہ اگتا اور بڑھتا ہے
یہانتک کہ کچھ زمانے کے بعد ایک تناآور پھلدار اور
خوشنما درخت بن جاتا ہے۔ اور اگر کسی نے بغیر نیت
صالح اور اخلاص کے عمل کیا ہے تو وہ نہ زیادہ ہوتا
ہے اور نہ بڑھتا ہے بلکہ اس شخص کا فرض اور
نفل کبھی رتبۂ قبولیت نہیں پاتا۔ اللہ پاک فرماتا ہے
کہ: "اللہ تعالیٰ سود کو محو کرتا ہے اور گھٹاتا ہے اور
صدقات کو بڑھاتا رہتا ہے"! اور اللہ تعالیٰ نے
فرمایا ہے کہ: "اللہ متقین ہی سے قبول کرتا ہے"!
اور متقین وہی با اخلاص لوگ ہیں۔
جب تم اس کو جان چکے تو اب جانو کہ نماز دین

ومجمع الطاعات ومخ العبادات ولیس فی الاعمال بعد الایمان باللہ ورسولہ شئی افضل منہ وھی عبادۃ بدنیۃ فریضۃ علی کل مکلف مسلم او مسلمۃ حر او عبد غنی اوفقیر مسافر اومقیم صحیح اوسقیم فاذا اصبحت فقل اصبحنا واصبح الملک للہ الواحد القہار وجدد ایمانک بقولک اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ اللّٰھم انت ربی لا الٰہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عہدک ووعدک ما استطعت ابوء لک بنعمتک علی وابوء بذنبی فاغفرلی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت وتوضأ مخلصا للہ تعالیٰ وقل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وتوضأ بالاسباغ مراعیا للاداب والسنن ولیس المراد بالاسباغ کثرۃ صب الماء او کثرۃ عدد الغسل فوق الثلاث ولکن المراد منہ استیعاب الاعضاء المغسولۃ

کا ستون ہے اور طاعات کا مخزن اور عبادات کا مغز ہے۔ اور سب اعمال میں اللہ اور رسولؐ پر ایمان کے بعد اس سے کوئی اور عمل افضل نہیں۔ اور یہ عبادت بدنیہ ہر ایک مکلف مسلم مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام غنی ہو یا فقیر مسافر ہو یا مقیم تندرست ہو یا بیمار سب پر فرض ہے۔

اب صبح سے لیکر سارے اعمال کی ترتیب ہم تمہیں بتلائے دیتے ہیں۔ صبح سویرے اُٹھتے ہی یہ دعا پڑہو "اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْکُ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ" اور اپنے ایمان کی تجدید اس قول سے کرو۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ اللّٰھم انت ربی لا الٰہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عہدک ووعدک ما استطعت ابوء لک بنعمتک علی وابوء بذنبی فاغفر لی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت"۔ اور خاص اللہ ہی کے لئے جلدی سے اٹھ بیٹھو اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہو اور آداب وسنن کی رعایت رکھتے ہوئے بالاسباغ (یعنی اچھی طرح) وضو کرو۔ "اسباغ" سے یہ مراد نہیں کہ زیادہ پانی ڈہولو۔ یا تین مرتبے سے زیادہ اعضاء کو دہوو بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ دہوئے جانے والے اعضا کو دہونے میں اچھی طرح گھیر لو۔

كالمرفقين والكعبين واطراف
الوجه وايصال الماء الى اصول
شعر اللحية وانو بالوضوء زوال
الحدث واستباحة الصلوة و
صل ركعتي سنة الفجر في بيتك
مخففا وليس المراد بالمخفف
عدم تعديل الاركان بل المراد
منه قصر القرأة فيهما ثم
اذهب وقت الاسفار الى
اقرب المساجد اليك وان
كان مهجورا مسبحا مستغفرا
بقولك سبحان الله وبحمدك
سبحان الله العظيم واتوب
اليك وادخل المسجد خائفا
غضبه راجيا رحمته وضع
رجلك اليمنى في المسجد وقل
رب ادخلني مدخل صدق
واخرجني مخرج صدق واجعل
لي من لدنك سلطانا
نصيرا
وصل ركعتي فرض الصبح
بالجماعة بالسكينة والوقار
وطول القرأة ما استطعت
ان كان في الوقت سعة ثم اركع مستو

جیسے کہنیاں اور ٹخنے اور چہرہ کے اطراف اور
ڈاڑھی کے بالوں کی جڑ تک پانی پہونچانے میں
کمی واقع نہ ہو؛
اور وضو کرنے سے یہ نیت کرو کہ بیوضوئی زائل
ہو اور نماز ادا کرنا مباح ہو جائے۔ پھر دو رکعتیں
صبح کی سنتیں اپنے گھر میں مخفف (ہلکی) ادا کرو
"مخفف" سے یہ مقصد نہیں کہ تعدیل ارکان (رکوع
سجدہ وغیرہ) میں جلد بازی کرو بلکہ مراد یہ ہے کہ
قرأت اس میں کم ہو۔ پھر نور کے تڑکے اپنے
قریب ترین مسجد میں جاؤ چاہے اس مسجد کو لوگوں
نے چھوڑ دیا ہو، اور راستے میں تسبیح اور استغفار
پڑھتے جاؤ۔ اس طرح سے سبحان اللہ و
بحمدک سبحان اللہ العظیم واتوب
الیک "
اور مسجد میں اس طرح سے داخل ہو کہ
اللہ کے غضب سے ڈرتا ہو اور اس کی رحمتوں کا
امیدوار ہو۔ اور پہلے اپنا دایاں پیر مسجد میں
رکھو اور یہ کہو۔ رب ادخلنی مدخل
صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل
لی من لدنک سلطانا نصیرا "
اور صبح کی دو رکعتیں فرض جماعت کے
ساتھ نہایت اطمینان اور وقار سے ادا کرو اور
اگر وقت فراخ ہے۔ تو جس قدر قرأت کو طول
دے سکو تو بہتر ہے۔ قرأت کے بعد رکوع کرو۔

ظهرك قائلاً سبحان ربي العظيم و اقله ثلاث مرات ولا حد لاكثره ثم استو قائما وتقول سمع الله لمن حمده و اكتف به ان كنت اماما وقل ربنا لك الحمد بعد قول الامام سمع الله لمن حمده ان كنت مأموما واجمع بينهما ان كنت منفردا وامكث قائما بقدر ثلاث تسبيحات ثم اهبط ساجدا واضعا وجهك بين كفيك على الارض او على السجادة و تقول سبحان ربي الاعلى و اقله ثلاث مرات و ان زدت فاحسن ثم استو قاعدا على كف رجلك اليسرى وكف رجلك اليمنى قائمة و تمكث بقدر ثلاث تسبيحات ثم اسجد ثانيا كذلك ثم انهض الى الركعة الثانية ولا تنس تكبيرات الانتقالات وعقر نفسك في جميع صلاتك جملا آبقا خائفا

اور رکوع میں اپنی پیٹھ سیدھی رکھو اور کم از کم تین بار سبحان ربی العظیم کہو اور اکثر کے لئے کوئی حد نہیں۔

پھر سر و قد کھڑے ہو جاؤ اور سمع اللہ لمن حمدہ کہو۔ اگر تم امام ہو تو اسی پر کفایت کرو اور مقتدی ہو تو امام کے سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کے بعد ربنا لک الحمد کہو۔ اور اگر نماز تنہا پڑھ رہے ہو تو دونوں جملے کہو۔ اور تین تسبیحوں کے قدر اس حال میں ٹھیرے رہو۔

پھر سجدہ کرنے کے لئے نیچے جھکو اور اپنے چہرہ کو دونوں ہاتھوں کے درمیان زمین پر یا مصلے پر رکھو اور سبحان ربی الاعلیٰ کم از کم تین بار کہو اگر اس سے زیادہ پڑھ سکو تو زیادہ بہتر ہے۔

پھر اپنے داہنے پیر کو کھڑا رکھکر بائیں پیر پر بیٹھ جاؤ اور تین تسبیحوں کے قدر ٹھیرے رہو۔ پھر دوسری مرتبہ اسی طرح سے سجدہ کرو اور پھر دوسری رکعت کے لئے اٹھو اور انتقالات (اٹھنے بیٹھنے) کی تکبیریں نہ بھول جاؤ۔

اور پوری نماز میں اپنے تئیں ایک گریختہ خائن اور خائف غلام تصور کرو جو نہایت ڈرتا ہوا اپنے مالک کے سامنے کھڑا ہوا ہو اور اس کے حکم کا انتظار کر رہا ہو کہ گرفتاری وعقوبت کا فرمان صادر ہوتا ہے یا عفو اور بخشش سے کام لیا جاتا ہے

خائفا واقفا بين يدي ربك منتظرا حكمه فيك اما بالاخذ واما بالعفو

فاذا رکعت الرکعۃ الثانیۃ وقعدت للتشھد فقل التحیات للہ و الصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ ثم صل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالصلوۃ الابراھیمیۃ وتقول ربنا اتنا الی اخر الآیۃ اللھم انی اعوذ بک من عذاب القبر واعوذ بک من فتنۃ المسیح الدجال واعوذ بک من فتنۃ المحیا والممات اللھم انی اعوذ بک من الماثم والمغرم رب انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا فاغفر لی مغفرۃ من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم رب اغفرلی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب ثم سلم عن یمینک وشمالک والاحسن ان لا تکون اماما ولا مؤذنا ولا مکبرا ولا مدرسا بالاجرۃ وان فعلتھا للہ تعالٰی استحققت اجرا عظیما

اور جبکہ دوسری رکعت بھی ختم کر چکے تو التحیات پڑھو۔ التحیات یہ ہے "التحیات للہ والصلوٰۃ والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہٗ ورسولہ۔

پھر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود ابراہیمی بھیجو اور یہ دعائیں پڑھو۔

ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار اور اللھم انی اعوذ بک من عذاب القبر واعوذ بک من فتنۃ المسیح الدجال واعوذ بک من فتنۃ المحیا والممات اللھم انی اعوذ بک من الماثم والمغرم" اور رب انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا فاغفر لی مغفرۃ من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم" رب اغفرلی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب" اور اپنے دائیں اور بائیں سلام پھیرو۔

بہتر یہ ہے کہ اجرت کی طمع پر تم امام، مؤذن، مکبر اور مدرس نہ بنو۔ اور اگر اللہ ہی کے لئے بغیر اجرت کے یہ خدمات انجام دے رہے ہو تو بڑے ثواب کے مستحق ہو۔

فاذا اديت الصلوة بمراعات
الآداب والسنن كما هو مفصل
في علم الفقه فالاحسن ان
تقعد في ذلك المحل وتشتغل
اولا بتسبيحات سبحان الله
ثلاثا وثلثين مرة والحمد لله
كذلك والله اكبر اربعا وثلثين
ثم اقرأ اية الكرسي واشتغل بالذكر
القلبي او اللساني او التفكر في
الاء الله تعالى ونعمه عليك وعلى
سائر خلقه الى ان تطلع الشمس
فاذا طلعت فصل اربع ركعات
النفل بالتسليمتين واقرأ فيهما
ماتيسر لك من القرآن ثم ارفع
يديك الى الله تعالى مبتهلا و
متضرعا وقل في دعائك اللهم
انك تعلم سري وعلانيتي فاقبل
معذرتي وتعلم حاجتي فاعطني
سؤلي وتعلم ما في نفسي فاغفر لي ذنوبي
اللهم اني اسئلك ايمانا يباشر قلبي و
يقينا صادقا حتى اعلم انه لا يصيبني
الا ما كتبت لي ورضني بما قسمت لي يا
ارحم الراحمين ثم اخرج من المسجد ناويا
الرجوع اليه واشتغل بالحرفة التي قدر
الله لك بالجوارح وقلبك مشغول

پس جبکہ نماز کو آداب اور سنتوں کی رعایت
رکھتے ہوئے جیسا کہ علم فقہ میں مفصل مذکور ہے
تم نے ادا کر دیا تو بہتر یہ ہے کہ اسی جگہ پر بیٹھ جاؤ
اور تسبیحیں پڑھنے میں مشغول ہو جاؤ۔ یعنی ۳۳ بار
سبحان اللہ اور ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ
اکبر پڑھو! پھر آیۃ الکرسی پڑھو اور ذکر قلبی یا لسانی
کے ساتھ مشغول ہو جاؤ یا اللہ پاک کی نعمتوں اور
عنایتوں میں جو تم پر اور ساری مخلوقات
پر ہیں بیٹھے فکر و شکر کیا کرو۔ یہاں تک
کہ آفتاب طلوع ہو جائے۔ طلوع کے بعد چار
رکعتیں نفل کی دو دو کر کے پڑھے۔ اور قرآن
مجید سے جو تمہیں آسان معلوم ہو ان میں قرأت
کرو۔ پھر دعا کے لئے دونوں ہاتھ اٹھاؤ اور
نہایت اخلاص اور تضرع اور زاری کے ساتھ
یہ دعا کرو۔ اللھم انک تعلم سری وعلانیتی
فاقبل معذرتی وتعلم حاجتی فاعطنی
سئولی وتعلم ما فی نفسی فاغفرلی
ذنوبی اللھم انی اسئلک ایمانا یباشر
قلبی ویقیناً صادقاً حتی اعلم انہ لا یصیبنی
الا ما کتبت لی ورضنی بما قسمت لی یا
ارحم الراحمین۔

پھر دوبارہ آنے کا ارادہ رکھتے ہوئے مسجد سے
نکلو اور ظاہری طور پر اپنے دھندے اور روزگار
میں مشغول ہو جاؤ۔ لیکن تمہارا قلب اللہ پاک کے

بذکر اللہ تعالیٰ والرجوع
الی المسجد فاذا سمعت اذان
الظهر فقم سریعا واجب
داعی ربک وجدد الوضوء
کما مر وامش الی المسجد
کذلک وصل اربع رکعات
السنۃ القبلیۃ بحضور القلب
والاخلاص واقعد فی محل صلوٰتک
الی ان یقول المکبر حی علی الفلاح
فادخل فی الصف الاول ان
وجدت خلاءً من غیر ان تضیق
علی احد وتضر احدا عن یمینک
او عن شمالک وقل قبل ان تدخل
فی صلاتک انی وجهت وجهی للذی
فطر السموات والارض حنیفا وما انا من
المشرکین ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی
للہ رب العلمین لا شریک لہ وبذلک
امرت وانا من المسلمین فاذا صلیت
مع الامام وسلمت فقل اللھم انت
السلام ومنک السلام والیک یرجع
السلام تبارکت ربنا وتعالیت یا
ذا الجلال والاکرام ثم قم وصل
رکعتی السنۃ کذلک ثم اقرء التسبیحات
المذکورۃ وایۃ الکرسی ثم ادع اللہ تعالیٰ

ذکر اور مسجد کی طرف لوٹنے کے خیال میں لگا ہوا ہے
پھر جبکہ ظہر کی اذان سنو تو جلدی سے اٹھو اور اپنے
پروردگار کے بلاوے کی اجابت کرو۔ اور نیا وضو
کرکے مسجد کی طرف اسی طرح چلو جسطرح سے کہ
پہلے بیان ہو چکا ہے۔

اور چار رکعتیں سنت کی جو پہلے پڑھی جاتی
ہیں۔ حضور قلب اور اخلاص سے پڑھکر اسی جگہ بیٹھے
رہو۔ یہانتک کہ مکبر قد قامت الصلوٰۃ کہے۔ پھر
پہلی صف میں داخل ہو بشرطیکہ وہاں جگہ ہو
اور داہنے بائیں کسی کو تمہاری وجہ سے تکلیف اور تنگی
نہ ہوتی ہو۔

اور نماز شروع کرنے سے پہلے یہ دعا پڑھو:۔
"انی وجہت وجہی للذی فطر السمٰوات والارض
حنیفا وما انا من المشرکین۔ ان صلاتی ونسکی
ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک
لہ وبذلک امرت وانا من المسلمین"

پس جبکہ تم امام کے ساتھ نماز پڑھ چکے اور
سلام پھیر چکے تو یہ دعا پڑھو:۔ "اللھم انت السلام
ومنک السلام والیک یرجع السلام تبارکت
ربنا وتعالیت یاذا الجلال والاکرام"

پھر اٹھکر دو رکعتیں سنت کی اسیطرح سے پڑھو
اور پھر تسبیحات مذکورہ اور آیت الکرسی پڑھو پھر اللہ
پاک سے وہ دعائیں مانگو جو مسنون ہیں۔ اور مسجد سے
اسی حال میں نکلو کہ پھر وہیں لوٹنے کی نیت رکھتے ہو

بالادعیة الماثورة وتخرج من المسجد
نادیا الرجوع الیه وتشتغل بحرفتك
الی ان تدخل وقت العصر فاذا سمعت
اذان العصر فقم کذلك سریعًا
مستبشرًا فرحا بدعوة اللّٰه ایاك
الی حضوره والاحسن ان تجدد الوضوء
للعصر وان کنت علی وضوء وتمشی
الی المسجد کذلك والزم نظرك
الی محل سجودك فی القیام والی
قدمیك فی الرکوع والی ارنبة
انفك فی السجود وصل قبل فرض
العصر اربع رکعات النفل ان
ساعدك الوقت ثم صل الفرض مع
الامام فان کنت فارغا من الامور
الضروریة فالاحسن ان تقعد فی
ذلك المحل الی المغرب وتشتغل
بالذکر والفکر والاحوط ان تصلی
الظهر قبل المثل والعصر بعد
المثلین قبل اصفرار الشمس
فاذا صلیت المغرب مع الامام
صل رکعتی السنة واربع رکعات
النفل بتسلیمتین او رکعتین ثم
تخرج من المسجد نادیا الرجوع الیه
تمشی الی مسکنك وتاکل عشاءك

ہو۔ پھر آکر اپنی حرفت اور کسب میں لگجاؤ عصر کے
وقت تک۔ اور عصر کی اذان سُنکر نہایت جلدی
خوشی اور بشارت پائے ہوئے کیطرح اللہ پاک
کے بلانے کی طرف لپکو جو اپنے حضور کی تمہیں
دعوت دے رہا ہے۔ اچھا یہ ہے کہ اگرچہ تمہیں وضو
ہو مگر پھر نئے سرے وضو کرو اور مسجد کی طرف
اسی طرح جاؤ جیسا کہ مذکور ہوا۔ اور نماز میں کھڑے
ہونے کی حالت میں اپنی نظر سجدے کی جگہ پر اور
رکوع میں اپنے قدموں کی پیٹھ پر اور سجدے
میں اپنے نتھنوں پر جمائے رکھو۔

عصر کے فرض سے پہلے اگر وقت کافی ہو تو
چار رکعتیں نفل کی بھی پڑھ لو۔ پھر امام کے ساتھ
فرض ادا کرو۔ اگر دنیا کے ضروری کام کاج سے
فارغ ہو تو بہتر یہ ہے کہ اسی جگہ مغرب تک بیٹھکر ذکر
اور فکر میں مشغول رہو۔

اور احتیاط کی بات یہ ہے کہ ظہر ایک مثل[له] سے
پہلے اور عصر دو مثلوں کے بعد آفتاب کے زرد ہونے
کے قبل پڑھا کرو۔ اور جب امام کے پیچھے نماز مغرب
پڑھکر فارغ ہوئے تو دو رکعتیں سنت پڑھو۔ اس
کے بعد دو رکعتیں یا چار رکعتیں نفل کی دو سلاموں
کے ساتھ پڑھو۔ تو اور بہتر ہے۔ پھر اسی لوٹنے کی نیت
کے ساتھ مسجد سے نکلو اور اپنے گھر آکر رات کا

له اصطلاح فقہ میں مثل سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک چیز کا سایہ
علاوہ اصل سایہ کے اس کے قد کے برابر ہو جائے ۱۲ (منہ)

معه اهلك اوضيفك ان كان
وتستريح ساعة فاذا سمعت اذان
العشاء فاذهب كذلك الى المسجد
وصل اربع ركعات النفل قبل الفرض
فاذا صليت العشاء مع الامام
صل ركعتي السنة والوتر ثلاث
ركعات ان لم تستيقن الانتباه
من النوم اخر الليل وان تيقنت
الانتباه فالاحسن ان توتر
اخر الليل بعد التهجد والاحسن
ان تقرء بعد صلوة العشاء سورة
تبارك الملك والم السجدة فاذا
اتيت مضجعك فقل بسمك ربي
وضعت جنبي ان امسكت نفسي
فاغفرلها وارحمها وان رددتها
فاحفظها بما تحفظ به عبادك الصالحين
بسم الله على نفسي وعلى ديني وعلى
مالي وعلى اهلي وعلى ايماني بسم الله
الذي لا يضر مع اسمه شئ في الارض
ولا في السماء وهو السميع العليم
اعوذ بكلمات الله التامات من شر ما خلق
اعوذ بالله من شر ما خلق وذرء و
برء ومن شر ما يخرج من الارض و
ما ينزل من السماء ومن شر طوارق

کھانا اپنے عیال یا مہمان کیساتھ اگر کوئی ہو تناول
کرو۔ اور کچھ دیر آرام لیکر جب عشاء کی اذان سنو
تو مسجد کی طرف جاؤ اور چار رکعتیں نفل کی فرض
سے پہلے پڑھ لو۔ اور عشاء کی نماز امام کے پیچھے
پڑھکر دو رکعتیں سنت کی اور تین رکعتیں وتر کی
پڑھو اگر تمہیں اخیر رات میں جاگ جانے کا یقین
نہ ہو ـــ اور اگر جاگ اٹھنے کا یقین رکھتے ہو
تو بہتر یہ ہے کہ وتر تہجد کے بعد اخیر شب میں پڑھی
جائے۔ اور بہتر یہ ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد
سورۂ تبارک الملک اور الم سجدہ پڑھو۔

پھر خوابگاہ پر آکر یہ دعائیں پڑھو۔

بسمك ربي وضعت جنبي ان امسكت
نفسي فاغفرلها وارحمها وان رددتها
فاحفظها بما تحفظ به عبادك الصالحين
بسم الله على نفسي وعلى ديني وعلى مالي
وعلى اهلي وعلى ايماني بسم الله الذي
لا يضر مع اسمه شئ في الارض ولا في
السماء وهو السميع العليم - اعوذ بكلمات
الله التامات من شر ما خلق - اعوذ
بالله من شر ما خلق وذرء وبرء ومن
شر ما يخرج من الارض وما ينزل من
السماء ومن شر طوارق الليل ومن
شر النفاثات في العقد ومن شر حاسد
اذا حسد ـ

اللیل ومن شر النفاثات فی العقد و
من شر حاسد اذا حسد آمنت
باللہ توکلت علی اللہ اعتصمت
باللہ ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ
ثم نم علی جنبك الایمن متوجها
الی القبلة کهیئة رقدتك فی
القبر فان قمت اخر اللیل و توضأت
وصلیت التهجد و قرأت الصلوٰۃ
علی النبی صلی اللہ علیه وسلم
مائة مرة و رب اغفرلی و
ارحمنی وعافنی واعف عنی مائة
مرة سبحان اللہ وبحمدہ سبحان
اللہ العظیم واتوب الیه مائة
مرة فذلك خیر لك من الدنیا
وما فیها والتهجد ادناه رکعتان
واعلاہ اثنتا عشرۃ رکعة فصل
ما تیسر لك من صلوٰۃ اللیل
وان قرأت سورۃ یٰس فیه
کان احسن و اعظم للاجر واعلم
یا اخی انك اذا فتحت الصلوٰۃ
ورفعت یدیك الی قرب
اذنیك و قلت اللہ اکبر فکانك
القیت ما سوی اللہ تعالیٰ وراء
ظهرك وقمت واقفا بین یدی

آمنت باللہ توکلت علی اللہ اعتصمت باللہ
ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ ؛

پھر اپنے دائیں پہلو پر کعبے کی طرف رُخ
کرکے جیسا کہ قبر میں تمہیں سونا پڑیگا سو جاؤ۔ پھر
اگر تم نے آخر شب میں اُٹھ کر وضو کیا اور تہجد کی نماز
پڑھی اور درود شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر
سَو دفعہ بھیجا اور اور سو دفعہ رب اغفرلی وارحمنی
وعافنی واعف عنی اور سو مرتبہ سبحان اللہ
وبحمدہ سبحان اللہ العظیم واتوب
الیہ پڑھا تو یہ تمہارے لئے دنیا وما فیہا سے
بہتر ہے۔

اور تہجد کی نماز کم از کم دو رکعتیں ہیں اور زیادہ
سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں جس قدر تم بآسانی
پڑھ سکو پڑھو۔

اور اگر انہیں سورۂ "یٰس" پڑھ سکو تو یہ
بہت بہتر ہے۔ اور اس میں بڑا اجر ہے"

اے عزیز! جاننا چاہئے کہ جب تم نے نماز
شروع کی اور اپنے ہاتھوں کو کانوں کے قریب لاکر
تم نے اللہ اکبر کہا تو گویا تم نے ماسوی اللہ
کو پس پشت ڈال دیا اور تم اپنے مولا و آقا کے
سامنے اس حال میں کھڑے ہو کہ اس کی پکڑ اور
گرفت سے ڈر رہے ہو۔ اور اس کی عفو و رحمت
کے امیدوار ہو۔ اور جب تم اپنے دائیں ہاتھ
کو بائیں ہاتھ پر رکھے ہوتے ہو تو اس میں اس

مولاک خائفا اخذه راجیا عفوه
واضعا یمینک علی شمالک فیه
اشارة الی انک احضرت انت
عبد مجرم بحضرة مولاک مربوطا
یداک وانت تحمد علی نعمائه
الظاهرة والباطنة بقولک
الحمد للہ رب العلمین وتسترحمه
لشدة احتیاجک الی رحمته
بقولک الرحمان الرحیم و
تستعطفه وتثنی علیه بقولک
مالک یوم الدین وتخصه وتستحقه
للعبادة بقولک ایاک نعبد و
ایاک نستعین وتسأله الاستقامة
علی الدین بقولک اهدنا الصراط
المستقیم وتسئل منه اتباع الصالحین
وتقلید الذین انعم اللہ علیهم
من النبیین والصدیقین
والشهداء والصالحین بقولک
صراط الذین انعمت علیهم و
تستعیذه من الضلالة
بقولک غیر المغضوب
علیهم ولا الضالین آمین
فاذا قرأت الفاتحة والسورة
فکانه قیل لک اخضع لربک فی

بات کی طرف اشارہ ہے کہ تم ایک مجرم غلام کی
حیثیت میں اپنے مولا کے حضور میں حاضر ہو اور
تمہارے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور
تم الحمد للہ رب العلمین کہکر اللہ تعالےٰ
کی ظاہری اور باطنی نعمتوں کا اظہار کر رہے ہو
اور الرحمن الرحیم کہکر اس کی رحمت
کی طرف غایت احتیاج کی وجہ سے اس سے
رحمت طلب کر رہے ہو۔ اور مالک یوم الدین
کے قول سے اس کے الطاف وعنایات کے
خواہاں ہو کر اس کی ثنا اور تعریف کر رہے ہو۔
اور ایاک نعبد وایاک نستعین کے کہنے
سے اپنی عبادتوں کا اسے ہی مستحق بناتے ہو۔
اور امداد طلب کرنے کے لئے اسے ہی خاص
کرتے ہو اور اھدنا الصراط المستقیم کے
کہنے سے دین پر استقامت کا سوال کر رہے ہو۔
اور صراط الذین انعمت علیہم کے
کہنے سے صالحین کی اتباع اور جن پر خداوند
تعالیٰ نے نعمتیں برسائی ہیں یعنی انبیاء، صدیقین
اور شہداء کی تقلید کا سوال کر رہے ہو اور
غیر المغضوب علیہم ولا الضالین آمین
کہتے وقت اس کے غضب اور اپنی گمراہی سے
پناہ مانگ رہے ہو۔

پس جبکہ تم فاتحہ اور قرأت پڑھ چکے تو گویا
اب تمہیں کہا جا رہا ہے کہ اب اپنے رب کے

عظمتہ کی یرحمک ویقبل عاملک
فتنحنی راکعا قائلا سبحان
ربی العظیم اشارۃ الی عظمۃ
الرب تعالی وذلۃ العبد
وکانہ قیل لک ارفع راسک
فقد عطف علیک ربک
وسمع دعائک وتسبیحک
سماع قبول فتقوم قائما وقد
فکت یداک المربوطتان و
وتقول سمع اللہ لمن حمدہ ربنا
لک الحمد علی احسانک ایای
فلما بشرت بالقبول خررت
ساجداللہ تعالی شکرا لعفوہ
لک وذللت لربک وسجتہ
بالعلو والتقدیس بقولک
سبحان ربی الاعلی وثنیت
السجدۃ لتکون
السجدتان شاهدتین لک
بتذللک لربک وتقدیسک
ایاہ وکذا الحال فی
الرکعۃ الثانیۃ فاذا اصلیت
الرکعتین اجیز لک القعود
فی مجلس انسہ وحییت
ربک بقولک التحیات

سامنے جھک جاؤ اور اس کی تعظیم زبان اور تن سے
بجا لاؤ۔ تاکہ وہ تم پر رحم کرے اور تمہاری عبادت
کو شرف قبولیت بخشے۔ پس تم جھک پڑتے ہو۔
اور رکوع کرتے ہوئے دوہرے ہو جاتے ہو اور
کہتے ہو۔ سبحان ربی العظیم۔ اس میں اشارہ
ہے پروردگار کی بڑائی اور بندے کی ذلت
کی طرف۔

اب گویا تمہیں کہا جاتا ہے کہ اپنے سر کو اٹھاؤ
کہ تمہارا رب تم پر مہربان ہوا ہے اور تمہاری دعا
اور تسبیح کو اس نے سن لیا ہے اور قبول فرمایا ہے
پس تم اس حال میں کھڑے ہو جاتے ہو کہ تمہارے
بندھے ہوئے ہاتھ بھی کھول دیئے جاتے ہیں۔
اور تم کہتے ہو سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک
الحمد کہ تم نے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔

پھر جبکہ تمہیں قبول کی بشارت مل جاتی ہے
تو تم اس شکرانہ میں کہ اللہ تعالی نے تمہیں معاف
فرما دیا ہے اس کے سامنے سجدے میں گر پڑتے
ہو اور اس طریقے سے اپنے تئیں ذلیل کرتے ہو
اور اپنے رب جل شانہ کی بڑائی اور پاکی کے ساتھ
تسبیح یعنی سبحان ربی الاعلی پڑھتے ہو اور سجدہ
کو پھر دوہراتے ہو۔ یہ اس لئے کہ یہ دو سجدے
تمہاری ذلت اور اللہ پاک کی تقدیس پر تمہارے
دو گواہ بنیں۔

اور یہی دوسری رکعت کی کیفیت اور حقیقت

لله والصلوات والطيبات
فكانه قيل لك ان جميع
ما اعطيت من الكرامة كان
ببركة رسولك صلى الله عليه
وسلم لانه المعلم لك الصلوٰة
بهذا الترتيب فتقول
حاضرا لروحه الكريمة
السلام عليك ايها النبي و
رحمة الله وبركاته فاجابك
بقوله صلى الله عليه وسلم
السلام علينا وعلى عباد الله
الصالحين ما افرد نفسه
الكريمة بل عمم سلامك
على جميع عباد الله الصالحين
لانه ارسل رحمة للعالمين
فلما سمع ارواح
الصلحاء تعميمه صلى الله
عليه وسلم نادوا باجمعهم
اشهد ان لا اله الا الله
واشهد ان محمدا عبده
ورسوله فلما سمعت
اسمه المبارك قلت
اللهم صل على سيدنا
محمد الى اخر صلوتك فكانه

ہے۔ پھر جبکہ دو نفل رکعتیں پڑھ چکے تو اب تمہیں
اپنے رب کی مجلس انس میں بیٹھنے کی اجازت
دی جاتی ہے۔ اس وقت تم اپنے پروردگار پر
سلام کہتے ہو اس قول سے کہ التحیات لله و
الصلوات والطیبات۔ اس وقت گویا
تمہیں کہا جاتا ہے کہ جو کچھ یہ فضیلت اور کرامت
تمہیں عطا ہوئی ہے۔ یہ محض حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی
برکت اور طفیل سے ہے اسلئے کہ اسی مقدس ہستی ہی نے تمہیں اس
ترتیب کے ساتھ نماز سکھائی ہے تو تم حضور
صلے اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو حاضر
سمجھکر یہ کہتے ہو کہ السلام علیک ایہا
النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تو تمہیں حضور
انور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح جواب دیتے
ہیں کہ السلام علینا وعلی عباد اللہ
الصالحین۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے
اس تمہارے سلام کو محض اپنے نفس مبارک کے
لئے خاص نہ فرمایا۔ بلکہ سب صالح بندگان خدا
کو اس میں شامل فرمالیا۔ اس لئے کہ آپ کو
رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا ہے جبکہ صلحاء کے
ارواح نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس
عام عنایت کو سنا تو سب پکار کر کہنے لگے۔
کہ اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد
ان محمدا عبدہ ورسولہ۔ اب تم حضور
صلے اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کو سنکر کہتے ہو

قیل لک سلم فقد فزت
بالسلامۃ قلت السلام علیکم
ورحمۃ اللہ یمینا وشمالا
وقلت اللّٰھم انت السلام
ومنک السلام والیک یرجع
السلام تبارکت وتعالیت یا
ذا الجلال والاکرام۔ ثم
اعلم ان الصوم جُنّۃ من
النار ولیس فی العبادات
شیٔ ابعد من الریا واشق
علی النفس منہ وھو عبادۃ
بدنیۃ فریضۃ علی کل مکلف
کالصلوۃ الا فی حق المسافر
فانہ یجوز لہ الافطار علی
قصد الاعادۃ قال اللہ
تعالٰی فی الحدیث القدسی
الصوم لی وانا اجزی بہ
وجاءت فی فضیلۃ الصوم
قول اللہ تعالٰی یوم العرض
الاکبر للصائمین کلوا و
اشربوا ھنیئا بما اسلفتم
فی الایام الخالیۃ و
الصوم ثلاثۃ انواع فرض
وواجب

اللّٰھم صل علی سیدنا محمد آخر
صلوۃ تک۔
اب تمہیں کہا جاتا ہے کہ سلام پھیر دو کہ
سلامتی سے فائز ہوئے تو تم دائیں اور بائیں
ہو۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور کہتے
ہو کہ اللّٰھم انت السلام ومنک السلام
والیک یرجع السلام تبارکت ربنا و
تعالیت یا ذا الجلال والاکرام۔
جاننا چاہیے کہ روزہ آگ (دوزخ) کے
لئے ایک سپر (ڈھال) ہے اور سب عبادات
میں نفس پر زیادہ شاق اور ریا ونمائش سے دور
تر روزہ سے کوئی چیز نہیں۔ اور یہ بدنی عبادت
ہے جو ہر ایک مکلف پر نماز کی طرح فرض ہے
مگر مسافر (ومریض وغیرہ) کو کہ اسے قضا کی
نیت اور ارادہ کے ساتھ افطار (روزہ نہ رکھنا)
جائز ہے۔
حدیث قدسی میں ہے کہ حق تعالٰی کا ارشاد
ہے کہ "روزہ خاص میرے ہی لئے ہے اور میں
اس کی بہت بڑی جزا دیتا ہوں" اور روزہ
کی فضیلت میں قیامت کے دن حق تعالٰی کا
یہ فرمانا کافی ہے کہ "کھاؤ اور پیو مزے سے
اس صلہ میں جو تم ایام گذشتہ میں بھیج چکے
ہو" آیت
روزے کی تین قسمیں ہیں۔ فرض۔ واجب

وَنفل فصيام شهر رمضان
فرض على كل مكلف صحيح
مقيم وليس الصوم الامساك
عن المفطرات الثلاثة بل
هناك مفطرات خمس اخر و
هو الكذب والغيبة
والنميمة واليمين الغموس و
النظر بالشهوة فان حفظت
صومك عن المفطرات جميعها
كان الصوم جنة لك من النار
وذخر الك يوم القيمة وان
لم تحفظه ما كان لك من الصوم
الا الجوع والعطش فاجتهد يا
اخي حتى يسلم صومك من
المفطرت المذكورات ويكون
ثواب صومك مستوفي لأن
ان يكون هدية منك الى ربك
وصيام النذور والنسك و
الكفارات من جملة الواجبات وصيام
ست من شوال وصوم يوم عاشورا
ويوما بعده او يوما قبله وصوم
ايام البيض من جملة النوافل
فيها فضيلة عظيمة وان لم تستطع
فما جعل الله عليك في الدين من حرج

اور نفل، رمضان کے روزے تو ہر ایک مکلف تندرست
مقیم پر فرض ہیں۔
اور جانو کہ روزہ محض اس سے عبارت نہیں کہ
مفطرات ثلثہ (تین روزہ توڑنے والی چیزوں یعنی کھانے
پینے اور جماع) سے رُک جاؤ بلکہ اس کے پانچ اور بھی
مفطرات ہیں اور وہ یہ ہیں جھوٹ، غیبت، چغلی، جھوٹی
قسم کھانا اور نظر بد۔ اگر تم نے روزے کو ان سب مفطرات
سے بچا لیا تو تمہارا روزہ بیشک آگ کے سامنے سپر
ہوگا۔ اور قیامت کے دن کے لئے تمہارا توشہ بنجائیگا
اور اگر تم نے ان امور سے حفاظت کا خیال نہ رکھا
تو تمہیں روزے سے بھوک اور پیاس کے سوا کیا
حاصل ہوا؟
تو اے عزیز! کوشش کرو کہ تمہارا روزہ ان
سب مفطرات مذکورہ سے سلامت رہے اور تمہارے
روزے کا ثواب اس قابل ولائق ہو کہ اسے اپنے
رب کی بارگاہ میں ہدیہ بنا کر بھیج سکو۔ اور کفارات
اور نذروں اور نسک کے روزے واجب ہیں۔
اور شوال کے چھ روزے اور عاشورا کے دن کا
روزہ اور ایک دن پہلے اس سے یا ایکدن اس کے بعد
روزہ رکھنا اور ایام بیض (۱۳-۱۴-۱۵ ہر ماہ) کے
روزے نوافل میں سے ہیں، اگر یہ روزے رکھ سکو
تو انہیں بڑی فضیلت ہے اور اگر اتنی طاقت نہ ہو

"تو اللہ تعالیٰ نے دین کے بارہ میں تم پر کوئی تکلیف
لازم نہیں کی ہے"

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
من صام رمضان واتبعہ بستۃ
من شوال کان کمن صام
الدھر کلہ لان الحسنۃ بعشر
امثالھا فشھر رمضان بعشرۃ
اشھر والستۃ بستین صار
المجموع سنۃ کاملۃ وذلک
فضل اللہ یؤتیہ من یشاء و
الاحسن ان لا تاکل فی لیالی
الصیام مافات منک اکلہ
ایام الصیام وان لا تجعل بطنک
وعاء الطعام وتملاہ الی حلقک
بل لازم بعض الجوع کی یظھر
علیک سر الصوم وھو الانتباہ
علی جوع الفقراء والمساکین و
والاحسن ان تصدق علی
الفقراء طعام غدائک و
المسنون فی لیالی شھر رمضان
ان تصلی عشرین رکعۃ صلوۃ
التراویح بعد فرض العشاء وسنتہ
والافضل ان تقرأ او تسمع من
قاری ختمات القرآن العظیم
فمن صام نھارہ وقام لیالیہ
بالتراویح کان من الصائمین القائمین

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس نے
رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد شوال
کے چھ روزے بھی رکھے تو گویا اس نے ہمیشہ
روزے رکھے ؛ اس لئے کہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا
دیا جاتا ہے تو رمضان کا ایک مہینہ دس مہینے کے
برابر ہوا۔ اور چھ دن اس حساب سے ساٹھ دن
ہوئے۔ کل دن ملاکر ایک سال کامل ہو گیا۔ یہ
اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے دے ؛

اور بہتر یہ ہے کہ رمضان کی راتوں میں اتنا
نہ کھاؤ کہ دن کے کھانے کی کسر نکل جائے اور
اپنے پیٹ کو کھانے کا برتن سمجھکر حلق تک نہ
ٹھونس دو۔ بلکہ کچھ بھوک رہنے دو۔ تاکہ روزے
کے اسرار تم پر کھلیں اور ان میں سے ایک یہ ہے
کہ فقرا اور مساکین کی بھوک کا تمہیں احساس اور
قدر ہو اور سب سے بہتر تو یہ ہے کہ اپنے دن کا بچا ہوا
کھانا فقرا پر صدقہ کر دو۔

اور رمضان کی راتوں میں عشا کے فرض اور سنت
کے بعد مسنون ہے (مراد سنت سے خلفائے راشدین
کی سنت ہے) کہ نماز تراویح کی بیس رکعت پڑھو۔
اور افضل یہ ہے کہ ان میں قرآن مجید کا ختم خود تم
پڑھو یا کسی حافظ کے پیچھے سنو۔ اسلئے کہ جس نے
رمضان کے دنوں میں روزے رکھے اور راتوں
کو تراویح میں کھڑا رہا۔ تو اس کا نام صائمین اور
قائمین کی فہرست میں لکھا جائیگا۔ باقی روزے

ف مراد من مسنون سنۃ الخلفاء الراشدین ۱۲ منہ

و باقی احکام الصوم مذکورة
فی کتب الفقه فارجعها ان شئت
الثالث من ارکان الاسلام
الحج وهو عبادة بدنیة ومالیة
فریضة علی کل من استطاع
الیه سبیلا والحج من اکبر
القربات الی الله تعالی و
لیس جزاء الحج المبرور الا الجنة
قال الله تعالی ولله علی الناس
حج البیت من استطاع الیه
سبیلا ومن کفر فان الله
غنی عن العالمین عبر
سبحانه وتعالی عن لم یحج مع
الاستطاعة بالکفر یعنی ان
من لم یحج وهو یستطیعه
فکانه کفر عیاذا بالله و
قال النبی
صلی الله علیه وسلم من
حج هذا البیت ولم
یرفث ولم یفسق رجع
کیوم ولدته امه فان
استطعت فلا تهمل حضور
بیت ربك ومواقف
مغفرة ذنبك

کے مفصل احکام وغیرہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں
اگر چاہو تو ان کی طرف رجوع کرو۔

ارکان اسلام سے تیسرا رکن حج ہے۔ اور
حج عبادت بدنیہ بھی ہے اور مالیہ بھی۔ ہر اس شخص
پر جس کو جانے کی قدرت ہو، فرض ہے۔ اور حج
اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تقرب کا بڑا وسیلہ ہے
اور حج مبرور (جس میں بھلائیاں کی گئی ہوں۔۔۔)
کی جزا جنت ہی ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ
"اللہ کے لئے لوگوں پر بیت اللہ کا حج کرنا فرض
ہے۔ اس شخص پر جس کو مقدور ہو اور جو شخص کفر
(انکار) کرے تو اللہ دنیا جہان والوں سے بےشک
بے پرواہ ہے"

اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر جو استطاعت
ہوتے ہوئے بھی روگردانی کرتا ہے۔ کفر کا لفظ
اطلاق کیا ہے۔ یعنی جس شخص نے باوصف قدرت
کے حج ادا نہ کیا تو گویا وہ کافر ہوا۔ عیاذاً باللہ۔
(اللہ پناہ میں رکھے)!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس
نے اس گھر (خانہ کعبہ) کا حج کیا اور عدول حکمی نہ
کی اور اس میں عورت سے باز رہا تو وہ گناہوں
سے پاک ہو کر اس طرح لوٹیگا۔ گویا کہ اس کو اس
دن ماں نے جنا ہے!

تو اگر تمہیں استطاعت ہے تو اپنے رب کی
بارگاہ کی حاضری اور گناہوں کی مغفرت کی جگہوں

فانك لا تدري ايمهل لك الى
قابل ام لا فاذا اردت الخروج
من بيتك واعطيت اهلك
ما يكفيهم الى رجوعك اليه من
النفقة والملبس والمسكن وما
يحتاج اليه الانسان واخذت
معك من النفقة ما يكفيك
الى رجوعك الى اهلك فاحلل
نفسك من الغرامات المالية
والنفسية واستودع من تعرفه
واجعل سفرك للحج سفر الأخرة
واقطع طمع الرجوع الى اهلك و
اطلب لرفقة الصالحين وارفق
بالرفقاء واحسن اليهم واحمل
مؤنتهم ما استطعت فاذا وصلت
الى الميقات فاخلع نعليك فانك
بالوادي المقدس طوى اعني فاخلع
نعال هواك ومقتضيات نفسك و
جرد من لباسك المالوف والبس
الكفن المسمّى بالاحرام واحسر
راسك فانك متوجه الى حرم
ربك ومحل مغفرة ذنبك وصلّ
ركعتي الاحرام بعد الطهارة الكاملة
وقل بلسان الحال والقال لبيك اللهم

کی زیارت میں غفلت نہ کرو اور ڈھیل دو۔ تمہیں کیا
خبر ہے کہ آئندہ سال تک تمہیں زندہ رہنے کی مہلت
دیجائے گی یا نہیں پس جبکہ تم اپنے گھر سے نکلنے کا
قصد کر چکے اور اپنے اہل و عیال کو رہنے کا مکان
اور کھانے پینے کا نفقہ اور لباس اتنا دے چکے جو
تمہاری واپسی تک ان کو کافی ہو سکے تو اپنے نفس
کو نفسی اور مالی تاوانوں اور حقوق سے آزاد کر لو۔
اور شناسا لوگوں سے وداعی رخصت لیلو اور حج
کے سفر کو آخرت کا سفر سمجھو اور واپس لوٹنے کا
خیال اور طمع دل سے نکال لو۔ اور صالح لوگوں کی
رفاقت اختیار کرو۔ اور رفیقوں کے ساتھ سفر میں
نرمی سے پیش آؤ۔ اور ان کے ساتھ بھلائی کرو اور
انکی پہنچائی ہوئی تکلیف جہانتک ہو سکے برداشت
کرو۔

پس جبکہ میقات[1] پر پہنچو تو اپنے جوتے اُتار ڈالو
اس لئے کہ تم وادی مقدس طوٰی میں ہو۔

یعنی اپنے نفس کی خواہشات اور آرزوؤں کی
جوتیاں اُتار ڈالو۔ اور اپنے معمولی اور مانوس
کپڑے اتار کر کفن پہن لو جسکو احرام کہا جاتا ہے اور
اپنے سر کو ننگا کر دو۔ اس لئے کہ حرم رب کی طرف
متوجہ ہو اور اپنے گناہوں کی بخشش کی جگہ حاضر
ہو رہے ہو۔ اور پوری پاکی کے بعد دو رکعتیں احرام
کی پڑھو۔ اور زبان حال اور قال سے کہو لبیک
اللّٰھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد

[1] وہ مقررہ جگہ جہاں سے احرام باندھا جاتا ہے ۱۲ منہ

لبیك لبیك لاشریك لك لبیك ان الحمد والنعمة لك والملك لاشریك لك كانك تجیب داعی ربك ابراهیم الخلیل علیه الصلوٰة والسلام حین ناداك الی حضور بیت ربك بامر الله تعالیٰ حیث قال له واذن فی الناس بالحج یاتوك رجالا وعلی كل ضامر یاتین من كل فج عمیق لیشهدوا منافع لهم ویذكرا اسم الله فی ایام معلومات بقولك لبیك وعبدك حاضر بین یدیك فاذا وقع نظرك علی الكعبة المعظمة فاسئل من الله تعالیٰ الایمان والامن من شرور النفس والشیطان وطف بالبیت سبعا متخشعا متذللا بالطریق المسنون وادع بالدعوات الماثورة والزم الملتزم وامسك ذیل البیت المكرم وادع الله تعالیٰ بخیر الدنیا والآخرة واذكر ذنوبك فی نفسك وابك علیها وصل ركعتی الطواف خلف المقام اخرج الی الصفا

والنعمة لك والملك لاشریك لك:

گویا کہ تم اپنے پروردگار کے بلانے والے حضرت ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت پر لبیک کہہ رہے ہو کہ وہ تمہیں اپنے رب کے گھر میں حاضری کے لئے پکار رہے تھے۔ جبکہ انہیں اللہ تعالیٰ نے امر فرمایا تھا کہ "لوگوں میں حج کا اعلان کر دو آئینگے وہ تمہارے پاس پیادے اور سوار ہو کر دبلی اونٹنیوں پر دور دراز راستے سے تاکہ حاضر ہو جائیں اپنے فائدے کیلئے اور اللہ کا نام لیں چند معلوم دنوں تک" تو گویا اب تم ان کے بلاوے کی اس طرح اجابت کر رہے ہو کہ: لبیک! غلام حضور میں حاضر ہے!

پس جبکہ تمہاری نظر کعبہ معظمہ پر پڑجائے۔ تو اللہ تعالیٰ سے ایمان اور نفس و شیطان کی شرارتوں سے امان کا سوال کرو اور بیت اللہ کا سات مرتبہ نہایت عجز اور اپنی ذلت کے اظہار کے ساتھ طریقۂ مسنونہ پر طواف کرو۔ اور ماثورہ دعائیں پڑھو اور ملتزم سے چپٹ جاؤ۔ اور دامن (غلاف) کعبہ مکرم پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کی خیر اور بہتری کی دعائیں مانگو۔ اور اپنے گناہوں کو اپنے دل میں یاد کر کے ان پر آنسو بہاؤ۔ اور دو رکعتیں طواف کے مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھو۔ اور صفا کی طرف قلب کی صفائی کے ساتھ نکلو اور دونوں مردوں[1]

[1] صفا اور مروہ دو پہاڑیوں کے نام ہیں ۱۲ منہ

صافی القلب واسع بالسعی بین بالمروۃ والسکینۃ والوقار ولا تؤذ احداً فی سعیک وان اوذیت فاصبر علیہا ودم علی احرامک ان کنت مفرداً او قارناً واخرج الی العرفات حاسراً حافیاً والاحسن ان تکون ماشیاً واشتغل بالتلبیۃ والدعاء والتذلل واعلم بان العرفات مثال العرصات حیث یجمع الخلائق فی صعید فمنہم الناجی ومنہم المہلک فالمقبول ھو الناجی والمخذول ھو الہالک وبعد غیبوبۃ الشمس ترجع الی المزدلفۃ کذلک والمزدلفۃ مثال المیزان الاعمال یوم القیمۃ ورمی الجمرات بمنی مثال للصراط فان مرّ علی الصراط بالسلامۃ دخل جنۃ بیت اللہ الحرام امناً مکرماً بانواع الکرامات الصوریۃ والمعنویۃ واقم بمنی ثلاثۃ ایام واذبح بعد الرمی فی الیوم الاول شاۃ ان قدرت علیہ واحلق شعر راسک والبس ثیابک

پر مروّت، اور اطمینان اور وقار سے دوڑو اور کسی کو اپنی دوڑ میں تکلیف نہ پہونچاؤ۔ اور اگر تمہیں کوئی ایذا پہونچے تو اس پر صبر کرو۔

اگر تم مفرد یا قارن ہو تو احرام باندھے ہی رہو اور عرفات کی طرف ننگے سر اور ننگے پاؤں چل جاؤ۔ بہتر یہ ہے کہ پا پیادہ چلکر جاؤ۔ اس دوران میں لبیک اور دعا اور زاری کے ساتھ ہر وقت مشغول رہو اور جانو کہ عرفات عرصات قیامت کے مثال ہے۔ جہاں پر سب لوگ ایک میدان میں جمع ہوتے ہیں۔ بعض ان میں سے ناجی ہیں اور بعض ہلاکت میں پڑے ہوئے ہیں جو ناجی ہے وہ مقبول ہے۔ اور جو مخذول (رسوا) ہے۔ وہی ہلاکت میں پڑا ہوا ہے ۞

اور غروب آفتاب کے بعد مزدلفہ کی طرف اسی طرح جیسا کہ مذکور ہوا لوٹو اور مزدلفہ میزان (ترازو) اعمال کی طرح ہے۔ جو قیامت کے دن ہوگا۔ اور منیٰ میں کنکریاں پھینکنا پلصراط کی مثال ہیں۔ اگر صراط پر سلامتی سے گذر گئے تو جنت یعنے بیت اللہ الحرام میں امن کی حالت اور طرح طرح کی عزتوں سے معزز ہو کر داخل ہوگئے پھر منیٰ میں تین دن ٹھیرو اور کنکریاں پھینکنے کے بعد اگر استطاعت ہے تو پہلے دن ایک بکرا ذبح کرو اور سر کے بال منڈاؤ۔ اور اپنے معمولی کپڑے پہن لو ۞

وفیہ ایماء الی ذبح نفسک الامارۃ بالسوء فاذبحہا حق الذبح ولا تسمنہا وترجع الی اھلک وھی اسمن واخبث مما کانت ۔ فاذا فرغت من ارکان الحج فانھض الی الطیبۃ الطاھرۃ قاصداً زیارۃ قبر المصطفیٰ وضریحہ المعطر المصفّٰی صلی اللہ علیہ وسلم والزم الادب وکثر الصلوٰۃ والسلام علیہ صلی اللہ علیہ وسلم طول الطریق وانظر الی الجبال التی بین الحرمین الشریفین بعین العز والشرف فانھا جبال وقع نظر المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم علیھا ولا تحسبہا جامدۃ فانھا تمر مر السحاب معک الی زیارتہ صلی اللہ علیہ وسلم ومن الادب ان تدخل المدینۃ المطھرۃ ماشیاً حافیاً واضعاً نظرک علی قدمیک فاذا اتیت المسجد المکرم فادخلہ بعد ما تطھرت وتطیبت ثم عند المواجھۃ الشریفۃ واضعا

اس میں اپنے نفس امارہ (جو بُری باتوں کا امر کرتا ہے) کے ذبح کی طرف اشارہ ہے ۔ پس اسکا گلا اچھی طرح کاٹ دینا ۔ اور اس کو زیادہ تیار اور موٹا نہ بنانا کہ جب تم واپس لوٹو تو یہ نفس کہیں پہلے سے بھی زیادہ موٹا اور خبیث ہو کر نہ لوٹے ۔

جب تمہیں ارکان حج سے فراغت ہوئی تو طیبہ طاہرہ (مدینہ منورہ) جانے کے لئے تیار ہو جاؤ ۔ اور اس مبارک سفر سے قصد و نیت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر پاک اور آپکی معطر و مصفّٰی خوابگاہ کی زیارت ہی ہو ۔ اور جاتے وقت سارے راستہ میں ادب کو ہاتھ سے نہ جانے دینا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بہت بہت پڑھتے رہنا اور وہ پہاڑ جو حرمین شریفین کے درمیان واقع ہیں ۔ ان کو نہایت عزت اور شرف کی نگاہ سے دیکھنا ۔ اس لئے کہ ان پر حضور انور کی نظر مبارک پڑی تھی اور ان کو بیجان اور جامد نہ سمجھنا بلکہ یہ بھی تمہارے ساتھ بادلوں کی طرح سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے چل رہے ہیں اور ادب اس میں ہے کہ مدینہ منورہ میں پا پیادہ ننگے پاؤں اپنی نظر کو قدموں پر جما کر داخل ہو جاؤ ۔

اور جب مسجد مکرم نبوی کے قریب پہونچو تو طہارت کاملہ اور خوشبو لگانے کے بعد اس میں داخل ہو ۔ اور مواجہہ شریف یعنی آنحضرت

يمينك على شمالك متوجها
لقبره الشريف ولا تحسب
انك زرته ميتا بل هو
في قبره حي يعرفك وينظر
اليك فاجتهد في الادب
والتخشع له صلى الله عليه
وسلم ولتكن اهم سؤالك
منه الشفاعة عند الله تعالىٰ
فقل الصلوٰة والسلام
عليك يا رسول الله
جئتك زائرا ظالما
لنفسي فاستغفرلي
عند ربي فقد قال الله
تعالىٰ في كلامه العظيم
على لسانك الكريم
ولو انهم اذ ظلموا
انفسهم جاؤك
فاستغفروا الله و
استغفرلهم الرسول
لوجدوا الله توابا
رحيما
وها انا جئتك مستغفرا
لذنبي فاستغفرلي عند
ربي يا خير من

کے چہرہ شریف کی طرف رُخ کر کے دایاں ہاتھ
بائیں ہاتھ پر رکھکر کھڑے رہو۔ اور کہیں یہ
خیال نہ کر بیٹھنا کہ میں حضور انور کی موت کی
حالت میں زیارت کر رہا ہوں بلکہ آپ اپنی
قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ تمہیں پہچانتے ہیں۔
اور تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں تو خشوع خضوع
اور ادب میں تمہیں نہایت کوشش کرنی چاہئیے
اور حضورؐ سے تمہارا سب سے اہم سوال آپ
کی شفاعت کا ہی ہونا چاہئے پس کہو الصلوٰۃ
والسلام علیک یا رسول اللہ حضور! میں آپکی زیارت
کے لئے اس حال میں حاضر ہوا ہوں کہ اپنے
آپ پر ظلم کئے ہوئے ہوں۔ تو آپ میرے رب
سے میرے لئے مغفرت وبخشش طلب کیجئے۔
اس لئے کہ حق تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں آپ
ہی کی زبان مبارک سے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ
"اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا
تھا۔ تمہارے پاس آجاتے اور اللہ سے
معافی چاہتے۔ اور معافی چاہتے ان کے لئے
رسول تو ضرور پاتے اللہ کو توبہ قبول فرمانیوالا
بڑا مہربان"
تو حضور دیکھئے میں بھی آپکے پاس اپنے
گناہوں کی بخشش اور معافی چاہنے کے لئے حاضر
ہوا ہوں۔ آپ مجھے معافی دلوا دیجئے۔
ترجمہ شعر:- اے ان سب لوگوں سے بہترین

دفنت فی التراب اعظمه فطاب
من طیبهن القاع والاکم
روحی الفداء لقبر انت ساکنه
فیه العفاف وفیه الجود والکرم
ولا ترسل نظرك الی زینة المسجد
وتزخرفه بالذهب وغیر
ذلك واسرح نظر قلبك الی
الانوار والاسرار النازلة علی
حرمه المکرم وسلم کذلك علی
صاحبیه وضجیعیه ورفیقیه
فی الدنیا والبرزخ والآخرة
الصدیق والفاروق رضی الله
عنهما ومن الادب ان لا تلصق
جسدك بالشباك المحترم فان
ذلك محل حضور المقربین من
الملئکة وعباد الله الصلحین
واغتنم ایام المجاورة للطیبة
الطاهرة واجتهد حق الاجتهاد
فی العبادة واحیاء لیالی المجاورة
وزر المآثر والمقابر خصوصًا
البقیع واغتنم فیه زیارة ذی
النورین وضرائح الآل الاطهر
والاولاد المطهر وامهات المؤمنین
رضوان الله علیهم اجمعین وسائر عباد
الله الصالحین

جن کی ہڈیاں مٹی میں دفن کی گئی ہیں، جنکی خوشبو سے
چٹیل میدان اور ٹیلے سب خوشبو دار ہوگئے ہیں میری
روح اس قبر پر قربان ہو جس میں آپ استراحت فرما
ہیں۔ اس میں بڑی نفاست اور پاکیزگی ہے اور اس
میں جود و کرم کا دریا امنڈ رہا ہے؟

اور اپنی نظر کو مسجد کی زیب و زینت اور اس کے
طلائی نقوش اور اس کی آراستگی میں نہ لگاؤ بلکہ
اپنے قلب کی نظر ان انوار اور بھیدوں میں گاڑ دو جو
آپکے حرم محترم پر برس رہے ہیں۔

اسی طرح آپ کے ہمخواب صاحبین اور دنیا و
برزخ و آخرت کے رفیق سیدنا صدیق و سیدنا
فاروق رضی اللہ عنہما پر سلام کہو۔

اور ایک بات ادب کی یہ ہے کہ اپنے جسم کو
ان محترم جالیوں سے نہ چپٹاؤ اس لئے کہ وہ مقربین
ملائکہ اور عباد صالحین کے حاضری کی جگہ ہے۔

اور طیبہ طاہرہ (مدینہ منورہ) کے ہمسائگی کے
مبارک ایام کو نہایت غنیمت سمجھو اور اس زمانہ میں
عبادت اور راتوں کے جاگنے میں بہت کوشش
کرو۔

اور دوسرے یادگار مقامات اور قبرستانوں کی
زیارت کرو خصوصًا جنت البقیع کے مقابر کی اور اسمیں
حضرت عثمان ذی النورین کی زیارت اور آل اطہر و
اولاد مطہر اور امہات المومنین اور باقی عباد صالحین
کی زیارت کو بہت غنیمت جانو

فان فی البقیع کنوزا لا یعلم قدرها
الا اللہ تعالیٰ وزر ما آثار احد
وقبا فان احد اجبل کان یحب
رسول اللہ و یحبہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفیہ
کنز ضریح سید الشہداء او
ضرایح سائر الشہداء ما لا
یعلم قدرها الا اللہ تعالیٰ
والرابع من ارکان الاسلام
الزکاۃ وھی عبادۃ مالیۃ فرضیۃ
بالکتاب والسنۃ ترکھا کبیرۃ
وانکارھا ارتداد کسائر الارکان
قال اللہ تعالیٰ والذین یکنزون
الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا
فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب
الیم یوم یحمی علیھا فی نار جھنم
فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم
وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم
وقال الصدیق رضی اللہ تعالیٰ
عنہ واللہ لا قاتلن من

فرق
بین الصلوٰۃ
و
الزکاۃ

بقیع میں ایسے خزانے مدفون ہیں جن کی قدر کو اللہ
تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور احد اور قبا کے آثار
ومقابر کی زیارت کیلئے بھی جاؤ۔ احد ایسا پہاڑ ہے
جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کیا کرتا تھا اور
حضور صلے اللہ علیہ وسلم بھی اس سے محبت رکھتے
تھے۔ اسی احد میں سید الشہداء (حضرت حمزہ رض)
کی تربت ایک خزانہ بے بہا ہے۔ اور اس میں اور
شہیدوں کی بھی تربتیں ہیں۔ جن کے قدر ومرتبے
کو اللہ ہی جانتا ہے"

اسلام کا چوتھا رکن **زکات** ہے اور زکات
عبادت مالیہ ہے جس کی فرضیت قرآن وحدیث سے
ثابت ہے اسکا ترک گناہ کبیرہ ہے اور اس سے انکار
کرنا بھی مثل اور ارکان کے ارتداد (مرتد ہونا) ہے
حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "جو لوگ جمع کر رکھتے ہیں
سونا اور چاندی اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ
نہیں کرتے تو ان کو خوشخبری سنا دیجئے دردناک
عذاب کی۔ جس دن وہ (سونا چاندی) دوزخ کی آگ
میں تپایا جائیگا پھر اس سے داغے جائیں گے انکے
ماتھے اور کروٹیں (پہلو) اور پیٹھیں (اور کہا جائیگا)
کہ یہ ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا۔ اب مزا چکھو
اپنے جمع کرنے کا"

اور حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا
تھا کہ قسم ہے خدا کی البتہ میں اس سے لڑونگا جو
نماز اور زکات میں فرق کرتا ہے۔

على كل من له نصاب ونصاب
النقود والحلي والماشية مذكور
في كتب الفقه واعلم يا اخي
ان المال مال الله تعالى و
انت كالعبد الماذون يجوز له
التصرف في المال على نحو ما امره
به سيده وقد اذن الله لك
التصرف فيه بحصوله بالوجه الشرعي
وامرك باعطاء حصة منه الى
الفقراء والمساكين وذوي الحاجات
فلا تبخل بها واعطها من طيب
النفس واعرف المنة لله تعالى
عليك فيها حيث يقبلها منك
فانه سيجيئ زمان لا يقبل من احد
احد شيئا قال الله تعالى ولا
يحسبن الذين يبخلون بما اتاهم
الله من فضله هو خيرا لهم بل
هو شر لهم سيطوقون ما بخلوا
به يوم القيمة وان المال مال
الله تعالى
فتعطيه
من
فضله
من

اور زکات اسی پر ہوتی ہے۔ جو مالک نصاب ہو
اور نصاب نقد اور زیور اور چوپایوں کا فقہ کی کتابوں
میں مذکور ہے۔

اور اے عزیز جانو! کہ مال حقیقت میں سب اللہ
تعالیٰ ہی کا ہے تم تو ماذون (اذن دیئے گئے) غلام
کی طرح سے ہو۔ ماذون غلام کو اسی قدر مال میں
تصرف جائز ہے جہاں تک کہ اس کے آقا نے اسے
اجازت دے رکھی ہو۔ اور اللہ تعالےٰ نے تمہیں
تصرف کی اتنی اجازت دی ہے کہ مال کو شرعی طور
پر حاصل کرو اور شرعی طور پر خرچ کرو اور یہ بھی اسکا
حکم ہے۔ کہ ایک حصہ اس مال میں سے فقراء اور
مساکین اور اہل حاجت کو دیدو۔ تو پھر تم اس میں
بخل کیوں کرتے ہو تمہیں نہایت خوشی اور فراخدلی
سے دیدینا چاہیئے۔

بلکہ اللہ تعالیٰ کا احسان سمجھو کہ وہ تم سے قبول
کرتا ہے اس لئے کہ قریب ہی ایک زمانہ ایسا آئیگا
جس میں کوئی کسی سے کچھ نہ لیگا۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "نہ سمجھیں وہ لوگ جو بخل
کرتے ہیں اس مال پر جو اللہ نے انکو دیا ہے اپنی مہربانی
سے کہ یہ ان کے حق میں بہتر ہے۔ بلکہ یہ ان کے لئے
برا ہے۔ قریب ہے کہ قیامت کے دن طوق بنا کر
ڈالدیا جائیگا اس چیز کا جس پر انہوں نے بخل کیا
تھا:

جب مال اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ اور اس لئے اپنے

غیر استحقاق لك وجعلك
امیناً فیه الی اجل معدود
فلا تبخل ولا تخن فیه فانه
سیرده منك الی غیرك کما
رده من غیرك الیك ثم
اعلم ان السر فی امر الزکوٰة
اختبار الله تعالیٰ عباده کی
یعلم الصادقین منهم و
الکاذبین لان الدنیا فتنةٌ
قال الله تعالیٰ انما اموالکم
و اولادکم فتنةٌ ومحبة
الاموال والاولاد طبعیة
فمن خالف طبعه وانفق
ماله فی سبیل الله واعطی
زکوٰة ماله للفقراء فاز فوزاً
عظیماً - ومن وافق طبعه اللئیم
وبخل بما اتاه الله تعالیٰ ولم
یؤد ما افترض الله علیه
خسر خسراناً مبیناً - قال الله
تعالیٰ احسب الناس ان یترکوا ان
یقولوا اٰمنا وهم لا یفتنون
ولقد فتنا الذین من قبلهم
فلیعلمن الله الذین صدقوا
ولیعلمن الکاذبین -

فضل سے بغیر تمہاری کسی حقداری کے تم کو اس سے
فائدہ اٹھانے کا حق دیا ہے اور تمہیں ایک مقررہ
مدت تک اس پر امین بنایا ہے تو تم اس میں
خیانت اور بخل نہ کرو۔ اس لئے کہ بہت ممکن
ہے کہ وہ اسے تم سے چھین کے دوسرے کو دیدے
جیسا کہ دوسرے سے لیکے تمہیں دیدیا ہے۔
اور جانو کہ زکات کے حکم میں یہ راز ہے کہ خدا
تعالیٰ اپنے صادق اور کاذب بندوں کا امتحان
لیتا ہے۔ اس لئے کہ دنیا ایک فتنہ ہے جیسا کہ اللہ
تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "تمہارے اموال اور اولاد
فتنہ ہیں" اور اموال اور اولاد کی محبت انسان کے
لئے ایک طبعی بات ہے۔ پس جس شخص نے کہ اپنی
طبیعت کی مخالفت کی اور مال کو اللہ تعالیٰ کی
راہ میں صرف کردیا اور اپنے مال کی زکات فقراء
کو دیدی تو وہ بڑی کامیابی کو پہنچا۔
اور جس نے اپنی طبع لئیم کی موافقت کی اور اللہ
پاک کی دی ہوئی چیزوں میں بخل کرنے لگا۔ اور
اللہ نے جو اس پر فرض کیا تھا۔ اس کو ادا نہ کیا
تو وہ بڑے ٹوٹے میں رہا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ
"کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ چھوٹ جائیں گے
اتنا کہکر کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کو آزمایا نہ
جائیگا۔ اور ہم نے آزمایا تھا ان لوگوں کو جو ان سے
پہلے تھے۔ پس اللہ معلوم کریگا ان لوگوں کو جو سچے
ہیں اور معلوم کریگا جھوٹوں کو"

ومما ينجيك من عذاب
الله تعالى وغضبه الصدقة
المتطوعة على المحتاجين و
الترحم على خلق الله
صغيرا او كبيرا فقيرا
او غنيا مسلما او كافرا
انسانا او حيوانا حتى على
حشرات الارض وما اباح
الشرع قتله من الموذيات
يقتل ولا يعذب ولا
يحرق بالنار كائنا ما كان قال
النبي صلى الله عليه وسلم
الصدقة تطفئ غضب الرب
وقال عليه الصلوة والسلام
الراحمون يرحمهم الرحمان ارحموا
من في الارض يرحمكم من في
السماء ومن الادب ان
تعطى الصدقة بطيب النفس
من غير منة ولا تبعة بيدك
اليمنى ولا ترمي بالفلس والدراهم
الى الفقير بل امسكها في
كفك واحضره له حتى ياخذه
هو من يدك لتكون اليد العليا
للفقير لان الفقير

اور ان چیزوں میں سے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے
عذاب اور غضب سے نجات دے سکتی ہیں۔ ایک
نفلی صدقہ بھی ہے جو محتاج لوگوں کو دیا جاتا ہے
اور نجات دہندہ امور میں سے اللہ تعالیٰ کی
مخلوق پر رحم کرنا بھی ہے۔ چھوٹا ہو چاہے بڑا،
فقیر ہو یا غنی، مسلمان ہو یا کافر، انسان ہو چاہے
حیوان۔ یہاں تک کہ کیڑے مکوڑے پر بھی۔ اور جن
موذی جانوروں کے مارنے کی شرع شریف نے
اجازت دی ہے۔ ان کو قتل کیا جائیگا لیکن
کسی طرح بھی عذاب دینا یا آگ میں جلانا بالکل روا
نہیں۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "صدقہ
پروردگار کی آتش غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے"! اور
حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "رحم
کرنیوالوں پر رحمان بھی رحم کرتا ہے تم زمین کے
بسنے والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم
فرمائے گا"۔

اور صدقہ کے آداب میں سے یہ ہے کہ صدقہ
دل کی خوشی کے ساتھ بغیر احسان جتلانے کے
اپنے دائیں ہاتھ سے دو۔ اور دینے کے بعد
اس شخص کو کوئی تکلیف نہ پہنچاؤ۔ اور روپیہ
پیسہ فقیر کو پھینک کر نہ دو بلکہ اپنے ہاتھ پر رکھکر
اس کے سامنے کردو۔ تاکہ وہ تمہارے ہاتھ سے
لے لے، اور فقیر کا ہاتھ اونچا رہے۔ اس لئے کہ

اس سلمه الله تعالى ايات
يسئلو منك ما امرك الله
به فلا تقهر رسول ربك
فان اخذها بطيب النفس
فالمنة للفقير عليك وان
ردها او اغلظ فى السوال
فلا تؤذه بالقول ولا بالفعل
قال الله تعالى قول معروف
ومغفرة خير من صدقة
يتبعها اذى والله غنى حليم
اشار تعالى سبحانه بقوله غنى
حليم الى التخلق باخلاق الله
تعالى فانه مع غناه حليم يجب
ان يسال عنه فاللازم على
الاغنياء الحلم للفقراء فهذه
الاركان الاربعة للاسلام
قد بينا هالك مختصرا نعمها
ولا تتركها سدى فتهدم
وبهدمها يهدم الاسلام
عياذا بالله تعالى ولكل واحد
منها حدود وواجبات و
سنن ومستحبات ومكروهات
ومفسدات مذكورة فى علم الفقه
مفصلة فعليك بتعليمها

فقیر کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ تمہیں اس بار سے سبکدوش کردے جکا تمہیں خداوند تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو اپنے رب کے بھیجے ہوئے کو حقیر نہ بناؤ۔

اگر اس نے خوشی سے لیلیا تو اس کا تم پر احسان ثابت ہوا۔ اور اگر اس نے رد کردیا اور سوال میں سختی کرنے لگا۔ تو اس کو اپنے کسی قول و فعل سے ایذا نہ پہنچاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ معقول بات (کرنا) اور (خطا سے) درگذر کرنا بہتر ہے ایسی خیرات سے جس کے بعد ستانا ہو اور اللہ غنی و حلیم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے غنی اور حلیم کے کہنے سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اخلاق کے ساتھ متخلق ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ باوجود اپنی غنا کے ایسا حلیم ہے جو دوست رکھتا ہے کہ اس سے سوال کیا جائے تو غنیاء پر لازم ہے کہ فقراء کے ساتھ حلم سے پیش آئیں۔

یہ اسلام کے چار ارکان جو ہم نے مختصراً بیان کردیئے انکا خوب خیال رکھو اور بیکار سمجھکر نہ چھوڑدو۔ کہ ان کے گرنے سے اسلام کی عمارت گرجائے گی۔ عیاذاً باللہ (پناہ بخدا)

اور ان ارکان میں سے ہر ایک کے حدود اور واجبات اور سنتیں اور مکروہات اور مفسدات علم فقہ میں مفصل مذکور ہیں۔ ان کی تعلیم اپنے اوپر

رزقنا الله تعالى علما نافعا وعملا متقبلا

فصل في اعمال القلب والروح

وهذا الباب بحر واسع لا يهتدى الى ساحله الا بدليل التوفيق

اعلم ان هذين الاسمين تستعمل في هذا الباب قل من يحيط بمعانيهما وحدودهما واكثر الاغاليط منشاءها الجهل بمعانيهما فها انا اذكر لك ما هو مقرر عند علماء الربانيين في بيانهما واكثر ما اذكره مستنبط من كتاب احياء علوم الدين لحجة الاسلام ابي حامد محمد الغزالي رحمه الله تعالى بالاختصار وكتاب الاحياء مستغن بجنسه عن توصيفنا هذا اطنب العلماء فيه حتى قال الشيخ محي الدين النووي كاد الاحياء ان يكون قرآنا وقال الشيخ السقاف عبد الرحمان بن محمد العلوي من لم يطالع الاحياء ما فيه حيوة وقال الشيخ العيدروس عبدالله العلوي لو نطق الاموات

لازم رکھو۔ اللہ تمہیں علم نافع اور عمل مقبول نصیب فرمائے۔

فصل (اعمال قلب اور روح کے بیان میں)

یہ باب ایسا وسیع بحر ہے کہ اس کے ساحل تک توفیق کی رہنمائی کے بغیر کوئی ہدایت یاب نہیں ہو سکتا:

جاننا چاہیئے کہ قلب اور روح دو ایسے نام ہیں جو اس باب میں بہت مستعمل ہوتے ہیں اور شاذ و نادر ہی ایسا شخص پایا جائیگا۔ جو ان کے معانی اور حدود پر محیط ہو اور اکثر غلطیوں کا منشاء ان کے معانی سے ناواقف ہونا ہی ہے۔ جو معنی علمائے ربانیین کے نزدیک ثابت ہے وہ میں تمہیں کھول کر بتا دیتا ہوں:

اور جو میں بیان کرونگا۔ اسکا اکثر حصہ کتاب احیاء العلوم سے مختصر کر کے لیا گیا ہے جس کے مصنف حجۃ الاسلام ابو حامد محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اور احیاء العلوم اپنی خوبیوں کی وجہ سے ہماری توصیف سے مستغنی ہے اور علماء نے اس کی تعریف میں کلام کو بہت طول دیا ہے۔ یہانتک کہ شیخ محی الدین نووی کہتے ہیں کہ قریب ہے کہ احیاء العلوم قرآن ہوتا اور شیخ سقاف عبد الرحمن بن محمد علوی کہتے ہیں کہ جس نے احیاء العلوم کا مطالعہ نہیں کیا تو اس میں حیات ہی نہیں" اور شیخ عیدروس عبد اللہ علوی کہتے ہیں کہ اگر مردے بولنے لگیں تو وہ بھی احیاء العلوم

لما مرّ والا بقراءة الاحیاء قال الشیخ علی بن ابی بکر بن عبد الرحمن العلوی لو قلب اوراق الاحیاء کافر لاسلم لسر خفی مودع فیه یجذب القلوب الی حضرة علام الغیوب فقال رضی الله عنه اللفظ الاول لفظ القلب وهو یطلق لمعنیین احدهما اللحم الصنوبری الشکل المودع فی جانب الایسر من الصدر و هو لحم مخصوص و فی باطنه تجویف و فی ذلک التجویف دم اسود هو منبع الروح و معدنه و هذا القلب موجود للبهائم بل هو موجود للمیت و نحن اذا اطلقنا لفظ القلب فی هذا الباب لم نعن به ذلک فانه قطعة لحم لا قدر له وهو من عالم الملک والشهادة والمعنی الثانی هو لطیفة ربانیة روحانیة لها بهذا القلب الجسمانی تعلق و تلک اللطیفة هی حقیقة الانسان وهو المدرک العالم العارف من الانسان وهو المخاطب والمعاقب والمعاتب والمطالب ولها علاقة مع القلب الجسمانی و قد تحیرت عقول اکثر الخلق فی ادراک وجه علاقته

کے پڑھنے ہی کا امر کریں ۔ اور شیخ علی بن ابی بکر بن عبد الرحمن العلوی کہتے ہیں کہ بسبب اس پوشیدہ راز کے جو احیاء العلوم میں مضمر ہے جو دلوں کو حق تعالیٰ کی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اگر ایک کافر بھی اس کے اوراق اُلٹیگا تو مسلمان ہو جائے گا۔

امام غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پہلا لفظ قلب ہے اور اسکا اطلاق دو معنی پر ہوتا ہے۔ ایک اس صنوبری شکل گوشت کو کہتے ہیں جو بائیں جانب سینہ میں رکھا ہوا ہے اور وہ ایک خاص گوشت کا ٹکڑا ہے جسکا اندر خالی ہے اور اس خالی جگہ میں سیاہ خون بھرا ہوا ہے اور یہی روح کا منبع اور معدن ہے۔ یہ قلب تو چارپایوں بلکہ مردوں میں بھی موجود ہے اور ہم جبکہ قلب کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے ہماری مراد یہ نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ وہ تو ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جس کی کوئی قدر نہیں اور یہ عالم ملک و شہادت (عالم دنیا) سے ہے۔

دوسرے معنے اس کے یہ ہیں کہ وہ ایک ربانی اور روحانی لطیفہ ہے۔ اس کو اس قلب جسمانی کے ساتھ تعلق ہے اور یہی لطیفہ انسان کی حقیقت ہے اور یہی انسان میں مدرک اور عالم اور عارف ہے اور یہی مخاطب اور مورد عقاب و عتاب و مطالبہ ہے۔ اس کو اس قلب جسمانی کے ساتھ علاقہ تو ہے لیکن اکثر لوگوں کی عقلیں اس علاقہ کی وجہ

فان تعلقه به يضاهي تعلق
الاعراض بالاجسام و
شرح ذلك مما نتوقاه
لمعنيين احدهما انه
متعلق بعلوم المكاشفة و
ليس غرضنا في هذا
الكتاب تلك العلوم و
الثاني ان تحقيقه يستدعي
افشاء سر الروح و ذلك
مما لم يتكلم فيه رسول
الله صلى الله عليه وسلم
فليس لغيره ان يتكلم فيه
والمقصود انا اذا اطلقنا
لفظ القلب في هذا الباب
نراد نا منه هذه اللطيفة
الربانية واللفظ الثاني
الروح وهو ايضا يطلق لمعنيين
احدهما جسم لطيف منبعه
تجويف القلب الجسماني فينتشر
بواسطة العروق الضوارب الى
سائر اجزاء البدن وجريانه في
البدن وفيضان انواره فيه ايضا
يضاهي فيضان النور من السراج
الذي يدار في زوايا البيت و

کے سمجھنے میں حیران ہیں۔ اس لئے کہ اس کا تعلق
قلب جسمانی کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور اسکی شرح کو ہم
دو وجہ سے محفوظ رکھتے ہیں۔
اول تو یہ کہ علوم مکاشفہ سے متعلق ہے اور
ہماری غرض اس کتاب میں یہ علوم نہیں۔ دوسری
یہ کہ اس کی تحقیق اس امر کی خواہاں ہے کہ روح کے
راز کو افشا کیا جائے اور وہ ایسا ہے کہ اسمیں
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کلام کرنے سے
کنارہ کشی فرمائی ہے تو دوسرے کو کیا حق پہنچتا
ہے کہ اس میں گفتگو کرے۔
مقصود یہ ہے کہ جب ہم قلب کا لفظ اس باب
میں لائیں تو اس سے مراد وہی لطیفہ ربانیہ ہے
اور دوسرا لفظ روح ہے۔ اس کی بھی دو معنی آتے
ہیں۔ ایک ان میں سے یہ ہے کہ وہ ایک جسم
لطیف ہے جسکا منبع قلب جسمانی کی تجویف ہے
اور پھڑکنے والی رگوں (شرائین) کے ذریعہ
تمامی اجزائے بدن میں پھیل جاتا ہے۔
اور اس کا سارے بدن میں جاری ہونا اور
اس کے انوار کا فیض سارے بدن کو پہنچنا
اس چراغ کے مثال ہے جسکو گھر کے کونوں
میں گردش دی جائے جس سے ہر ایک جگہ
پر تو نور سے فائض ہو جائے۔
اور وہ ایک لطیف بخار ہے جس کو قلب کی
گرمی نے پکایا ہے۔ اور اس معنی کی شرح بیان

هو بخار لطيف نضجته حرارة
القلب وليس شرحه من غرضنا
اذ المتعلق به غرض اطباء الابدان
فاما غرض اطباء الدين
المعالجين للقلب حتى ينساق
الى جوار رب العلمين فليس
يتعلق بشرح هذه الروح
اصلا۔ المعنى الثانى هو
اللطيفة العالمة المدركة من
الانسان وهو الذى شرحناه
فى احد معانى القلب وهو
الذى اراد الله تعالى بقوله
قل الروح من امر ربي وهو
امر عجيب ربانى تعجز اكثر
العقول والافهام عن درك
حقيقته وللقلب جنود قال
الله تعالى وما يعلم جنود
ربك الا هو ونحن
الآن نشير الى بعض جنود
القلب فهو الذى يتعلق
بغرضنا وله جندان
جند يرى بالابصار وجند
لا يرى الا بالبصائر وهو فى
حكم الملك والجنود فى حكم الخدام

کرنے سے ہماری غرض وابستہ نہیں یہ کام تو اطبار
ابدان کا ہے۔ لیکن اطبار دین جو قلب کے علاج
پر معالج ہیں۔ کہ اس کو قرب بارگاہ الٰہی میں لیجائیں
ان کی غرض اس مذکورہ بالا روح سے متعلق نہیں۔
دوسری معنی یہ ہے کہ وہ ایک لطیفہ ہے جو انسان
میں عالم اور مدرک ہے۔ اور وہ وہی ہے جس کی
شرح ہم نے معانی قلب میں بیان کردی تھی۔
اور وہی ہے جس کو حق تعالیٰ نے اپنے اس قول
میں ارادہ فرمایا ہے کہ "کہیے کہ روح پروردگار
کے حکم سے ہے"

اور وہ ایک ایسا عجیب امر ربانی ہے جس کی
حقیقت کی سمجھ سے اکثر عقول اور افہام عاجز ہیں
اور قلب کے بہت سے خادم اور لشکر ہیں۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "تمہارے رب کے لشکروں
کو اس کے بغیر کوئی نہیں جان سکتا"

اب ہم قلب کے بعض لشکروں کی طرف اشارہ
کرتے ہیں۔ اور انہیں سے ہماری غرض متعلق اور
وابستہ ہے۔

اس کے لشکر پھر دو حصوں میں منقسم ہوتے
ہیں۔ ایک ایسا ہے جو آنکھوں سے دیکھا جاسکتا
ہے۔ اور ایک ایسا ہے جو نظر عقل کے بغیر نہیں
دیکھا جاسکتا۔

اور قلب بادشاہ کی طرح سے ہے اور اس کے
لشکر خادموں کا حکم رکھتے ہیں۔

فاما جند المشاهد بالعين
فهو اليد والرجل والعين
والاذن واللسان وسائر
الاعضاء الظاهرة والباطنة
فان جميعها خادمة للقلب و
مسخرة له فهو المتصرف فيها ولا
تستطيع خلافه فاذا امر العين
بالانفتاح انفتحت واذا امر
اللسان بالكلام تكلم واذا
امر الرجل بالحركة تحركت
وكذا سائر الاعضاء واما
جنده الذي لا يرى الا
بالبصائر فمنها الحواس الباطنة
اعني السمع والبصر والشم و
الذوق واللمس ومنها ما
اسكن منازل باطنة وهي تجاويف
الدماغ وهي ايضا خمسة فان الانسان
بعد رؤية الشيء يغمض عينيه
فيدرك صورته في نفسه وهو
الخيال ثم تبقى تلك الصورة
معه بسبب شيء يحفظه وهو
الحافظ ثم يتفكر في ما حفظه
فيركب بعض ذلك الى بعض ثم
يتذكر ما قد نسيه ثم يجمع جملة

اس کے وہ لشکر جو آنکھوں سے دیکھے جاتے ہیں
یہ ہیں۔ ہاتھ۔ پیر۔ آنکھ۔ کان۔ زبان اور باقی تمام
ظاہری اور باطنی اعضاء یہ سب قلب کے خادم
اور اس کے تابع و مسخر ہیں اور وہ ان میں متصرف
ہے۔ اور کوئی اس کے خلاف کرنے کی طاقت نہیں
رکھتا۔ جبکہ وہ آنکھ کو کھلنے کا حکم دیتا ہے تو کھل
جاتی ہے اور جب زبان کو گویائی کی اجازت ملتی
ہے تو کلام کرنے لگتی ہے۔ اور جب پیر کو چلنے
پھرنے کا حکم ملتا ہے تو چلتا پھرتا ہے۔ اسی طرح
سے باقی اعضا کو قیاس کرو؛

اور وہ لشکر جو نظر عقل کے بغیر نہیں دیکھے
جا سکتے۔ بعض ان میں سے حواس باطنہ ہیں یعنی
سننا۔ دیکھنا۔ سونگھنا۔ چکھنا۔ چھونا۔ اور بعض وہ ہیں
کہ جو باطنی منازل میں رہتے ہیں یعنی دماغ کی
تجاویف میں وہ بھی پانچ ہیں۔ اس لئے کہ انسان
جب کسی چیز کے دیکھنے کے بعد اپنی آنکھیں بند کر لیتا
ہے۔ تب بھی اپنے نفس میں اس کی صورت جانتا
ہے۔ یہ خیال ہے پھر یہ صورت ایک ایسے سبب
کی وجہ سے جو اس کی حفاظت کرتا ہے باقی
رہتی ہے اور وہی حافظہ ہے۔ پھر اپنی یادداشت
میں فکر کیا جاتا ہے۔ اور بعض اجزائے خیالیہ
کو بعض سے ترکیب دی جاتی ہے۔ پھر بھولے ہوئے
حصہ کو یاد کیا جاتا ہے اور سب معانی محسوسات کو
اپنے خیال میں حس مشترک کے ذریعہ اکٹھا کیا جاتا

معانی المحسوسات فی خیاله بالحس
المشترك ففی الباطن حس مشترك
وتخیل وتفکر وتذکر وحفظ
انتهی مختصرا۔ وقیل فی عوض
التفکر التوهم فکما ان الحواس
الظاهرة منقادة للقلب کذلك
الحواس الباطنة منقادة له
اذا علمت هذا فاعلم ان
القلب الصوری لکونه جزءا
شریفا یتضرر بادنی مرض و
قلما ینجو منه الانسان
فکذلك القلب المعنوی یتضرر
ویهلك بعروض الآفات
فللقلب آفات مهلکة وللسان
آفات مهلکة فاما آفات القلب
فمنها الغضب والحقد والحسد
والحرص والطمع والکبر و
اما آفات اللسان فمنها الفحش
والسب واللعن والمزاح و
السخریة والاستهزاء والکذب
والغیبة والنمیمة وجمیعها
مهلکات فاحذرها وها انا ابین لك
معانی الالفاظ المذکورة بحضرتها
من کتاب الاحیاء اما الغضب فانه شعلة

ہے تو اس طرح سے باطن میں یہ قوتیں پائی
جاتی ہیں۔ حس مشترک۔ تخیل۔ تفکر۔ تذکر۔
حفظ (انتہی مختصراً)

اور بعض تفکر کی جگہ توہم کہتے ہیں۔

جس طرح سے کہ حواس ظاہریہ قلب کے
مطیع ہیں۔ اسی طرح حواس باطنہ بھی قلب کے
فرمانبردار ہیں۔ اس جاننے کے بعد جانو کہ
قلب ظاہری جزو رئیس ہونے کی وجہ سے
جس طرح کہ ادنیٰ مرض سے بڑا ضرر پاتا ہے اور
اس سے بہت ہی کم انسان شفایاب ہوتے
ہیں بالکل اسی طرح سے قلب معنوی آفتوں
کے عارض ہونے سے ضرر پاتا ہے اور ہلاک
ہو جاتا ہے۔ قلب کے بھی آفات مہلکہ پائے
جاتے ہیں اور زبان کے بھی۔

بعض آفات قلبیہ یہ ہیں۔ غضب۔ کینہ۔ حسد
حرص۔ طمع۔ تکبر۔

اور زبان کی بعض آفتیں یہ ہیں فحش گوئی
گالی دینا۔ لعن طعن کرنا۔ بیجا خوش طبعی۔ تمسخر
(ٹھٹھا کرنا) جھوٹ بولنا۔ غیبت کرنا چغلی
اور یہ سب باتیں مہلکات ہیں۔ ان سے پرہیز
کرنا چاہئے۔

اب ان الفاظ کی معانی کتاب احیاء العلوم
سے ہم تمہارے سامنے بیان کئے دیتے ہیں
غضب آگ کا ایک شعلہ ہے جو اس آتش

نار اقتبست من نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدہ وانھا لمستکنۃ فی طی الفواد استکنان الجمر تحت الرماد ویستخرجھا الکبر الدفین فی قلب کل جبار عنید کاستخراج الحجر النار من الحدید ومن نتائج الغضب الحقد والحسد وبھما ھلک من ھلک و فسد من فسد ومفیضھما مضغۃ اذا صلحت صلح معھا سائر الجسد واذا فسدت فسد معھا سائر الجسد قال اللہ تعالیٰ فی ذم الغضب اذ جعل الذین کفروا فی قلوبھم الحمیۃ حمیۃ الجاھلیۃ فانزل اللہ سکینتہ علی رسولہ و علی المومنین الآیۃ ذم الکفار بما تظاھروا بہ من الحمیۃ الصادرۃ عن الغضب الباطل ومدح المومنین بما انزل علیھم من السکینۃ ۔ وروی ابو ھریرۃ رض

الٰہی سے لیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی بھڑکائی ہوئی ہے جو دلوں تک پہنچ جاتی ہے اور یہ دل کی تہ میں ایسا چھپا ہوا ہے جیسے راکھ کے نیچے انگارا دبا ہوا ہوتا ہے۔

اور اس آتش غضب کو تکبر کا وہ مادہ جو ہر ایک جابر اور جھگڑالو کے دل میں پوشیدہ ہے۔ اور بھی تیز کر دیتا ہے جیسا کہ لوہے سے آگ نکلنے لگتی ہے کینہ اور حسد بھی غضب ہی کے نتائج میں سے ہیں اور ان دونوں کی وجہ سے بہت لوگ خراب اور ہلاک ہوئے۔ اصل میں یہ سب فیض ایک ایسے گوشت کے ٹکڑے (قلب) کا ہے کہ جس کی اصلاح سے سارا بدن اصلاح یاب ہوتا ہے اور جس کے فساد سے سارا بدن فاسد ہو جاتا ہے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ غضب کے ذم میں فرماتا ہے کہ "جس وقت ٹھان لی کافروں نے اپنے دل میں جاہلیت کی ضد تو اللہ نے نازل فرمایا اپنی طرف سے سکون اپنے رسول اور مسلمانوں پر الآیۃ"

اللہ تعالیٰ نے کفار کی ذم اس لئے فرمائی کہ وہ اس ننگ وعار کا مظاہرہ کر رہے تھے جو کہ غضب باطل سے صادر ہوتا ہے اور مومنین کی مدح اس لئے فرمائی۔ کہ ان پر سکون اور قرار نازل فرمایا گیا ہے!

حضرت ابو ہریرۃ رض سے روایت ہے کہ

ان رجلا قال یا رسول الله مرنی بعمل واقلل قال لا تغضب ثم اعاد علیه فقال لا تغضب و قال ابن عمر قلت لرسول الله صلے الله علیه وسلم قل لی قولا واقلله لعلی اعقله فقال لا تغضب فاعدت علیه مرتین کل ذلک یرجع لی لا تغضب و عن عبد الله بن عمر انه سئل رسول الله علیه وسلم ماذا ینقذنی من غضب الله قال لا تغضب و قال ابن عمر قال النبی صلی الله علیه وسلم من کف غضبه ستر الله عورته وعن عکرمه فی قوله تعالی وسیدا وحصورا قال السید الذی لا یغلبه الغضب فادفع الغضب بکظم الغیظ ان کنت من عباد الله الصالحین

کہ ایک شخص نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ مجھے کسی عمل کا حکم فرمایئے لیکن جو بہت ہی کم ہو حضورؐ نے فرمایا کہ تم غصہ مت کرو۔ اس نے پھر یہ سوال دُہرایا آپ نے پھر فرمایا کہ غصہ نہ کرو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کچھ فرمایئے مگر جو بہت ہی کم ہو تاکہ میں سمجھ سکوں۔ آپ نے فرمایا کہ غصہ مت ہو۔ میں نے دو مرتبہ پھر اسی سوال کو دُہرایا آپ ہر ایک مرتبہ فرماتے رہے کہ غصہ مت کرو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مَیں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ مجھے کیا چیز اللہ کے غضب سے چھڑا سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم غضبناک نہ ہو۔

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے اپنے غضب کو روک لیا اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

عکرمہ رضی اللہ عنہ اللہ تعالےٰ کے اس قول یعنی سیدًا وحصورًا کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ سید وہ ہے جس پر غضب غالب نہ ہو اگر تم اللہ تعالیٰ کے صالح بندوں میں سے ہونا چاہتے ہو تو اپنے غضب اور غصہ کو پی لیا کرو۔

قال الله تعالیٰ والکاظمین
الغیظ والعافین عن
الناس وقال رسول الله
صلی الله علیه وسلم من
کف غضبه کف الله عنه
عذابه الحقد والحسد اعلم
ان الحسد ایضا من نتائج
الحقد والحقد من نتائج
الغضب نهو فرع فرعه
والغضب اصل اصله
ثم ان للحسد من الفروع
الذمیمة مالا یکاد یحصی و
قد ورد فی ذم الحسد اخبار
کثیرة قال رسول الله
صلی الله علیه وسلم
الحسد یاکل الحسنات
کما تاکل النار الحطب و
قال صلی الله علیه وسلم
لا تحاسدوا ولا تقاطعوا
ولا تباغضوا ولا تدابروا
وکونوا عباد الله اخوانا و
قال صلی الله علیه وسلم ثلاث لاینجو
منهن احد الظن والطیرة والحسد
وساحدثکم بالمخرج من ذلک اذا

اور انہی لوگوں کے بارے میں حق تعالیٰ فرماتا ہے
کہ یہ (لوگ) غصہ کو ضبط کرنیوالے اور لوگوں
سے (خطا) درگذر کرنے والے ہیں اور حضور
صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس نے اپنا
غصہ روک لیا اللہ تعالیٰ اس سے اپنا عذاب
روک لیگا ۔

کینہ اور حسد ۔ جاننا چاہیے کہ حسد کینہ کا
نتیجہ ہے اور کینہ غضب کا ثمرہ ہے تو حسد غضب
کے فرع کا فرع ہے اور غضب اسکا اصل
الاصل ہے اور حسد کے بھی اتنے بہت برے
فروع ہیں جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا اور
حسد کی برائی میں بہت ہی حدیثیں وارد ہوچکی
ہیں ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حسد
نیکیوں اور بھلائیوں کو ایسا کھا جاتا ہے جیسے
کہ آگ لکڑیوں کو کھا جاتی (جلا دیتی) ہے ۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ
حسد نہ کرو اور تعلقات نہ توڑو اور ایک دوسرے
کے پیچھے برا بھلا نہ کہو ۔ اور اے اللہ کے بندو
سب آپس میں بھائی بھائی ہوکر رہو ۔

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ
تین چیزیں ایسی ہیں جن سے کوئی نہیں بچ سکتا
بدگمانی ۔ بدفالی اور حسد (اور آپ فرماتے ہیں کہ
میں تمہیں ان سے چھٹکارے کی راہ بتلادوں
جب گمان کرو تو اسے یقین اور حقیقت نہ بناؤ

ظننت فلا تحقق واذا تطیرت فامض واذا حسدت فلا تبغ وقال صلی اللہ علیہ وسلم دب الیکم داء الامم قبلکم الحسد والبغضاء والبغضۃ ھی الحالقۃ لا اقول حالقۃ الشعر ولکن حالقۃ الدین والذی نفس محمد بیدہ لا تدخلوا الجنۃ حتی تؤمنوا حتی تحابوا الا انبئکم بما یثبت ذلک لکم افشوا السلام بینکم وقال صلی اللہ علیہ وسلم کاد الفقر ان یکون کفرا وکاد الحسد ان یغلب القدر

اور بد فالی کو خیال میں بھی نہ لاؤ اور جب حسد کرو تو ظلم ذکرو۔ اور حق سے برگشتہ نہ ہو۔

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پچھلی امتوں کی بیماری تم میں بھی سرایت کر گئی ہے (یعنی) حسد اور بغض۔ اور بغض مونڈنے والا ہے۔ (آپ فرماتے ہیں) کہ میرا یہ مقصد نہیں کہ بال مونڈنے والا ہے بلکہ دین کو مونڈنے والا ہے

اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے۔ جبتک کہ ایمان نہ لے آؤ اور آپس میں محبت نہ کرنے لگو۔ کیا میں ایسی بات سے تمہیں آگاہ نہ کروں جو تمہارے لئے ان دونوں باتوں کو لازم کردے (وہ یہ ہے کہ) آپس میں سلام بہت بہت کہا کرو۔

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قریب ہے کہ فقر کفر کو پہنچ جائے اور قریب ہے کہ حسد قدر (تقدیر الہی) پر غالب ہو جائے

البخل وحب المال

بخل اور مال کی محبت

قال اللہ تعالی یا ایھا الذین امنوا لا تلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ ومن یفعل ذلک فاولئک ھم الخسرون وقال تعالی انما اموالکم واولادکم

حق تعالی کا ارشاد ہے کہ اے ایمان والو غافل نہ بنائیں تم کو تمہارے مال اور اولاد اللہ کی یاد سے اور جو ایسا کرینگے تو وہی لوگ خسارہ (ٹوٹے) میں پڑے ہوئے ہیں۔

اور ارشاد ہے کہ تمہارے مال اور تمہاری

فتنة واللہ عندہ اجر عظیم وقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حب المال والشرف ینبتان النفاق کما ینبت الماء البقل وقال صلے اللہ علیہ وسلم ما ذئبان ضاریان ارسلا فی زریبة غنم باکثر فسادا من حب الشرف والمال والجاہ فی دین الرجل المسلم۔ بیان ذم الحرص والطمع ومدح القناعة اعلم ان الفقر محمود لکن ینبغی ان یکون الفقیر قانعا منقطع الطمع عن الخلق غیر ملتفت الی ما فی ایدیھم ولا حریصا علی اکتساب المال کیف کان ولا یمکن ذلک الا بان یقنع بقدر الضرورة من المطعم والملبس والمسکن قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لو کان لابن ادم وادیان من ذھب لابتغی لھما ثالثا ولا یملاء جوف ابن ادم الا التراب

اولاد فتنہ (آزمائش) ہیں اور اللہ کے پاس اجر عظیم ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مال اور جاہ کی محبت نفاق کو اس طرح اگاتی ہے۔ جیسے پانی سبزہ کو اگاتا ہے۔ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دو خونخوار بھیڑئیے جو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیے جائیں، وہ اتنا زیادہ فساد (نقصان) نہیں پہونچا سکتے جتنا کہ جاہ و مال کی محبت ایک مسلمان کے دین کو پہونچا سکتی ہے۔

(حرص اور طمع کی برائی اور قناعت کی مدح کا بیان) جاننا چاہئے کہ فقر اچھا ہے۔ لیکن چاہئے کہ فقیر قانع ہو یعنی لوگوں سے طمع کو توڑے ہوئے ہو۔ لوگوں کے مال و دولت کی طرف التفات نہ کرتا ہو اور مال کے حاصل کرنے میں رجا ہے وہ حلال اور حرام کسی صورت سے بھی ہو) حریص نہ ہو۔ اور یہ امور بغیر اس کے ممکن نہیں کہ خورد و نوش کی چیزوں میں اور بود و باش میں قدر ضروری پر قناعت کی جائے۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر ابن آدم کے پاس سونے سے بھری ہوئی دو وادیاں (گھاٹیاں) بھی ہوں تو پھر بھی وہ تیسری وادی کی خواہش رکھتا۔ اور ابن آدم (انسان) کے پیٹ کو مٹی کے بغیر کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔

ویتوب اللہ علی من تاب
وعن ابی واقد اللیثی قال
قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم ان اللہ عز وجل
یقول انا انزلنا المال لاقامۃ
الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ و
لو کان لابن ادم واد من
ذھب لاحب ان یکون لہ
ثان ولو کان لہ الثانی لاحب
ان یکون لھما الثالث ولا
یملاء جوف ابن ادم الا التراب
ویتوب اللہ علی من تاب

بیان ذم البخل قال اللہ تعالیٰ
ومن یوق شح نفسہ فاولٰئک
ھم المفلحون وقال تعالیٰ ولا
یحسبن الذین یبخلون بما اٰتاھم
اللہ من فضلہ ھو خیرا لھم
بل ھو شر لھم سیطوقون
ما بخلوا بہ یوم القیمۃ و
قال رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم ایاکم والشح
فانہ اھلک من کان قبلکم
حملھم علی ان سفکوا دماءھم
واستحلوا محارمھم وقال صلی اللہ علیہ

اور اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق دیتا ہے جسے چاہتا ہے
ابو واقد لیثی روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے
ہیں کہ ہم نے نماز پر قائم رہنے اور زکات دینے
کے لئے مال کو اتارا ہے اور اگر ابن آدم کے پاس
ایک سونے کی وادی ہوتی تب بھی وہ چاہتا کہ
دوسری ہو اور اگر دوسری وادی بھی ہوتی۔ تو
اس کی پھر تمنا ہوتی کہ تیسری بھی ہو۔ ابن آدم کے
پیٹ کو مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔ اور اللہ
توبہ کی توفیق دیتا ہے جسے چاہتا ہے ؛

(بخل کی برائی کا بیان) باریتعالیٰ کا ارشاد ہے
کہ "اور جو شخص محفوظ رکھا جائے اپنے نفس کے
بخل سے تو وہی لوگ فلاح پانیوالے ہیں" اور ارشاد
ہے کہ "نہ سمجھیں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اس
مال پر جو ان کو اللہ نے دیا ہے اپنی مہربانی سے
کہ یہ ان کے حق میں بہتر ہے بلکہ یہ ان کیلئے برا
ہے۔ قیامت کے دن جس پر انہوں نے بخل کیا
تھا۔ اسکا طوق بناکر انکی گردن میں) ڈالدیا جائیگا"
اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں
کہ بخل سے بچو کہ اس بخل نے ہلاک کردیا ان لوگوں
کو جو تم سے پہلے تھے۔ اسی بخل نے ان کو اس بات
پر برانگیختہ کیا تھا۔ کہ انہوں نے خونریزیاں کیں
اور محارم (حرام شدہ چیزوں) کو حلال کردیا؛
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تین

ثلاث مهلكات شح مطاع
وهوى متبع واعجاب المرء
بنفسه وقال صلى الله عليه
وسلم اياكم والظلم فان
الظلم ظلمات يوم القيمة و
واياكم والفحش ان الله لا
يحب الفاحش ولا المتفحش و
اياكم والشح فانما اهلك
من كان قبلكم الشح امرهم
بالكذب فكذبوا وامرهم
بالظلم فظلموا وامرهم
بالقطيعة فقطعوا۔ بيان
ذم الرياء قوله تعالى فويل
للمصلين الذين هم عن صلاتهم
ساهون الذين هم يراءون
وقال تعالى فمن كان يرجو لقاء
ربه فليعمل عملا صالحا ولا يشرك
بعبادة ربه احدا۔ وقال
صلى الله عليه وسلم حين سأله
رجل فقال يا رسول الله
فيم النجاة فقال ان لا يعمل العبد
بطاعة الله يريد بها الناس وفي
حديث آخر ان الله تعالى يقول
لملئكته ان هذا لم يردني بعمله

چیزیں ہلاک کرنیوالی ہیں۔ ایسا بخل جو تابع بنالے
اپنی خواہش جس کی پیروی کی جائے۔ اور خود بینی۔
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ظلم سے
بچو کہ ظلم قیامت کے دن ظلمات (اندھیریاں) بن
جائینگی۔ اور فحش سے بچو اس لئے کہ اللہ تعالے
فاحش اور متفحش (اپنا پردہ در) کو پسند نہیں کرتا اور
بخل سے بچو کہ تم سے پچھلی قوموں کو بھی بخل ہی نے
ہلاک کیا تھا۔ اسی بخل نے ان کو جھوٹ کا امر کیا تو
جھوٹ بولنے لگے۔ اور ظلم کا حکم کیا تو ظلم کرنے
لگے۔ اور صلہ رحمی کے قطع کرنے کو کہا تو قطع کرنے
لگے۔

(ریا کی برائی کا بیان) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
کہ ویل (خرابی) ہے ایسے نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز
سے بیخبر ہیں یعنی وہ جو ریا کرتے ہیں۔ اور اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے کہ "جو شخص اپنے رب کے ملنے کی
امید رکھے تو چاہے کہ نیک عمل کرے اور اپنے
رب کی عبادت میں کسی ایک کو شریک نہ کرے"۔
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جس وقت
ایک شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ نجات کس
بات میں ہے تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ
بندہ اللہ تعالے کی ایسی عبادت نہ کرے جس میں
لوگوں کا ارادہ رکھتا ہو۔
اور دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ
اپنے ملائکہ کو کہیگا کہ اس نے اپنے عمل سے میرا

فاجعلوہ فی سجین وقال صلے اللہ علیہ وسلم ان اخوف ما اخاف علیکم الشرک الاصغر قالوا وما الشرک الاصغر یا رسول اللہ قال الریاء وقال صلے اللہ علیہ وسلم استعیذوا باللہ من جب الحزن قیل و ما ھو یا رسول اللہ قال واد فی جھنم اعد للقراء المرائیین۔ بیان ذم الکبر وھو اقبح الامراض القلبیۃ قال اللہ تعالیٰ ساصرف عن ایاتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق وقال عز وجل کذلک یطبع اللہ علے کل قلب متکبر جبار وقال تعالےٰ واستفتحوا وخاب کل جبار عنید وقال تعالیٰ انہ لا یحب المتکبرین وقال تعالےٰ ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین وقد قال رسول اللہ

ارادہ نہ کیا تھا اس کو سجین (جہنم) میں دھکیل دو۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں تم پر سب سے زیادہ شرک اصغر سے ڈرتا ہوں۔ صحابہ رضی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ شرک اصغر کیا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ وہ ریا ہے۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اللہ سے پناہ مانگو جُبّ حزن سے۔ کہا گیا کہ یا رسول اللہ جب حزن کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ جہنم کی ایک وادی ہے جو ریاکار قاریوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

(کبر کی برائی کے بیان میں) کبر قلب کے مرضوں میں سب سے بڑا ہے۔ اس کے بارہ میں حق تعالےٰ کے یہ ارشادات ہیں۔ عنقریب پھیر دونگا اپنی نشانیوں سے ان لوگوں کو جو ناحق کے زمین پر تکبر کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ متکبر سرکش کے پورے دل پر اسی طرح مُہر لگا دیتا ہے۔ اور فرمایا کہ اور پیغمبروں سے فتح مانگی اور نا امید و ناکام ہوا ہر سرکش ضدی۔ اور ارشاد ہے کہ "اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا" اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بیشک جو لوگ تکبر کرتے ہیں میری عبادت سے وہ عنقریب داخل ہونگے جہنم میں ذلیل بنکر۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخل
الجنۃ من کان فی قلبہ مثقال
حبۃ من خردل من کبر ولا
یدخل النار من کان فی
قلبہ مثقال حبۃ من خردل
من ایمان وقال ابوہریرۃ
قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یقول اللہ تعالی
الکبریاء ردائی والعظمۃ
ازاری فمن نازعنی واحدا
منہما القیتہ فی جہنم ولا
ابالی وقال صلی اللہ علیہ
وسلم بئس العبد عبد تخیل
واختال ونسی الکبیر المتعال
بئس العبد عبد غفل وسہی
ونسی المقابر والبلی بئس
العبد عبد عتی وبغی و
نسی المبدء والمنتہی و
قال صلی اللہ علیہ وسلم
اہل النار کل جعظری جواظ
مستکبر جماع مناع و
اہل الجنۃ الضعفاء المقلون
فصل فی آفات اللسان
اعلم

کہ جنت میں وہ شخص داخل نہوگا جسکے دل میں ایک رائی کے دانے کے برابر بھی
کبر ہوگا اور دوزخ میں وہ شخص داخل نہوگا جس کے دل میں ایک رائی
کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا۔
اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ
اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ کبریا (بڑائی)
میری چادر ہے اور عظمت (بزرگی) میرا تہ بند
ہے[1]۔ پس جس شخص نے ان دونوں کے بارہ میں
مجھ سے جھگڑا کیا تو اس کو میں دوزخ میں ڈال
دونگا اور مجھے پرواہ نہوگی۔ اور حضور صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بُرا ہے وہ بندہ جس نے
سرکشی اور غرور کیا اور اس نے خداوند کبیر و
برتر کو بھلا دیا اور بُرا ہے وہ بندہ جس سے
غفلت برتی اور مقابر (گورستان) اور اپنے
بوسیدہ ہونے کو بھول گیا اور برا ہے وہ بندہ
جس نے گردن کشی اور بغاوت کی اور اپنے
مبدا اور منتہیٰ کو بھلا دیا۔
اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں
کہ اہل نار یہ لوگ ہیں ہر ایک بدخو۔ اکڑنے والا
متکبر۔ جمع کرنیوالا (شر کو) اور منع کرنیوالا
(خیر سے) اور اہل جنت یہ لوگ ہیں۔ ضعیف
درویش اور تھوڑی چیز پر قناعت کرنیوالے ا
(فصل آفات زبان کے بیان میں) جاننا

[1] یعنی یہ دونوں چیزیں میرے لئے خاص ہیں۔

ان خطر اللسان عظیم و لا نجاۃ من خطرہ الا بالصمت فلذلک مدح الشرع الصمت فقال صلے اللہ علیہ وسلم من صمت نجا وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام الصمت حکم و قلیل فاعلہ ای حکمۃ وحزم وقال صلے اللہ علیہ وسلم من یتکفل لی بما بین لحییہ و رجلیہ اتکفل لہ بالجنۃ وقال صلی اللہ علیہ وسلم من وقی شر قبقبہ وذبذبہ ولقلقہ فقد وقی الشر کلہ القبقب ھو البطن والذبذب الفرج واللقلق اللسان فھذہ الشھوات الثلاث بھا یھلک اکثر الخلق. الفحش والسب وبذاءۃ اللسان وھو مذموم و منھی عنہ ومصدرہ الخبث واللؤم

جاننا چاہئے کہ زبان کا خطرہ بڑا ہے اور خاموشی کے بغیر اس خطرہ سے نجات کی کوئی راہ نہیں۔ اسی لئے شرع شریف نے خاموشی کی تعریف فرمائی ہے۔

چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "جو چپ رہا وہ نجات یاب ہوا" اور حضور اکرم فرماتے ہیں کہ "خاموشی دانائی ہے اور بہت ہی کم لوگ اس پر عمل پیرا ہیں" یعنی خاموشی میں بڑی حکمتیں اور دور اندیشیاں ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "جو شخص اپنے دو جبڑوں اور دو ٹانگوں کے درمیانی اعضاء کا میرے لئے ضامن بنتا ہے تو جنت کے لئے میں اسکا ضامن ہوتا ہوں"۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "جو اپنے قبقب اور ذبذب اور لقلق کے شر سے محفوظ رہا تو گویا وہ ساری برائیوں سے بچ گیا۔ قبقب پیٹ ہے۔ ذبذب اندام نہانی اور لقلق زبان ہے۔ انہی تین کی خواہشوں سے اکثر لوگ ہلاک ہوتے ہیں (خدا ہم کو ان کے شر سے بچاوے بحرمۃ سید العباد و آلہ الامجاد)

(فحش۔ گالی بکنا۔ بکواس اور بدگوئی) یہ سب چیزیں بری ہیں اور ان سے منع کیا گیا ہے اور ان کا منبع خباثت نفس اور شرارت طبع ہے

قال صلی اللہ علیہ وسلم ایاکم والفحش فان اللہ تعالٰی لا یحب الفحش و لا التفحش وقال صلی اللہ علیہ وسلم لیس المؤمن بالطعان ولا اللعان و لا الفاحش ولا البذی و قال صلی اللہ علیہ وسلم الجنۃ حرام علی کل فاحش ان یدخلہا۔ اللعن مذموم للانسان والحیوان والجماد قال انس رض کان رجل یسیر مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بعیر فلعن بعیرہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم یا عبد اللہ لا تسر معنا علی بعیر ملعون وقال ذلک انکارا علیہ وقال ابو الدرداء رض ما لعن احد الارض الا قالت لعن اللہ اعصانا للہ الشعر فکلام حسنہ حسن و قبیحہ قبیح الا ان التجرد لہ مذموم المزاح اصلہ مذموم منہی عنہ الا قدرا یسیرا یستثنی منہ لان المزاح مطائبۃ و فیہ انبساط وطیب قلب

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "فحش سے بچو کہ اللہ تعالیٰ فحش اور تفحش (اپنی پردہ دری) کو پسند نہیں کرتا" اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "مومن لعن طعن کرنیوالا اور فاحش اور بدگو نہیں ہوتا" اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "جنت ہر ایک فاحش شخص پر حرام ہے کہ اس میں داخل ہو سکے"

انسان حیوان اور جمادات سب پر لعنت کرنا مذموم ہے حضرت انس رض سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور صلے اللہ علیہ وسلم کیساتھ ایک اونٹ پر سفر کر رہا تھا۔ اس نے اپنے اونٹ کو لعنت کی۔ اس پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اے بندۂ خدا! ہمارے ساتھ ملعون اونٹ پر نہ چل" اس سے مقصد اس کو اس فعل سے روکنا تھا ابو الدرداء رض کہتے ہیں کہ کوئی شخص جب زمین کو لعنت کرتا ہے تو زمین اس کے جواب میں کہتی ہے کہ ہم میں اللہ کی لعنت اسپر ہو جو اللہ کا زیادہ نافرمان ہے۔

(**شعر کا بیان**) شعر ایک کلام ہے اس میں جو اچھا ہو وہ بہتر ہے اور جو بُرا ہے وہ بُرا ہے مگر اسی کا ہو رہنا مطلق ناپسندیدہ ہے"

(**خوش طبعی**) اصل میں بُری ہے۔ اس تھوڑی سی خوش طبعی اس سے مستثنیٰ ہے۔ اس لئے کہ مزاح خوش طبعی ہی ہے جس سے قلب کو مسرت

والمنهي عنه الافراط والمداومة
عليه اما الافراط فيه فانه
يورث كثرة الضحك وكثرة
الضحك تميت القلب وتورث
الضغينة في بعض الاحوال
وقد قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم ان الرجل ليتكلم
بالكلمة يضحك بها جلساءه
يهوي بها في النار ابعد من
الثريا۔ السخرية والاستهزاء
وهذا محرم مهما كان موذيا
كما قال الله تعالى يا ايها
الذين امنوا لا يسخر قوم من قوم
عسى ان يكونوا خيرا منهم
ولا نساء من نساء عسى ان
يكن خيرا منهن ومعنى السخرية
الاستهانة والتحقير على وجه
يضحك منه الكذب في
القول واليمين وهو من قبائح
الذنوب وفواحش العيوب
قال النبي صلى الله عليه و
سلم اياكم والكذب فانه
مع الفجور وهما
في النار

اور نشاط حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ جائز ہے اور جو ممنوع
ہے۔ وہ افراط ہے یا اس پر مداومت کرنا ہے۔ اسلئے
کہ افراط کرنے سے ہنسی زیادہ ہوگی۔ اور زیادہ ہنسی
سے قلب پر مُردگی چھا جاتی ہے۔ اور اس سے
بعض اوقات کینہ بھی پیدا ہوتا ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو
شخص ایسی باتیں کیا کرتا ہے جس سے اسکا مقصد
ہمنشینوں کو ہنسانا ہی ہوتا ہے تو وہ اس کی وجہ
سے آگ میں گھسیٹا جائیگا ثریا سے بھی زیادہ دور۔

(ٹھٹھا اور تمسخر) یہ بھی حرام ہیں جہاں کہ ان
سے ایذا رسانی ہوتی ہو جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے
"اے ایمان والو! تمسخر نہ کیا کرے ایک قوم
دوسری قوم سے کیا بعید ہے کہ وہ (جن پر ہنستے
ہیں) بہتر ہوں ان (ہنسنے والوں) سے۔ اور نہ
عورتیں تمسخر کریں دوسری عورتوں سے کیا عجب ہے
کہ وہ بہتر ہوں ان سے؟"

اور سخریہ کے یہ معنے ہیں کہ کسی کی اہانت
کی جائے اور اس کو ذلیل کیا جائے۔ اس طرح سے
کہ لوگ اس پر ہنسیں۔

(جھوٹ بولنا اور جھوٹی قسم کھانا) یہ
بدترین گناہوں اور فاحش ترین عیبوں میں سے ہے
حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "جھوٹ
سے بچو کہ جھوٹ فجور کے ساتھ ملا ہوا ہے اور یہ دونوں
دوزخ میں لیجانے والے ہیں"

وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الکذب باب من ابواب النفاق وقال صلے اللہ علیہ وسلم الکذب ینقص الرزق وقال صلی اللہ علیہ وسلم ان التجار ھو الفجار فقیل یارسول اللہ صلے اللہ الیس قد احل اللہ البیع قال نعم ولکنھم یحلفون فیاثمون ویحدثون فیکذبون وقال صلے اللہ علیہ وسلم ثلاثۃ نفر لا یکلمھم اللہ یوم القیٰمۃ ولا ینظر الیھم المنان بعطیۃ والمنفق سلعتہ بالحلف الفاجر والمسبل ازارہ۔ الغیبۃ قد نص اللہ تعالیٰ علے ذمھا فی کتابہ وشبہ صاحبھا باکل اللحم المیتۃ فقال تعالیٰ ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جھوٹ ایک دروازہ ہے منافقی کے دروازوں میں سے۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جھوٹ رزق کو گھٹاتا ہے۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تجارت پیشہ لوگ فاسق ہوتے ہیں۔ عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نے خرید وفروخت کو جائز نہیں فرمایا ہے؟ آپ نے فرمایا بیشک جائز فرمایا ہے لیکن یہ لوگ (بے ضرورت) قسمیں کھاتے ہیں اور گنہگار ہوتے ہیں اور بات کرتے ہیں تو جھوٹ بولتے ہیں؛

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تین قسم کے آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالےٰ قیامت کے دن بات نہ کریگا اور ان پر نظر رحمت نہ ڈالیگا ایک تو وہ جو کچھ دیکر احسان جتاتا ہو۔ اور ایک وہ جو جھوٹی قسمیں کھاکر اپنی پونجی بیچتا ہو۔ اور تیسرا وہ جو اپنا تہ بند یا شلوار (حد شرعی سے) نیچے چھوڑ دیتا ہو (جو ٹخنہ کو ڈھانک لے)

(**غیبت**) حق تعالیٰ نے غیبت کی برائی کو اپنی کتاب (قرآن مجید) میں ظاہر فرمایا ہے اور غیبت کرنے کو مُردار کے گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ "اور نہ غیبت کیا کرے تم میں سے ایک دوسرے کی۔ بھلا تم میں کسی کو پسند آتا ہے کہ گوشت کھائے اپنے مرے ہوئے بھائی کا سو یہ تو تم کو مکروہ سمجھتے ہو!"

وقال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کل المسلم علی المسلم
حرام دمہ ومالہ وعرضہ
والغیبۃ تتناول العرض
وقال ابو برزۃ قال علیہ
السلام لا تحاسدوا ولا
تباغضوا ولا تناجشوا و
لا تدابروا ولا یغتب بعضکم
بعضا وکونوا عباد اللہ
اخوانا وعن جابر وابی سعید
قالا قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ایاکم و
الغیبۃ فان الغیبۃ اشد
من الزنا فان الرجل قد یزنی
فیتوب فیتوب اللہ علیہ وان
صاحب الغیبۃ لا یغفر لہ
حتی یغفر لہ صاحبہ وقال
البراء خطبنا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم حتی اسمع
العواتق فی بیوتہن فقال یا
معشر من امن بلسانہ ولم یؤمن
بقلبہ لا تغتابوا المسلمین ولا تتبعوا
عوراتہم فانہ من تتبع
عورۃ اخیہ

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسلمان
کی ہر ایک چیز دوسرے مسلمان پر حرام ہے یعنی اسکا
خون اور اسکا مال اور اس کی آبرو اور غیبت آبرو
ہی لے لیتی ہے۔ ابو برزہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "آپس میں حسد نہ کرو اور
آپس میں بغض نہ رکھو اور بھاؤ نہ بڑھاؤ (یعنی
بغیر ارادہ خریدنے کے تاکہ دوسرا نہ لے سکے)
اور پس پشت باتیں نہ بناؤ۔ اور تم میں سے بعض
بعض کی غیبت نہ کیا کریں۔ اور اے بندگانِ
خدا! آپس میں بھائی بھائی ہو کر رہو"

جابر اور ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ حضور
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تم غیبت سے بچو
کہ غیبت زناکاری سے بھی زیادہ سخت اور بری
ہے۔ کیونکہ آدمی بعض وقت زنا کرتا ہے پھر توبہ
کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول کر لیتا ہے
اور غیبت کرنیوالے کو نہیں بخشا جاتا جبتک
کہ جس کی غیبت کی گئی ہے وہ اسے نہ بخشدے"
براءؓ کہتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے وعظ سنایا یہاں تک کہ عورتوں نے اپنے
گھروں میں سن لیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے ان لوگوں
کی جماعت جو زبان سے ایمان لا چکے ہو لیکن دل
سے ایمان نہیں لائے ہو (خطاب تھا منافقین کی
طرف) مسلمانوں کی غیبت نہ کیا کرو۔ اور انکی پوشیدہ
باتوں کے پیچھے نہ پڑو۔ اس لئے کہ جو شخص اپنے

تتبع الله عورته ومن
تتبع الله عورته يفضحه في
جوف بيته وقال جابر رضـ
كنا مع رسول الله صلى الله
عليه وسلم في مسير فاتى
على قبرين يعذب صاحباهما
فقال انهما يعذبان و
ما يعذبان في كبير اما احدهما
فكان يغتاب الناس و
اما الآخر فكان لا يستنزه
من بوله فدعا بجريدة رطبة
او جريدتين فكسرهما
ثم امر بكل كسرة فغرست
على قبر وقال اما انه
سيهون من عذابهما
ما كانتا رطبتين اوما
لم ييبسا۔ النميمة قال
الله تعالى هماز مشاء
بنميم ثم قال عتل
بعد ذلك زنيم
وقال عبد الله
بن مبارك الزنيم
ولد الزنا الذى
لا يكتم الحديث

بھائی کے پوشیدہ امور میں پڑیگا تو اللہ تعالیٰ اسکی
پوشیدہ باتوں میں پڑیگا اور جس کی پوشیدہ باتوں
میں اللہ جل وعلا پڑا تو اُسے گھر کے اندر بھی رسوا
وخوار کرلیگا۔

جابرؓ کہتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ آپ ایک دو قبروں پر
تشریف فرما ہوئے کہ جس میں مردوں کو عذاب
دیا جارہا تھا حضورؐ نے فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب
تو دیا جارہا ہے لیکن کسی بڑی بات میں نہیں (یعنی
جسکو بڑی بات نہیں سمجھا جاتا) ان میں سے ایک تو ایسا
تھا جو لوگوں کی غیبت کیا کرتا تھا۔ اور دوسرا اپنے
پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا۔ اس کے بعد
آپ نے ایک سبز ٹہنی منگائی یا دو ٹہنیاں منگائیں
اور ان دونوں کو توڑا پھر آپنے فرمایا کہ ہر ایک ٹہنی
کے ٹکڑے کو ہر ایک قبر پر گاڑ دیا جائے پس وہ
گاڑ دی گئیں۔ پھر آپنے فرمایا کہ جبتک ان ٹہنیوں
میں تری باقی ہے۔ ان کے عذاب میں تخفیف اور
آسانی ہوگی (یا یہ فرمایا کہ جبتک یہ خشک نہوں)

(چغلی کھانا) حق تعالیٰ مقام ذم میں ولید بن
مغیرہ کے بارے میں فرماتا ہے کہ وہ طعنے دینے
والا۔ چغلیاں کھانیوالا ہے۔ پھر فرمایا ہے کہ بدخو
اور ان سب کے بعد زنیم (حرامزادہ) بھی ہے
عبد اللہ ابن مبارک کہتے ہیں کہ زنیم ولد الزنا
کو کہتے ہیں جو کسی بات کو نہ چھپائے۔ اور اللہ

واشار به الی ان کل
من لم یکتم الحدیث و
مشی بالنمیمة دل علی
انه ولد الزنا۔ وقال تعالیٰ
ویل لکل همزة لمزة
قیل الهمزة النمام
وقد قال صلی الله
علیه وسلم لا یدخل
الجنة نمام وفی حدیث
آخر لا یدخل الجنة
قتات والقتات النمام
وقال صلی الله علیه وسلم
ان احبکم الی الله تعالیٰ
احاسنکم خلقا المواطئون
اکنافا الذین یالفون و
یؤلفون وان ابغضکم
الی الله تعالیٰ المشاؤن
بالنمیمة المفرقون بین
الاخوان الملتمسون للبراء
العثرات وقال صلی الله
علیه وسلم الا اخبرکم
بشرارکم قالوا بلیٰ
قال
المشاؤن

تعالیٰ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جو بات
کو نہیں چھپاتا اور چغلیاں کھاتا رہتا ہے تو یہ صفت
اس کی اس بات کی طرف دلالت کرتی ہے کہ وہ
ولدالزنا ہے۔ اور حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ویل
(خرابی) ہے ہر ایک طعن چین اور ہمزہ (عیب جو)
کے لئے۔ کہا گیا ہے کہ ہمزہ کے معنے چغلخور ہے
اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
جنت میں چغلخور داخل نہیں ہوگا۔ اور دوسری
حدیث میں ہے کہ جنت میں قتات داخل نہیں
ہوگا۔ اور قتات چغلخور کو کہتے ہیں۔ اور سرور
کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ فرماتے ہیں کہ
تم میں سے محبوب ترین اللہ کو وہ ہیں جو تم
میں بہترین اخلاق والے ہیں اور اپنے پڑوسیوں
کی تکلیف برداشت کرنیوالے ہیں۔ اور دوسروں
سے محبت والفت رکھتے ہیں۔ اور دوسرے
لوگ ان سے (انکی خوشخوئی کی وجہ سے) محبت
کرتے ہیں اور تم میں سے سب سے زیادہ مبغوض
اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ لوگ ہیں چغلخوری کے
درپے ہونیوالے بھائیوں اور دوستوں میں
تفرقہ ڈالنے والے اور پرہیزگاروں کی چھوٹی موٹی
لغزشوں کے پیچھے پڑنے والے۔
اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ
کیا تم میں جو سب سے برا ہے وہ میں تمہیں بتلادوں
صحابہؓ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! آپ نے

بالنمیمة المفسدون
بین الاحبة الباغون
للبراء العیب ۔ الشبع اعلم
ان اعظم المهلکات
لابن آدم شهوة البطن
فبها اُخرج آدم علیه السلام
وحواء من دار القرار
الی دار الذل والافتقار
اذ نهیا عن الشجرة فغلبتهما
شهواتهما حتی اکلا
منها فبدت لهما سوأتهما
والبطن علی التحقیق
ینبوع الشهوات و
منبت الادواء والآفات
اذ یتبعها شهوة الفرج وشدة
شهوة الطعام والنکاح شدة
الرغبة فی الجاه والمال
الذین هما وسیلة
الی التوسع فی المنکوحات
والمطعومات ثم یتبع
استکثار المال والجاه انواع
الرعونات وضروب المنافسات
والمحاسدات ثم یتولد بینهما
آفة الریاء

فرمایا چغلخوری کے درپے ہونے والے دوستوں
میں فساد ڈالنے والے۔ پرہیزگاروں کا
عیب ڈھونڈھنے والے ۔"

(شکم پری) جاننا چاہیے کہ مہلکات
میں انسان کے لئے سب سے زیادہ ہلاک
کرنے والی پیٹ کی خواہش ہے۔ اسی کے
سبب حضرت آدم و حضرت حوا علیہما السلام
عالم راحت (جنت) سے اس ذلت و احتیاج
کی دنیا میں نکالے گئے جبکہ ان دونوں کو
ایک پیڑ کے قریب جانے سے روک دیا گیا
تھا۔ تو ان پر ان کی خواہش نے غلبہ پایا
یہاں تک کہ وہ اس سے کچھ کھا بیٹھے۔ پس
کھل گئیں ان پر ان کی شرمگاہیں۔
اور پیٹ حقیقت میں سب خواہشوں کا
سرچشمہ اور سب بیماریوں اور آفتوں کا
منبع ہے۔ اسی کے بعد اندام نہانی کی خواہشیں
بڑھتی ہیں اور مقاربت کی شہوت ہوتی
ہے۔ مقاربت اور طعام کی خواہش کے بعد
جاہ و جلال اور مال کی رغبت زور پکڑتی
ہے۔ اس لئے کہ یہی دونوں مطعومات اور
منکوحات میں عیاشی اور وسعت کے
وسیلے ہیں۔ مال اور جاہ و جلال کے بڑھانے
کے پیچھے طرح طرح کی رعونتیں اور خودآرائیاں
اور حسد ظاہر ہوتے ہیں ان سے پھر ریا کی

وغائلة التفاخر والتكاثر والكبرياء ثم يدعو ذلك الى الحقد والحسد والعداوة والبغضاء ثم يفضي ذلك بصاحبه الى اقتحام البغي والمنكر والفحشاء وكل ذلك ثمرة اهمال المعدة وما يتولد منها من بطر الشبع والامتلاء ولو ذلل العبد نفسه بالجوع وضيق به مجاري الشيطان لاذعنت لطاعة الله عزّ وجل ولم تسلك سبيل البطر والطغيان فضيلة الجوع قال رسول الله صلى الله عليه وسلم جاهدوا انفسكم بالجوع والعطش فان الاجر في ذلك كاجر المجاهد في سبيل الله وانه ليس من عمل احب الى الله من جوع وعطش وقال ابن عباس قال النبي صلى الله عليه وسلم لايدخل ملكوت السماء من ملاء بطنه

آفت اور فخر کی مصیبت نمودار ہوتی ہے اور بڑائی (تکبر) کی خرابی پیدا ہوتی ہے پھر یہ کینہ اور عداوت اور بغض کی طرف کھینچ لیجاتے ہیں۔ پھر یہ چیزیں اس کو سرکشی اور فسق و فجور تک پہونچا دیتی ہیں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ سب نتیجے پیٹ کے ہی بسر خود چھوڑ دینے کے ہیں اور پیٹ بھرنے اور سیر ہونے سے یہ ساری خرابیاں اور خرابیاں صادر ہوتی ہیں اور اگر بندہ اپنے نفس کو بھوکا رکھکر ذلیل کرے اور اسپر شیطان کے راستے بند کردے تو یقیناً خداوند تعالےٰ کی فرمانبرداری میں فروتنی برتے اور نافرمانی اور سرکشی پر جادہ پیما نہ ہوسکے۔

(**بھوک کی فضیلت**) حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "اپنے نفس سے بھوک اور پیاس کی صورت میں مجاہدہ (جنگ) کرو اسکا اجر بھی ایسا ہے جیسا کہ راہ خدا میں جہاد کرنے والے کا اور خداوند تعالیٰ کے نزدیک بھوک اور پیاس سے زیادہ پسندیدہ کوئی عمل نہیں۔

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے اپنا پیٹ بھر لیا ہے۔ وہ ملکوت السماء (عالم ارواح) میں داخل نہیں ہوسکتا۔

وقیل یارسول اللہ ای الناس افضل قال من قل مطعمہ وضحکہ ورضی بما یستر عورتہ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم سید الاعمال الجوع وذل النفس لباس الصوف قال ابوسعید الخدری قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البسوا وکلوا واشربوا فی انصاف البطون فانہ جزء من النبوۃ وقال الحسن قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفکر نصف العبادۃ وقلۃ الطعام ھو العبادۃ وقال الحسن ایضا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضلکم عند اللہ منزلۃ یوم القیمۃ اطولکم جوعا وتفکرا فی اللہ سبحانہ وابغضکم عند اللہ عزوجل یوم القیمۃ کل نؤم اکول شروب انتھی۔

اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ یا رسولؐ اللہ! لوگوں میں بہترین کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جس کا کھانا اور ہنسنا کم ہو۔ اور آپنے اتنے لباس پر کہ جس سے ستر عورت ہوسکے راضی وقانع ہو!

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سب اعمال کی سردار بھوک ہے اور نفس کی ذلت اُونی کپڑے پہننے میں ہے (جو موٹے اور معمولی ہوں)

حضرت ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پہنو اور کھاؤ اور پیو آدھے پیٹ میں کہ یہ صفت اجزاء نبوت میں سے ہے! اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فکر کرنا (صنع الٰہی میں) نصف عبادت ہے۔ اور کم کھانا پوری عبادت ہے۔

حضرت حسنؓ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ تم سب میں بہتر اور افضل از روئے مرتبہ کے اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن وہ ہے جو تم سب سے زیادہ بھوکا رہتا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں فکر کیا کرتا ہو۔ اور تم سب میں بدترین اور مبغوض حق تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن وہ ہے جو زیادہ سوتا ہو اور ڈٹ کر کھاتا ہو اور زیادہ پیتا ہو۔ انتہیٰ۔

فصل فی المنجیات فاول منازلها التوبۃ فان التوبۃ عن الذنوب بالرجوع الی ستار العیوب وعلام الغیوب مبدء طریق السالکین ورأس مال الفائزین واول اقدام المریدین ومفتاح استقامۃ المائلین اعلموا انہ لا مبعد عن لقاء اللہ الا اتباع الشہوات والانس بہذا العالم الفانی والاکباب علی حب ما لا بد من فراقہ قطعا ولا مقرب من لقاء اللہ الا قطع علاقۃ القلب عن زخرف ہذا العالم والاقبال بالکلیۃ علی اللہ طلبا للانس بہ بدوام ذکرہ وللمحبۃ لہ لمعرفۃ جلالہ وجمالہ علی قدر طاقتہ قال اللہ تعالی وتوبوا الی اللہ جمیعا ایہا المؤمنون لعلکم تفلحون وہذا امر علی العموم و قال اللہ تعالی یا ایہا الذین امنوا

(فصل نجات دہندہ امور کے بیان میں)

پہلی پہلی منزل منجیات (نجات دہندہ امور) میں توبہ کی ہے۔ اور گناہوں سے تائب ہوکر ستار العیوب اور علام الغیوب کی طرف رجوع کرنا ہی سالکین کے رستہ کی ابتداء ہے اور فائزین کا سرمایہ اور ارادت مندوں کا پہلا قدم اور برگشتگان کے استقامت کی کنجی ہے۔

جاننا چاہیے کہ دیدار الہٰی سے کوئی چیز محروم کرنیوالی نہیں مگر یہ باتیں۔ خواہشوں کا تابع ہونا۔ اس جہان فانی سے انس ومحبت اور ان چیزوں کی محبت میں اوندھا ہوکر گر پڑنا۔ جن سے الگ رہنا ضروری ہے۔

اور لقاء الہٰی کی طرف قریب کرنیوالی کوئی چیز نہیں مگر یہ صفتیں۔ اس دنیا کی زیب وزینت سے قلب کے علاقے توڑ دینا اور ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا۔

اور اس کے انس وشفقت کی طلب میں اسکا ذکر کرتے رہنا اور اس کی محبت میں اس کے جلال وجمال کی معرفت میں بقدر اپنی طاقت کے مستغرق رہنا:

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے مومنو! سب کے سب اللہ کی طرف رجوع (توبہ) کرو تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ۔ اور یہ حکم عام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے وہ لوگ جو تم ایمان

توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا
و معنی النصوح الخالص
للہ تعالیٰ وقال تعالیٰ ان
اللہ یحب التوابین ویحب
المتطہرین وقال علیہ السلام
التائب حبیب اللہ و التائب
من الذنب کمن لا ذنب لہ و
قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم للہ افرح بتوبۃ
العبد المومن من رجل
نزل فی ارض دویۃ مہلکۃ
معہ راحلتہ علیہا طعامہ
وشرابہ فوضع راسہ
فنام نومۃ فاستیقظ وقد
ذہبت راحلتہ فطلبہا
حتی اذا اشتدت علیہ الحر
والعطش او ماشاء اللہ قال
ارجع الی مکانی الذی کنت
فیہ فانام حتی اموت فوضع
راسہ علی ساعدہ لیموت
فاستیقظ فاذا راحلتہ عندہ
علیہا زادہ وشرابہ
فاللہ تعالیٰ اشد فرحا
بتوبۃ العبد المومن

لا چکے ہو اللہ کی طرف توبہ کرو توبۃ النصوح۔
توبۃ النصوح وہ توبہ ہے جو خالص اللہ تعالےٰ
ہی کے لئے ہو۔

اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ
کرنیوالوں کو اور پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا
ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ توبہ کرنیوالا
اللہ تعالیٰ کا دوست ہے۔ اور گناہ سے توبہ کرنیوالا
ایسا ہے۔ جیسا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حق تعالےٰ
مومن بندہ کی توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ
خوش ہوتا ہے۔ جو کسی ہولناک و ویران بیابان میں
جارہا ہو اس کے ساتھ اس کی سواری بھی ہو جسکے
اوپر اس کے کھانے اور پینے کا سامان ہو۔ پھر اس
نے اپنا سر رکھا اور تھوڑی دیر سو گیا پھر جب جاگا
تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کی سواری چلی گئی ہے' وہ
اس کو ڈھونڈنے لگا یہانتک کہ گرمی تیز ہو گئی اور
اس کو گرمی اور پیاس کی تکلیف نے سخت عاجز کیا
تو کہنے لگا کہ اسی جگہ چلکر پھر سو جاتا ہوں تاکہ مر جاؤں
اسی مرنے کے ارادہ سے وہ اپنی کلائی سر کے
نیچے رکھکر سو گیا۔ جب بیدار ہوا تو اچانک دیکھتا
ہے کہ اس کی سواری موجود ہے جس پر سارا توشہ
اور کھانے پینے کا سامان رکھا ہوا ہے۔ تو حضور فرماتے
ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندہ مومن کے توبہ کرنے سے

من هذا براحلته وفي بعض الالفاظ قال من شدة فرحه اذا اراد شكر الله انا ربك وانت عبدي۔

الصبر اعلم يا اخي ان الايمان نصفان نصف صبر ونصف شكر كما وردت به الآثار وهما ايضا وصفان من اوصاف الله تعالى واسمان من اسمائه الحسنى اذ سمى نفسه صبورا وشكورا فالجهل بحقيقة الصبر والشكر جهل بكلا شطري الايمان وقد وصف الله تعالى الصابرين باوصاف وذكر الصبر في القرآن في نيف وسبعين موضعا واضاف اكثر الدرجات والخيرات الى الصبر وجعلها ثمرة له فقال عز من قائل وجعلنا منهم ائمة يهدون بامرنا لما صبروا۔

اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو اس شخص کو اپنی سواری دیکھتے وقت ہوئی ہوگی۔

بعض روایتوں کے الفاظ یہ ہیں کہ "اس شخص نے اپنی سواری کو دیکھکر جب حق تعالیٰ کے شکر کا ارادہ کیا تو غایت خوشی میں یوں کہہ بیٹھا کہ "اے اللہ میں تیرا رب ہوں اور تو میرا بندہ ہے"۔

صبر: اے عزیز جاننا چاہیئے کہ ایمان کے دو حصے ہیں ایک حصہ صبر ہے اور دوسرا حصہ شکر ہے جس طرح کہ احادیث میں وارد ہو چکا ہے اور یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے اوصاف میں سے دو صفتیں ہیں۔ اور اسمائے حسنیٰ میں سے دو نام ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا نام صبور اور شکور بتلایا ہے۔ صبر اور شکر کی حقیقت سے جاہل رہنا گویا ایمان کے دونوں حصوں سے جاہل رہنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے صابرین کی بہت وصفیں بیان فرمائی ہیں اور قرآن مجید میں صبر کو کچھ اوپر ستر جگہ ذکر کیا ہے۔ اور اکثر مدارج سعادت اور نیکیوں کو صبر ہی کی طرف منسوب کیا ہے اور انکو صبر کا ثمرہ قرار دیا ہے۔

چنانچہ حق جل وعلا کا ارشاد ہے کہ "اور ہم نے ان میں سے پیشوا بنائے کہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے جبکہ انہوں نے صبر کیا۔"

وقال تعالیٰ وتمت کلمۃ ربك الحسنیٰ علیٰ بنی اسرائیل بما صبروا وقال تعالیٰ ولنجزین الذین صبروا اجرهم بما کانوا یعملون وقال تعالیٰ اولئك یؤتون اجرهم مرتین بما صبروا وقال تعالیٰ انما یوفی الصابرون اجرهم بغیر حساب. فما من قربۃ الا واجرۃ بتقدیر وحساب الا الصبر ولاجل کون الصوم من الصبر وانه نصف الایمان قال الله تعالیٰ الصوم لی وانا اجزی به وقال تعالیٰ واصبروا ان الله مع الصابرین وقال رسول الله صلی الله علیه وسلم الصبر نصف الایمان وروی جابر انه سئل صلی الله علیه وسلم عن الایمان

اور حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ "اور پورا ہوا نیک وعدہ تمہارے رب کا بنی اسرائیل پر اسوجہ سے کہ انہوں نے صبر کیا۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "جن لوگوں نے صبر کیا ہے ان کے اعمال کی وجہ سے ہم انکو ضرور اسکا بدلہ اور عوض دینگے"۔

اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "یہی ہیں جنکو ان کا دہرا اجر دیا جائیگا اس وجہ سے کہ انہوں نے صبر کیا"۔

اور حق سبحانہ وتعالیٰ کا فرمودہ ہے کہ "بیشک صابرین کو انکا اجر بے حساب بے اندازہ دیا جائے گا۔

پس کوئی بھی عبادت سوائے صبر کے ایسی نہیں جسکا اجر اندازہ اور حساب سے نہ ہو اور اس سبب سے کہ روزہ صبر کے اقسام سے ہے بلکہ نصف ایمان ہے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دونگا۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "صبر کرو اللہ صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے"۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "صبر نصف ایمان ہے"۔

اور حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے بارہ میں

فقال الصبر والسماحة وقال صلی اللہ علیہ وسلم الصبر کنز من کنوز الجنۃ وسئل مرۃ ما الایمان فقال الصبر وھذا یشبہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم الحج عرفۃ وقد وجد فی رسالۃ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ الی ابی موسی الاشعری علیک بالصبر واعلم ان الصبر صبران احدھما افضل من الآخر الصبر فی المصیبات حسن و افضل منہ الصبر عما حرمہ اللہ تعالیٰ واعلم ان الصبر ملاک الایمان و ذلک بان التقوی افضل البر والتقوی بالصبر الشکر قال اللہ تعالیٰ فاذکرونی اذکرکم واشکروالی ولا تکفرون وقال تعالیٰ ما یفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم و امنتم وقال وسنجزی الشاکرین

پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ "ایمان صبر اور جوانمردی ہے" اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "صبر جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے" اور ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایمان کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ "صبر ہے" یہ آپ کے اس قول کے مشابہ ہے کہ "حج عرفہ ہے" اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خط میں جو ابو موسیٰ اشعری کو لکھا گیا تھا یہ پایا گیا ہے کہ "صبر کو لازم پکڑو"

جاننا چاہیئے کہ صبر دو قسم پر ہے ایک قسم ان میں سے دوسرے سے افضل ہے۔ ایک مصیبتوں میں صبر کرنا ہے۔ یہ بھی اچھا ہے۔ لیکن اس سے افضل وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی کل حرام کی ہوئی چیزوں سے کیا جائے"

اور جاننا چاہیئے کہ صبر ایمان کی جڑ ہے اس لئے کہ تقویٰ سب نیکیوں سے افضل ہے اور تقوےٰ صبر ہی سے ہوتا ہے"

شکر۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "پس تم یاد رکھو مجھکو میں یاد رکھونگا تم کو اور میرا احسان مانو اور ناشکری نہ کرو"

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "تم کو عذاب دیکر اللہ کیا کریگا اگر تم شکر کرو اور ایمان پر قائم رہو۔ اور فرماتا ہے کہ ہم جزا دینگے شکر

وقال تعالیٰ اخبارا عن ابلیس
اللعین لاقعدن لهم
صراطك المستقيم قيل
هو طريق الشكر ولعلو
رتبة الشكر طعن اللعين
فی الخلق فقال ولا تجد
اكثرهم شاكرين
وقال تعالیٰ وقليل من
عبادی الشكور وقال
تعالیٰ لئن شكرتم
لازيدنكم ولم
يستثن فيه كما
استثنی فی قوله ويرزق
من يشاء بغير حساب وقال
ويغفر ما دون ذلك لمن
يشاء وقال صلی الله عليه
وسلم الطاعم الشاكر
بمنزلة الصائم الصابر
ولما قام صلی الله عليه و
سلم طول الليلة يبكی قالت
له عائشة رض ما يبكيك و
قد غفر الله لك ما تقدم
من ذنبك وما تاخر قال فلا
اكون عبدا شكورا الحديث قال الله

کرنیوالوں کو "
اور حق تعالیٰ نے ابلیس لعین کی خبر دیتے ہوئے
فرمایا ہے کہ (وہ کہتا ہے کہ) میں بھی ضرور
بیٹھونگا (انکی تاک میں) تیری سیدھی راہ پر "
کہا گیا ہے کہ وہ راہ شکر ہی کی ہے " اور شکر
کے بلند مرتبے کے سبب شیطان لعین نے بھی
باریتعالیٰ کی خلقت انسان میں اسطرح طعنہ دیا
کہ تو نہ پائیگا اکثر بنی آدم کو شکر گذار"
اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "میرے بندوں
میں شکر گذار بہت تھوڑے ہیں " اور ارشاد ہے
کہ " اگر تم شکر بجالاؤ گے تو میں تمہیں بڑھا
دونگا " اس ارشاد میں کوئی استثنا نہ فرمائی
جیسا کہ اپنے اس قول میں فرمائی ہے کہ اللہ
تعالیٰ بغیر حساب کے جس کو چاہتا ہے رزق دیتا
ہے ۔ اور ارشاد ہے کہ بخشیگا اس کے علاوہ
جس کو چاہے " کہ ان میں استثنا ہے "
حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شکر
گذار کھانے والا صابر روزہ دار کے برابر ہے "
اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ ساری
رات اٹھکر روتے رہے تو حضرت عائشہ صدیقہؓ
نے عرض کیا کہ " آپکو کونسی چیز رلا رہی ہے آپکے
تو اللہ تعالیٰ نے اگلے اور پچھلے سب گناہ بخش
دیئے ہیں تو حضورؐ نے فرمایا کہ " کیا میں شکر
گذار بندہ نہ بنوں ؟ " اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

تعالیٰ وان تعدوا نعمۃ اللّٰہ لا تحصوھا اعلم ان نعم اللّٰہ تعالیٰ علیک لیست مما یحصیٰ ولو ذکرنا من نعم اللّٰہ التی بھا قوام بدنک من کیفیۃ احتیاج الکبد الی القلب والدماغ واحتیاج کل واحد من ھذہ الاعضاء الرئیسۃ الی صاحبہ وکیفیۃ انشعاب العروق الضوارب من القلب الی سائر البدن وبواسطتھا یصل الغذاء ثم کیفیۃ ترکب الاعضاء وعدد عظامھا وعضلاتھا وعروقھا واوتارھا ورباطاتھا وغضاریفھا ورطوباتھا لطال الکلام وکل ذلک محتاج الیہ للاکل ولامور اخر سواہ بل فی الآدمی آلاف من العضلات والعروق والاعصاب مختلفۃ بالصغر والکبر والدقۃ والغلظ وکثرۃ الانقسام وقلتہ ولا شیٔ منھا الا وفیہ حکمۃ او اثنان او ثلاث او اربع الی عشر

کہ اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گنو گے تو شمار نہ کر سکو گے جاننا چاہیے کہ خداوند تعالیٰ کی نعمتیں بندہ پر اس قدر ہیں جو حساب و شمار میں نہیں آ سکتیں اور اگر ہم صرف اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے وہ ذکر کریں جن سے انسان کا بدن قائم ہے تو بھی بیان نہ کر سکیں۔ مثلاً یہ کہ جگر کو قلب اور دماغ کی طرف کیسا احتیاج ہے اور ان اعضائے رئیسہ میں سے ہر ایک دوسرے کی طرف کیسے محتاج ہے اور پھڑکنے والی رگیں (شرائین) قلب سے پھوٹ کر اور شاخ در شاخ ہو کر سارے بدن میں کیسے پھیل گئی ہیں اور ان کے واسطے سے غذا کیسے پہونچتی ہے اور اعضا کی ساخت و ترکیب کس طرح ہوئی ہے اور ہڈیاں اور مچھلیاں۔ رگیں اور تانتیں اور بندھن اور چینی ہڈیاں اور رطوبتیں کتنی اور کیسی ہیں۔ اگر ان کی تفصیل کی جائیگی تو کلام بہت طویل ہو جائیگا اور ان سب چیزوں کی طرف انسان کھانے اور بہت سی باتوں کے بارہ میں نہایت محتاج ہے بلکہ انسان میں ہزاروں مچھلیاں اور رگیں اور پٹھے چھوٹائی اور بڑائی اور پتلے پن اور موٹائی میں مختلف مختلف موجود ہیں اور ان کے اقسام بھی بعض کے زیادہ اور بعض کے کم ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی ایک چھوٹی سی چیز بھی ایسی نہیں کہ جس میں ایک یا دو یا تین یا چار دس تک حکم

وزیادہ و کل ذلک نعم
من اللہ تعالیٰ علیک و
لو سکن من جملتھا عرق
متحرک او تحرک عرق
ساکن لھلکت یا مسکین
فانظر الی نعم اللہ تعالیٰ
علیک اولا لتقوی بعدھا
علی الشکر فانک لا تعرف
من نعمۃ اللہ سبحانہ الا
الاکل وھو اخسھا ثم
لا تعرف منھا الا انک
تجوع فتاکل والحمار ایضا
یعلم انہ یجوع فیاکل
ویتعب فینام ویشتھی
فیجامع ویستنھض
فینھض ویرمح فاذا لم
تعرف انت من نفسک
الا ما یعرفہ الحمار فکیف
تقوم بشکر نعمۃ اللہ علیک
وھذا الذی رمزنا
الیہ علی الایجاز قطرۃ من
بحر واحد من بحار نعم اللہ
فقط فاذکر قولہ تعالیٰ
وان تعدوا

اس سے بھی زیادہ حکمتیں، اور فائدے موجود ہیں
اور یہ سب تم پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ اگر ان
سب میں سے ایک ہی چلتی ہوئی رگ ٹھہر جائے
یا ایک ہی ساکن رگ متحرک ہو جائے تو بیچارے انسان
کی جان پر آ بنے۔

پس پہلے پہل حق تعالیٰ کی نعمتوں کی طرف
نظر غور سے دیکھو تا کہ پھر اچھی طرح شکر ادا کر سکو
مگر تم ہو کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے اور کسی کو
نہیں جانتے۔ جانتے ہو تو صرف کھانے ہی کو۔
حالانکہ یہ سب سے خسیس تر ہے۔ اور اگر کچھ
جانتے ہو تو بس یہی کہ جب بھوکے ہوتے ہو تو
کھانے لگتے ہو۔ اتنا تو گدھا بھی جانتا ہے کہ بھوک
کے بعد کھایا جاتا ہے۔ اور جب تھک جاتا ہے
تو سو جاتا ہے اور جب شہوت ہوتی ہے تو جماع
کرتا ہے اور اٹھنا چاہتا ہے تو اٹھ جاتا ہے
اور دولتیاں مارنے لگتا ہے تو تم بھی جب اپنے
نفس سے اتنا جانتے ہو جتنا کہ گدھا جانتا
ہے تو خود ہی کہو کہ اللہ تعالیٰ کی ان بیشمار نعمتوں
کی شکر گذاری کیسے کر سکتے ہو جن کی طرف
نہایت اختصار سے ابھی ہم نے اشارہ کیا ہے
یہ گویا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے دریاؤں میں سے
ایک دریا کا ایک قطرہ لیا گیا ہے۔ اب خداوند تعالیٰ
کے قول کو یاد کر کے تصدیق کرو کہ بیشک اور
بجا ارشاد ہے کہ "اگر تم اللہ کی نعمتیں گننے لگو تو

نعمۃ اللہ لا تحصوھا۔ انتہی
وقد اطلنا الکلام فی
ھذا، ولیس مرادنا منہ
استیعاب نعم اللہ تعالٰی
فی بدن العبد بل المراد
التیقظ وتجدد الشکر
فی کل لحظۃ وان اردت
التفصیل فعلیک باحیاء
علوم الدین۔ الخوف والرجاء
قال اللہ تعالٰی لا تقنطوا
من رحمۃ اللہ فحرم حصل
الیاس وقال صلی اللہ علیہ
وسلم لا یموتن احدکم
الا وھو یحسن الظن باللہ
تعالٰی وقال صلی اللہ علیہ
وسلم یقول اللہ عز وجل
انا عند ظن عبدی بی
فلیظن بی ماشاء ودخل
صلی اللہ علیہ وسلم علی
رجل وھو فی النزع فقال
کیف تجدک فقال اجدنی
اخاف ذنوبی وارجو
رحمۃ ربی فقال صلی اللہ
علیہ وسلم

شمار میں نہ لا سکو" (انتہٰی) اس بارہ میں جو ہم نے
کلام کو طوالت دی ہے اس سے ہمارا مقصد
یہ نہیں کہ خداوند تعالٰی کی ساری وہ نعمتیں جو
بدن انسان میں ہیں ہم نے اپنے بیان میں گھیر
لی ہیں۔ بلکہ مراد خواب غفلت سے بیدار کرنا
اور چونکانا ہے اور شکر الٰہی کو ہر لحظہ دُہرانے
اور تازہ کرنے کے لئے اتنا کہا گیا ہے۔ اگر تم
زیادہ تفصیل چاہو تو کتاب احیاء العلوم دیکھو۔

(خوف اور امید کے بیان میں)

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ "اللہ تعالٰی کی
رحمت سے ناامید نہ ہو۔ اس سے ثابت ہوا
کہ اللہ تعالٰی کی رحمت سے مایوس ہونا حرام ہے
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کوئی نہ
مرے مگر اس حال میں کہ اللہ تعالٰی کی طرف
اچھا گمان رکھتا ہو۔ اور حضور صلی اللہ علیہ آلہ
وسلم فرماتے ہیں کہ حق جل وعلا کا ارشاد ہے
کہ "میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں
پس گمان رکھے مجھ پر جیسا چاہے"۔
اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ایک
شخص کے پاس حالت نزع میں تشریف لے گئے
آپ نے فرمایا کہ اپنے کو کیسا پاتے ہو؟ اس
نے کہا میں اپنے تئیں ایسا پاتا ہوں کہ اپنے
گناہوں سے تو ڈر رہا ہوں اور اپنے رب کی
رحمت کا امیدوار ہوں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ

ما اجتمعا فی قلب عبد فی هذا الموطن الا اعطاه الله ما رجا وامنه مما یخاف وما ورد فی الرجاء خارج عن الحصر اما الآیات فقد قال تعالے قل یا عبادی الذین اسرفوا علے انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله ان الله یغفر الذنوب جمیعا انه هو الغفور الرحیم. وفی قراءة قرأ رسول الله صلے الله علیه وسلم ولا یبالی انه هو الغفور الرحیم وقال تعالی والملائکة یسبحون بحمد ربهم ویستغفرون لمن فی الارض واخبر تعالے ان النار اعدها لاعداء الله وانما خوف بها اولیاءه فقال لهم من فوقهم ظلل من النار ومن تحتهم ظلل ذلک

وسلم نے فرمایا کہ ایسے وقت میں دو باتیں کسی بندے کے قلب میں جمع نہ ہونگی مگر خداوند تعالیٰ اس کو عطا کر دیگا وہ چیزیں جن کی وہ امید رکھتا تھا اور اس میں رکھیگا اسے ان چیزوں سے جن سے وہ ڈرتا تھا۔ رجاء (امید) کے بارہ میں اتنی آیتیں اور حدیثیں وارد ہو چکی ہیں جنکا حصر نہیں کیا جاسکتا بعض آیتیں لکھی جاتی ہیں۔ آیۂ شریف (کہدو اے نبیؐ) اے میرے بندو جنہوں نے اپنے اوپر زیادتی کی ہے. کہ تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بیشک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیگا واقعی وہ بڑا بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے

اور ایک قراۃ میں ہے کہ حضورؐ نے اسطرح پڑھا کہ: "ولا یبالی" یعنے اسے کوئی پرواہ نہیں (اگر وہ سب گناہ بخشدے) بیشک وہ غفور و رحیم ہے۔"

اور ارشاد ہے کہ "فرشتے تسبیح کرتے ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور بخشش اور معافی مانگتے ہیں زمین کے رہنے والوں کے لئے" اور اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ آگ (دوزخ) کو اللہ تعالیٰ نے کفار کے لئے تیار کیا ہے اور اپنے اولیاء (دوست بندوں) کو تو صرف اس سے ڈرایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ ان کے لئے (دوزخیوں کے لئے) اُن کے اوپر سے آگ کے سائبان ہیں اور ان کے نیچے سے بھی شعلے

یخوف اللہ بہ عبادہ وقال تعالٰے واتقوا النار التی اعدت للکفرین وروی ابن موسیٰ عنہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال امتی امۃ مرحومۃ لا عذاب علیہا فی الاٰخرۃ عجل اللہ عقابہا فے الدنیا الزلازل والفتن فاذا کان یوم القیٰمۃ دفع الی کل رجل من امتی رجل من اھل الکتاب فقیل ھذا فداءک من النار۔ وروی انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سأل ربہ فی ذنوب امتہ فقال یارب اجعل حسابھم الیّ لئلا یطلع علی مساویھم غیری فاوحی اللہ تعالٰی الیہ ھم امتک وھم عبادی وانا ارحم بھم منک لا اجعل حسابھم الی غیری لئلا تنظر الی مساویھم انت

سائبان کے۔ یہی ہے جس سے اللہ تعالیٰ ڈراتا ہے اپنے بندوں کو۔

اور ارشاد الٰہی ہے کہ ڈرو اس آگ سے جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے"۔

ابو موسیٰ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت بخشی ہوئی امت ہے۔ اس پر آخرت میں کوئی عذاب نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا عقاب یہیں دنیا میں بھیجدیا ہے۔ یعنی فتنے اور زلزلے۔ پس جبکہ قیامت کا دن ہوگا۔ تو میری امت سے ہر ایک شخص کو ایک شخص اہل کتاب میں سے دیدیا جائیگا اور کہا جائیگا کہ یہ دوزخ سے بچاؤ کے لئے تمہارا فدیہ ہے"۔

حضرت انس حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے اپنی امت کے بارہ میں اپنے رب سے سوال کیا۔ اس طرح سے کہ فرمایا کہ "اے میرے پروردگار! ان کا میری امت کا حساب وکتاب مجھے ہی سپرد کیا جائے تاکہ کوئی اور ان کی برائیوں سے مطلع نہ ہوسکے"۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپکی طرف وحی فرمائی کہ" اگر وہ امت تمہاری ہے تو بندے میرے ہیں۔ اور میں تم سے زیادہ ان پر رحیم اور کریم ہوں۔ میں اپنے ماسوا کسی کے حوالے ان کا حساب نہیں کرتا تاکہ آپ خود یا آپکے علاوہ بھی کوئی اور ان کی برائیوں

ولا غیرك وقال صلی اللہ علیہ وسلم حیاتی خیر لکم وموتی خیر لکم اما حیاتی فاسن لکم السنن واشرع لکم الشرائع واما موتی فان اعمالکم تعرض علی فما رایت منها حسنا حمدت اللہ علیہ وما رایت منها سیئا استغفرت اللہ لکم۔ الخوف فما ورد فی فضائل الخوف خارج عن الحصر وناھیك دلالۃ علی فضیلتہ جمع اللہ تعالی للخائفین الھدی والرحمۃ والعلم والرضوان وھی مجامع مقامات الجنان قال اللہ تعالی وھدی ورحمۃ للذین ھم لربھم یرھبون وقال تعالی انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء وصفھم بالعلم لخشیتھم وقال عزوجل رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ذلك لمن خشی ربہ۔

کو نہ دیکھ سکے"۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "میری حیات بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور میری موت بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔ حیات تو یوں کہ میں تمہارے لئے فوز و فلاح کے طریقے اور سنتیں مقرر کرتا ہوں اور تمہارے لئے شریعت بناتا ہوں۔ اور موت یوں کہ تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں۔ پس ان میں جو نیکی اچھا دیکھتا ہوں تو اس پر اللہ کی حمد کرتا ہوں۔ اور جو برا نظر آتا ہے۔ تو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش کی طلب کرتا ہوں"۔

(**خوف**) خوف کے فضائل اس کثرت سے وارد ہو چکے ہیں جنکا حصر نہیں کیا جا سکتا اور فضیلت خوف میں اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خوف رکھنے والوں کے لئے یہ ساری فضیلتیں جمع فرما دی ہیں۔ یعنی ہدایت، رحمت، علم اور اپنی خوشنودی اور یہی باتیں مقاماتِ جنت کو لے لینے والی ہیں چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ یہ (کلام مجید) ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں"۔

اور ارشاد الٰہی ہے کہ "اللہ کے بندوں میں اس سے (اللہ سے) علماء ہی ڈرتے ہیں" انکو خوف و خشیت کے سبب ہی وصف علم سے ممتاز فرمایا۔

وثمرة الخوف الورع والتقوى ولا يخفى ما ورد في فضائلهما حتى ان العاقبة صارت موسومة بالتقوى مخصوصة بها كما صار الحمد مخصوصا بالله تعالى و الصلوٰة برسول الله صلى الله عليه وسلم حتى يقال الحمد لله رب العلمين و العاقبة للمتقين و الصلوٰة على سيدنا محمد صلى الله عليه و اله اجمعين. وقد خصه الله تعالى التقوى بالاضافة الى نفسه فقال تعالى لن ينال الله لحومها ولا دماؤها ولكن يناله التقوى منكم و انما التقوى عبارة عن كف بمقتضى الخوف كما سبق ولذلك قال

اور حق جلّ وعلا کا ارشاد ہے کہ" اللہ ان سے راضی رہیگا اور وہ اللہ سے راضی رہیں گے. یہ اس شخص کے لئے ہے. جو اپنے پروردگار سے ڈرتا ہے "

خوف کا ثمرہ پرہیز گاری اور تقویٰ ہے اور ان کی فضیلت میں جو وارد ہو چکا ہے. وہ کسی سے مخفی نہیں. یہانتک کہ آخرت کا نام ہی تقویٰ پڑ گیا ہے اور تقویٰ کے ساتھ مخصوص ہو گئی ہے جسطرح سے کہ" حمد" اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور" صلوٰۃ" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہو گئی ہیں.

چنانچہ کہا جاتا ہے کہ حمد اللہ ہی کے لئے ہے جو پروردگار ہے تمام جہان کا اور آخرت پرہیز گاروں کے لئے ہے اور صلوٰۃ ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر ہو۔ اور حق سبحانہ و تعالیٰ نے تقویٰ کو اپنی طرف نسبت دیکر خاص فرما لیا ہے. چنانچہ ارشاد ہے کہ" اللہ کو انکے (قربانی کے جانوروں کے) گوشت یا ان کے خون نہیں پہنچتے لیکن اس کو تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے.

اور تقویٰ رک جانے سے عبارت ہے کہ جو خوف کا مقتضیٰ ہے. جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے اور اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم سب میں اللہ کے نزدیک معزز و مکرم وہ ہے

اللہ تعالیٰ ان اکرمکم عند
اللہ اتقٰکم ولذالک اوصی
اللہ تعالیٰ الاولین والاٰخرین
بالتقوی فقال تعالیٰ ولقد
وصّینا الذین اوتوا
الکتٰب من قبلکم وایاکم
ان اتقوا اللہ وقال عزّ و
جلّ وخافون ان کنتم
مؤمنین وقال رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم فی
فضیلۃ التقوی اذا جمع
اللہ الاولین والاٰخرین
لمیقات یوم معلوم فاذا
ھم بصوت یسمع اقصاھم
کما یسمع ادناھم فیقول
یا ایھا الناس انی قد انصت
لکم منذ خلقتکم الی یومکم
ھذا فانصتوا الی الیوم انما
ھی اعمالکم ترد علیکم ایھا الناس
انی قد جعلت نسبا وجعلتم
نسبا فوضعتم نسبی ورفعتم نسبکم قلت
ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم
وابیتم الا ان تقولوا فلان ابن
فلان وفلان اغنی من

جو تم میں زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے" اور اسی
لئے اللہ تعالیٰ نے اولین و آخرین کو تقویٰ کی
وصیت فرمائی ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ "ہم نے
وصیت کی تھی ان لوگوں کو جن کو تم سے پہلے کتاب
دی گئی ہے۔ اور تم کو بھی (وصیت کی جاتی ہے)
اس بات کی کہ اللہ سے ڈرو!"

اور فرمایا کہ "مجھ ہی سے ڈرو اگر تم مومن ہو"
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تقویٰ
کی فضیلت میں۔ کہ جبکہ خداوند تعالیٰ اولین و
آخرین کو قیامت کے دن اکٹھا کریگا۔ تو وہ ایک
ایسا آواز سنیں گے کہ قریب و بعید سب کو سننے
میں یکساں ہوگا۔

پھر خداوند تعالیٰ فرمائیگا کہ اے لوگو! جب
سے میں نے تم کو پیدا کیا ہے آجتک میں تم سے
خاموش رہا ہوں۔ تو آج تم میرے لئے خاموش
رہو۔ تاکہ تمہارے اعمال تمہارے سامنے پیش
کئے جائیں۔

اے لوگو! ایک نسب میں نے بنایا تھا اور
ایک تم نے مقرر کیا تھا۔ تو تم نے میرے نسب کو
پست کیا اور اپنے گھڑے ہوئے نسب کو بلند
کردیا میں تو یہ کہا تھا کہ تم میں زیادہ مکرم اللہ
کے نزدیک تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے
اور تم نے اسکا انکار کردیا اور کہنے لگے کہ فلاں
فلانے کا بیٹا ہے۔ اور فلاں فلانے سے زیادہ

فلان فانیوم اضع نسبکم وارفع نسبی این المتقون فیرفع للقوم لواء فیتبع القوم لواءہم الی منازلہم فیدخلون الجنۃ بغیر حساب وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام راس الحکمۃ مخافۃ اللہ وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام لابن مسعود ان اردت ان تلقانی فاکثر من الخوف بعدی وقال الفضیل من خاف اللہ دلہ الخوف علی کل خیر وقال الشبلی رح ماخفت اللہ یوما الا رایت لہ بابا من الحکمۃ والعبرۃ ما رایتہ قط۔ وقال یحیی بن معاذ ما من مؤمن یعمل سیئۃ الا ویلحقہا حسنتان خوف العقاب ورجاء العفو کثعلب بین الاسدین

غنی ہے پس آج میں تمہارے نسب کو پست کرتا ہوں اور اپنے مقرر کئے ہوئے نسب کو بلند کرتا ہوں۔ کہاں ہیں پرہیزگار! (کہکر پکارا جائیگا) پھر اس قوم کے لئے ایک جھنڈا بلند کیا جائیگا یہانتک کہ وہ اس کے پیچھے پیچھے اپنے اپنے منزلوں کو ہو لینگے اور جنت میں بغیر حساب وکتاب داخل ہونگے"۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حکمت کا سر اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مسعود کو فرمایا تھا کہ اگر تمہیں ارادہ ہے کہ مجھ سے ملو تو میرے بعد زیادہ خائف رہو۔

حضرت فضیل رح کہتے ہیں کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے تو وہ خوف ہی اس کو سب نیکیوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے"۔

اور حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ "میں اللہ تعالیٰ سے جس دن ڈرا تو اس دن میں نے ایک ایسا دروازہ حکمت اور عبرت کا کھلا پایا کہ میں نے اُسے کبھی نہ دیکھا تھا"۔

اور حضرت یحیی ابن معاذ کہتے ہیں کہ کوئی مومن کسی برائی کا ارتکاب نہیں کرتا۔ مگر یہ کہ اسکے بعد دو نیکیاں اس کو لاحق ہوتی ہیں (۱) عقاب کا خوف (۲) عفو کی امید۔ جس طرح سے کہ ایک لومڑی دو شیروں کے درمیان گھری ہوئی ہو۔

وکذلک ما ورد فی فضائل الذکر لا یخفی وقد جعل مخصوصا بالخائفین فقال سیذکر من یخشیٰ وقال تعالےٰ ولمن خاف مقام ربہ جنتان وقال صلے اللہ علیہ وسلم قال اللہ عز وجل وعزتی لا اجمع علے عبدی خوفین ولا اجمع لہ امنین فان امننی فی الدنیا اخفتہ یوم القیمۃ واذا اخافنی فی الدنیا امنتہ یوم القیمۃ وقال صلے اللہ علیہ وسلم من خاف اللہ تعالیٰ خافہ کل شیٔ ومن خاف غیر اللہ خوفہ اللہ من کل شیٔ الزھد والفقر قال اللہ تعالیٰ للفقراء المھاجرین الذین اخرجوا من دیارھم واموالھم الآیۃ وقال تعالیٰ للفقراء الذین

اسی طرح سے ذکر الٰہی کی اتنی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں جو کسی سے پوشیدہ نہیں اور ذکر کو خائفین ہی کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ "ذکر وہی کریگا جو اللہ سے ڈرتا ہے" اور ارشاد ہے کہ "جو اپنے رب کے سامنے (بروز حشر) کھڑے ہونے سے ڈرے اُسے دو باغ عطا ہونگے"۔

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے کہ اپنے بندے پر دو خوف جمع نہ کرونگا۔ اسی طرح سے دو امن بھی جمع نہ کرونگا۔ اگر دنیا میں وہ مجھ سے بےخوف رہے تو قیامت کے دن میں اُسے ڈراؤنگا اور اگر دنیا میں وہ مجھ سے خوف میں رہا ہے تو قیامت کے دن اس کو بےخوف اور امن میں رکھونگا۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس سے ہر ایک چیز ڈرتی ہے۔ اور جو غیر اللہ سے ڈرتا ہے اُسے اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز سے ڈراتا ہے۔

(زہد اور فقر کے بیان میں) حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "(مال فی) ان فقیروں اور محتاج مہاجرین کے لئے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکالے گئے ہیں (انکی صفتیں بیان فرمانے کے بعد کہا گیا ہے کہ یہی لوگ سچے ہیں" اور ارشاد ہے کہ "(حق) ان فقیر اور نادار وں

احصروا في سبيل الله
لا يستطيعون ضربا في
الارض ساق الكلام
في معرض المدح ثم قدم
وصفهم بالفقر على وصفهم
بالهجرة والاحصار و
روي عبد الله بن عمرؓ
قال قال رسول الله صلے
الله عليه وسلم لاصحابه
اي الناس خير فقالوا
موسر من المال يعطي
حق الله من نفسه وماله
فقال نعم الرجل هذا و
ليس به قالوا فمن خير
الناس يا رسول الله
فقال فقير يعطي جهده و
قال عليه الصلوة والسلام
لبلال الق الله فقيرا ولا
تلقه غنيا وقال صلے الله
عليه وسلم ان الله يحب
الفقير المتعفف ابا العيال و
في الخبر المشهور يدخل فقراء
امتي الجنة قبل اغنيائها
بخمس مائة عام وفي حديث اخر باربعين

کا ہے جو اللہ کی راہ میں دشمنوں کے نرغے میں)
گھرے ہوئے ہیں جو ملک میں چل پھر نہیں سکتے۔
اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ کلام مقام مدح میں
ارشاد فرمایا ہے۔ پھر خاص ان کے فقر کی صفت کو
ہجرت اور احصار (گھرے ہوئے ہونے) کی
صفتوں سے مقدم رکھا ہے"

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے
اصحاب سے دریافت فرمایا کہ "لوگوں میں کون بہتر
ہے؟" انہوں نے عرض کیا کہ وہ مالدار جو اللہ
تعالیٰ کا حق اپنی جان و مال سے ادا کرتا ہو"
حضورؐ نے فرمایا کہ "یہ آدمی بھی اچھا ہے لیکن
اس سے بھی بڑھکر بتلاؤ" انہوں نے کہا کہ یا رسول
اللہ! پھر کون بہتر ہے؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ
"وہ فقیر جو (اللہ کی راہ میں) رنج اٹھاتا ہو اور
کوشش کرتا ہو"

اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ
کو فرمایا تھا کہ "خدا سے فقیری کی حالت میں ملو
غنی ہو کر نہ ملو" اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ فقیر کو دوست رکھتا ہے
جو پرہیزگار رہو اور جو بال بچوں والا ہو" اور ایک
مشہور حدیث میں ہے کہ میری امت کے فقراء
مالداروں سے پانچسو برس پہلے جنت میں داخل
ہونگے" اور ایک دوسری حدیث میں چالیس

خزیفا وقال تعالٰے فخرج علٰے قومہ فی زینتہ الی قولہ تعالٰی وقال الذین اوتوا العلم ویلکم ثواب اللہ خیر لمن اٰمن فنسب الزھد الی العلماء ووصف اھلہ بالعلم وھو غایۃ الثناء وقال تعالٰے اولئک یؤتون اجرھم مرتین بما صبروا وقال تعالٰے من کان یرید حرث الاٰخرۃ نزدلہ فی حرثہ ومن کان یرید حرث الدنیا نؤتہ منھا وما لہ فی الاٰخرۃ من نصیب

واعلم

ان حب الدنیا

من المھلکات

وبغض الدنیا من المنجیات

وھو المعنی بالزھد و قد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اصبح

سال آیا ہے۔

اور حق تعالٰی نے قارون کے قصہ میں فرمایا ہے کہ "غرض یہ کہ قارون نکلا اپنی قوم پر اپنی آرائش میں، لگے کہنے وہ لوگ جو دنیا کی زندگی کے مالک تھے کہ اے کاش! ہم کو بھی ملا ہوتا جیسا قارون کو ملا ہے بیشک وہ بڑا صاحب نصیب ہے اور کہا اُن لوگوں نے جن کو علم عطا کیا گیا تھا کہ وائے تم پر! اللہ کا ثواب بہتر ہے اُس کے لئے جو ایمان لایا اور نیک اعمال کئے۔ اور یہ بات اُنہی کے دل میں ڈالی جاتی ہے جو صبر کرنیوالے ہیں"۔

اللہ تعالٰی نے زہد کی نسبت علماء کی طرف فرمائی ہے اور زاہدوں کو وصف علم سے ممتاز فرمایا ہے اور یہ انتہائی تعریف ہے۔

اور حق تعالٰی نے فرمایا ہے کہ یہی ہیں جن کو انکا اجر دُھرا دیا جائیگا۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے صبر کیا"۔ اور اللہ تعالٰے فرماتا ہے کہ "جو شخص طالب ہو آخرت کی کھیتی کا، بڑھا دینگے ہم اُس کے لئے اُس کھیتی میں۔ اور جو طالب ہو دنیا کی کھیتی کا ہم اس کو دیدینگے کچھ اسمیں سے، اور اسکا آخرت میں کچھ حصہ نہیں"۔

اور جاننا چاہیئے کہ دنیا کی محبت مُہلکات میں سے ہے اور دنیا کا بغض نجات دینے والے امور میں سے ہے اور یہی معنی ہیں زہد کے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "جو شخص

ومن همته الدنیا شتت
الله علیه امره وفرق
علیه ضیعته وجعل فقره
بین عینیه ولم یأته
من الدنیا الا ما کتب الله
له ومن اصبح وهمته
الآخرة جمع الله له
همته وحفظ علیه
ضیعته وجعل غناه
فی قلبه واتته الدنیا
وهی راغمة۔

التوکل

قال الله تعالےٰ فی
مدحه وعلی الله
فتوکلوا
ان کنتم مؤمنین
وقال عز وجل و
علی الله فلیتوکل
المتوکلون
وقال الله تعالیٰ ومن
یتوکل علی الله
فهو حسبه وقال تعالیٰ
ان الله یحب المتوکلین و
اعظم بمقام موسوم

صبح کو اس حال میں اٹھتا ہے کہ اُسے دنیا
کا فکر لگا ہوتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کے
کام کو پراگندہ کر دیتا ہے۔ اور اُس کے
روزگار اور پیشہ کو تباہ کر دیتا ہے اور
افلاس واحتیاج سے اس کو دوچار کر دیتا
ہے اور پھر بھی دنیا میں سے اس سے زائد
تو اُسے ملنے کا نہیں جو اللہ تعالےٰ نے
اس کے لئے مقرر کیا ہے اور جو شخص اس
حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کو آخرت ہی
کا خیال اور فکر دامنگیر اور پیشِ نظر ہوتا
ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے مشکلات کو
آسان کر دیتا ہے اور اس کے روزگار و
پیشہ کی حفاظت کرتا ہے۔ اور اس کے
قلب کو غنی بنا دیتا ہے۔ اور دنیا بھی خوار
ہو کر اس کے پاس کھنچی چلی آتی ہے۔"

توکل کے بیان میں۔ اللہ تعالےٰ
توکل کی مدح میں فرماتا ہے کہ "اگر تم مؤمن ہو تو
اللہ ہی پر توکل کرو۔" اور فرمایا کہ "اللہ ہی پر
توکل کریں توکل کرنیوالے۔" اور فرمایا ہے کہ
جو شخص اللہ پر توکل کرتا ہے تو وہ ہی اسکو
کافی ہے۔" اور حق جل وعلا فرماتا ہے کہ اللہ
تعالےٰ توکل رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے
اور اس مقام و مرتبے کو بہت ہی بڑا سمجھنا
چاہئے۔ کہ جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ اس مقام

محبة الله تعالیٰ صاحب
ومضمون بکفایة الله
تعالیٰ ملابسه فمن الله
تعالیٰ حبه وکافیه
ومحبه وراعیه
فقد فاز الفوز العظیم
فان المحبوب لا یعذب
ولا یبعد ولا یحجب
وقال تعالیٰ الیس الله
بکاف عبده فطالب
الکفایة من غیره هو
التارك للتوکل و
هو المکذب لهذه
الآیة وقال رسول
الله صلی الله علیه وسلم
فیما رواه ابن مسعود
رایت الامم فی
الموسم فرأیت امتی قد
ملئوا السهل والجبل
فاعجبتنی کثرتهم و
هیئتهم فقیل لی ارضیت
قلت نعم قیل ومع هؤلاء
سبعون الفا یدخلون الجنة
بغیر حساب قیل من هم یا رسول

والے سے محبت کرتا ہے اور اس کی ہست و
نیست کا کفیل اور ضامن ہوا ہے۔
پس جس شخص کا اللہ تعالیٰ محب، اور کفیل
اور رعایت رکھنے والا ہو۔ تو وہ نہایت
بڑی کامیابی کو پہنچا ہوا ہے۔ اس لئے کہ
محبوب کو نہ عذاب دیا جاتا ہے اور نہ اسکی
دوری گوارا کی جاسکتی ہے۔ اور نہ اس سے
پردہ کیا جاتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "کیا اللہ اپنے
بندہ کو کافی نہیں ہے؟"
پس جو شخص غیر خدا سے کفایت وکفالت
کا طالب ہے۔ تو وہ توکل کا تارک ہے اور
اس آیت مبارکہ کو جھٹلا رہا ہے۔
حضرت ابن مسعود کی روایت میں ہے کہ
حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
"میں نے سب امتوں کو جبکہ وہ جمع کیگئی
تھیں دیکھا (شب معراج میں) اور اپنی امت
کو میں نے اس کثرت میں پایا کہ اس نے
پہاڑوں اور میدانوں کو بھر دیا تھا۔ مجھے
ان کی کثرت (بہتات) اور ہیئت پسند آئی
پس مجھے کہا گیا کہ "کیا راضی ہوگئے؟" میں نے
کہا "ہاں" کہا گیا کہ ان کے ساتھ ستر ہزار
اور بھی جنت میں بغیر حساب وکتاب داخل
ہونگے۔ حضور سے عرض کیا گیا کہ وہ کون

اللہ قال الذین لا یکتوون ولا یتطیرون ولا یسترقون وعلی ربہم یتوکلون فقام عکاشہ وقال یا رسول اللہ ادع اللہ ان یجعلنی منہم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہم اجعلہ منہم فقام اٰخر فقال یا رسول اللہ ادع اللہ ان یجعلنی منہم فقال صلی اللہ علیہ وسلم سبقک بہا عکاشۃ و قال صلی اللہ علیہ وسلم لو انکم تتوکلون علی اللہ حق توکلہ لرزقتم کما یرزق الطیر تغدو خماصا وتروح بطانا وقال صلی اللہ علیہ وسلم من انقطع الی اللہ عزوجل کفاہ اللہ تعالیٰ کل مؤنۃ ورزقہ من حیث لا یحتسب

لوگ ہیں یا رسول اللہ؟ حضورؐ نے فرمایا:۔ وہ لوگ ہیں جو داغ نہیں لگاتے، اور بدفالی نہیں لیتے، اور گنڈے اور جھاڑ وغیرہ نہیں کرتے۔ بس اپنے پروردگار ہی پہ توکل کرتے ہیں"۔ عکاشہ کھڑے ہوگئے اور عرض کی کہ یارسول اللہ دعا کیجئے کہ اللہ تعالےٰ مجھے اس جماعت میں کردے (جو بغیر حساب جنت میں داخل ہونگے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ یا اللہ اس کو ان میں سے کردے" پھر ایک دوسرے شخص نے اٹھکر عرض کیا کہ یارسولؐ اللہ میرے لئے بھی دعا فرمائیے تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کردے" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے اس معاملہ میں عکاشہ سبقت لے گئے"۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔ جیسا کہ حق ہے توکل کا تو تمہیں بھی اسی طرح سے رزق دیا جائے جیسا کہ پرندوں کو دیا جاتا ہے کہ وہ صبح کو بھوکے اٹھتے ہیں اور شام ہوتی ہے تو سیر ہو کر لوٹتے ہیں"۔ اور حضورؐ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "جو شخص سارے علاقے توڑ کر اللہ ہی کا ہو لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سب اسباب معیشت اور تکالیف کے لئے کافی ہوگا۔ اور اس کو وہاں سے رزق پہنچائیگا۔ جہاں سے اسکا گمان بھی نہ ہوگا۔

ومن انقطع الی الدنیا
وکلہ اللہ الیھا۔

المحبۃ للہ اعلم ان المحبۃ
للہ ھو الغایۃ القصوی
من المقامات والذروۃ
العلیا من الدرجات
فما بعد ادراک المحبۃ مقام
الا وھو ثمرۃ من ثمارھا
وتابع من توابعھا کالشوق
والانس والرضاء واخواتھا
ولا قبل المحبۃ مقام الا
وھو مقدمۃ من مقدماتھا
کالتوبۃ والصبر و
الزھد وغیرھا
قال بعض العلماء لا
معنی لھا الا المواظبۃ
علی طاعۃ اللہ تعالٰی اما
حقیقۃ المحبۃ فمحال الا
مع الجنس والمثال ولا بد من
کشف الغطاء فاعلم ان الامۃ
مجتمعۃ علی ان الحب للہ تعالٰی
ولرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فرض وکیف یفرض ما لا وجود لہ
وکیف یفسر الحب بالطاعۃ والطاعۃ

اور جو شخص سب باتوں کو چھوڑ کر دنیا ہی کا ہو گیا
تو اللہ اس کو دنیا ہی کی طرف سونپ دیتا ہے

محبت الٰہی کے بیان میں۔ جاننا
چاہیئے کہ محبت الٰہی ہی مقامات عالیہ کا منتہائی
عروج اور درجات رفیعہ کا انتہائی بلند پایہ ہے
مقام محبت تک رسائی کے بعد جو مقامات
آتے ہیں وہ سب اُس کے تابع اور اس کے
ثمر ہوتے ہیں مثلاً شوق، انس، رضا اور
ان جیسے اور۔
اور محبت سے قبل جو مقامات ہیں وہ
بھی مقام محبت کے مقدمات ہوتے ہیں مثلاً
توبہ، صبر، زہد، اور ان جیسے اور"
بعض علماء نے محبت کے یہ معنے کہے ہیں
کہ "اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مواظبت اور ہمیشگی
کرنا ہی محبت ہے" حقیقتاً محبت کا حق سبحانہ
وتعالیٰ کے ساتھ پایا جانا تو محال ہے اسلئے
کہ وہ تو ہم جنس اور مثال سے ہو سکتی ہے۔
اس پردہ کا اٹھانا ضروری ہے۔ اس لئے
کہ اُمت مرحومہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ
اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ محبت کرنا فرض ہے۔ بھلا جس چیز
کا سرے سے وجود نہ ہو اس کو امت پر
کیونکر فرض کیا جاتا ہے۔ اور محبت کے معنی
طاعت کہنا بھی ٹھیک نہیں اس لئے کہ طاعت

تبع الحب وثمرته فلابد ان يتقدم الحب ثم بعد ذلك يطيع من احب ويدل على اثبات الحب لله تعالٰى قوله عز وجل يحبهم ويحبونه وقوله تعالٰى والذين امنوا اشد حبا لله وهو دليل على اثبات الحب واثبات التفاوت فيه وقد جعل رسول الله صلى الله عليه وسلم الحب لله من شرط الايمان فى اخبار كثيرة اذ قال ابو رزين العقيلى يا رسول الله ما الايمان قال ان يكون الله ورسوله احب اليك مما سواهما وفى حديث اخر

لا يؤمن احدكم حتى يكون الله ورسوله احب اليه مما سواهما فى حديث اخر

لا يؤمن العبد حتى اكون

تو محبت کا ثمرہ اور اس کی تابع ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ محبت طاعت سے پہلے پائی جائے اور اصل میں بھی یہی ہے کہ پہلے محبت ہوتی ہے اس کے بعد طاعت کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اثبات محبت پر آیات اور احادیث ذیل دلالت کرتی ہیں (مومنین کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے) کہ اللہ ان سے محبت رکھتا ہے اور وہ اللہ سے محبت رکھتے ہیں (اور دوسری آیت میں ہے) کہ جو لوگ ایمان والے ہیں انکو اللہ کی محبت بہت زیادہ ہے۔

یہ آیت کریمہ اثبات محبت پر بھی دلالت کرتی ہے اور اس بات پر بھی کہ محبت کے درجوں میں تفاوت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی محبت کو شرط ایمان میں سے گردانا ہے۔ چنانچہ ابو رزین عقیلی نے جب کہا کہ یا رسول اللہ! ایمان کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تمہیں اللہ اور اس کے رسول ما سوا سے زیادہ محبوب ہوں اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ تم میں سے کوئی مومن کامل نہیں ہو سکتا جبتک کہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ان کے ماسوا سب سے زیادہ محبت نہ رکھے۔ اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ کوئی بندہ کمالیت ایمان کا درجہ نہیں پا سکتا جبتک کہ مجھ سے

احب الیہ من اھلہ و
مالہ والناس اجمعین
وفی روایۃ ومن نفسہ
کیف وقد قال تعالیٰ
قل ان کان اٰباءکم
وابناءکم واخوانکم
الآیۃ وانما اجری ذلک
فی معرض التھدید و
الانکار وقد امر رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بالمحبۃ فقال احبوا اللہ
لما یغذوکم من نعمہ و
احبونی لحب اللہ ایای
وروی ان رجلا
قال یا رسول اللہ انی
احبک فقال صلی اللہ
علیہ وسلم
استعد للفقر
فقال
انی احب اللہ تعالیٰ
فقال
استعد للبلاء۔ وعن عمرؓ
قال نظر النبی صلی اللہ علیہ وسلم
الی مصعب بن عمیرؓ مقبلا و

اے اپنے اہل وعیال اور اپنے مال اور سب لوگوں
سے زیادہ محبت نہ ہو۔" ایک روایت میں ہے کہ
اپنے نفس سے بھی زیادہ۔" بھلا کیونکر نہ ہو اسلئے
کہ حق تعالیٰ نے صاف فرمادیا ہے کہ "کہہ دیجئے
(اے حبیب) کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے
بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور
تمہاری برادری اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور
سوداگری جس کے مندا پڑ جانے کا خوف کرتے ہو
اور حویلیاں جن کو تم پسند کرتے ہو تم کو زیادہ عزیز
ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول سے (آگے چلکر فرماتا
ہے) تو منتظر رہو تا کہ بھیجے اللہ اپنا حکم اور اللہ
تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں کرتا۔"

اور یہ کلام مقام تہدید وملامت میں کہا
گیا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی محبت
کا امر فرمایا ہے کہ" خدا سے محبت رکھو اس لئے
کہ وہ تمہیں اپنی نعمتوں میں سے کھلاتا ہے اور مجھ
سے بھی محبت رکھو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی
مجھ سے محبت ہے۔" روایت ہے کہ ایک شخص
نے کہا کہ یا رسول اللہ میں آپ سے محبت رکھتا
ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ" فقر کے لئے تیار ہوجاؤ
پھر اس نے کہا کہ میں اللہ سے محبت کرتا ہوں
آپ نے فرمایا کہ تو پھر مصیبت اور بلا کے لئے
تیار ہوجاؤ" اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ حضورؐ نے مصعب بن عمیر کو سامنے

عليه اهاب كبش قد
تنطق به فقال النبي صلى
الله عليه وسلم انظروا الى
هذا الرجل الذي نور
الله قلبه لقد رايته
بين ابويه يغذوانه
باطيب الطعام والشراب
فدعاه حب الله ورسوله
الى ما ترون وفي الخبر
المشهور ان ابراهيم
عليه السلام قال لملك
الموت اذ جاءه لقبض
روحه هل رايت خليلا
يميت خليله فاوحى
الله تعالى اليه هل
رايت محبا يكره لقاء
حبيبه فقال ياملك
الموت الآن فاقبض و
هذا لا يجده الا عبد
يحب الله بكل
قلبه فاذا علم ان
الموت سبب اللقاء
انزعج قلبه اليه ولم يكن له
محبوب غيره

آتے ہوئے دیکھا۔ ان پر ایک دُنبے کی کھال تھی۔ جس کو انہوں نے اوڑھ کر اپنی کمر پر باندھ لیا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کو دیکھو جس کے دل کو خداوند تعالیٰ نے منور روشن کر دیا ہے میں نے اس کو اس کے والدین کے پاس دیکھا تھا۔ وہ اسے نہایت اچھا کھانا پینا دیتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ اور اس کے سچے رسول کی محبت نے اسے اس حد تک پہونچا دیا ہے جسے تم دیکھ رہے ہو۔

ایک مشہور حدیث میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جب ملک الموت روح قبض کرنے کیلئے آیا تو آپ نے کہا کہ کیا! کوئی خلیل (دوست) اپنے خلیل کو مارتا ہے؟ اللہ تعالےٰ نے ان پر وحی کی کہ "کیا! کوئی محب اپنے حبیب کے دیدار کو مکروہ (ناپسند) جانتا ہے اور اس سے پہلو تہی کرتا ہے" تب حضرت خلیل نے کہا کہ اے ملک الموت اب میری روح قبض کر لے"!

اور ایسے جذبہ کو اپنے دل میں کوئی نہیں پا سکتا مگر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے قلب کی گہرائیوں تک پاتا ہو۔ تو وہ جب یہ جان لیتا ہے کہ موت دیدار اور لقا کا سبب ہے۔ تو اس کا دل موت کے لئے اچھل پڑتا ہے اور موت کے علاوہ کوئی چیز اس کی محبوب نہیں رہتی۔

حتی یلتفت الیہ و
قد قال نبینا صلی
اللہ علیہ وسلم اللّٰھم
ارزقنی حبک وحب
من احبک وحب ما
یقربنی الی حبک الحدیث
وجاء اعرابی الی
النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فقال یا رسول اللہ متی
الساعۃ قال ما اعددت
لہا قال ما اعددت لہا
کثیر صلاۃ ولا صیام
الا انی احب اللہ ورسولہ
فقال لہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم
المرء مع من احبہ قال
انس فما رایت المسلمین
فرحوا بشیء بعد الاسلام
فرحھم بذلک۔ اعلم
ان من احب غیر اللہ لا
من حیث نسبتہ الی اللہ
فذلک لجھلہ وقصورہ
فی
معرفۃ اللہ تعالیٰ

تاکہ اس کے طرف التفات کرے۔
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "یا اللہ
مجھے اپنی محبت اور اس شخص کی محبت جو تم سے
محبت کرتا ہے اور ان چیزوں کی محبت جو تمہاری
محبت کو قریب کر سکیں نصیب فرما۔" (آخر حدیث
تک)
ایک اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا کہ "یا رسول
اللہ قیامت کب ہو گی؟" حضور نے فرمایا کہ
"تم نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟" اس نے
کہا "میں نے اس کے لئے کوئی زیادہ نماز اور
روزے کی تو تیاری کی نہیں البتہ اتنا ضرور
ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت
رکھتا ہوں۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ "آدمی اسی کے ساتھ ہو گا جس سے وہ
محبت کرتا ہو گا!"
حضرت انس کہتے ہیں کہ مسلمان اس بشارت
سے اس قدر خوش ہوئے کہ اسلام کے بعد اور کسی
چیز سے اتنے خوش نہ ہوئے تھے!
جاننا چاہئے کہ جو شخص غیر اللہ سے محبت
کرتا ہے لیکن بوجہ اللہ نہیں بلکہ اسی غیر کو
محبت میں مقصود بالذات سمجھا ہوا ہے تو یہ
اللہ تعالیٰ کی معرفت میں قصور اور جہالت کا
سبب ہے۔

وحب الرسول صلی اللہ
علیہ وسلم محمود لانہ
عین حب اللہ تعالٰی
وکذلک حب العلماء و
الاتقیاء لان محبوب المحبوب
محبوب وکل ذلک یرجع
الی حب الاصل ۔ الرضاء
اعلم ان الرضاء ثمرۃ
من ثمار المحبۃ وھو من
اعلٰی مقامات المقربین
وحقیقتہ غامضۃ علی
الاکثرین ومایدخل علیہ
من التشابہ والایہام غیر
منکشف الا لمن علمہ اللہ
تعالٰی التاویل وفہمہ
وفقہہ فی الدین فقد
انکر المنکرون تصور
الرضاء بما یخالف الھوی
فضیلۃ الرضاء ۔ قولہ تعالٰی
رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ
وقد قال تعالٰی ھل جزاء
الاحسان الا الاحسان و
منتھی الاحسان رضی اللہ
عن عبدہ

خصوصاً حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت
کا کیا کہنا ہے اس لئے کہ حضور ؐ کی محبت تو
عین محبت الٰہی ہے ۔ اسی طرح علماء اور
پرہیزگاروں کی محبت ہے اس لئے کہ محبوب کا
محبوب بھی محبوب ہوتا ہے " حقیقت میں یہ
ساری محبتیں اسی اصل یعنی محبت الٰہی کیطرف
لوٹتی ہیں ۔

(رضا) جاننا چاہیے کہ رضا محبت کے
نتائج میں سے اور مقربین کے اعلٰی مقامات میں
سے ہے ۔ اور اس کی حقیقت اکثر لوگوں پر پوشیدہ
ہے ۔ اور اس بحث میں جو شبہے اور وہم پڑتے
ہیں وہ اس شخص کے علاوہ جس کو اللہ تعالٰی
نے تاویل کا علم دیا ہو اور دین میں فہم و فقاہت
کا درجہ عطا کیا ہو کسی اور پر نہیں کھلتے ۔
چنانچہ منکرین نے تو اس کا صاف انکار کر دیا
ہے کہ جو بات خواہش کے مخالف ہو ۔ اس پر
رضا کا تصور ہی کیونکر کیا جا سکتا ہے ؟

(رضا کی فضیلت کے بیان میں)

حق تعالٰی کا ارشاد ہے کہ "اللہ ان سے راضی
رہیگا اور وہ اللہ سے راضی " اور حق سبحانہ و
تعالٰی نے فرمایا ہے کہ "کیا ؟ بھلائی کا بدلہ احسان
(بھلائی) کے سوا کچھ اور ہے ؟ " اور احسان کی
منتہا یہ ہے کہ اللہ تعالٰی اپنے بندے سے
راضی ہوجائے اور اللہ تعالٰی کا اپنے بندے

وھو ثواب رضی العبد عن اللہ تعالیٰ وقد قال تعالیٰ ومساکن طیبۃ فی جنات عدن ورضوان من اللہ اکبر فقد رفع اللہ الرضا فوق جنات عدن وفی الحدیث ان اللہ یتجلی للمؤمنین فیقول سلونی فیقولون رضاک نسئالہم الرضاء بعد النظر نہایۃ التفضیل وقال ابن عباس رضی اللہ عنہما اول من یدعی الی الجنۃ یوم القیمۃ الذین یحمدون اللہ تعالیٰ علے کل حال وقال عبد العزیز بن ابی رواد لیس الشان فی اکل خبز الشعیر والخل ولا فی لبس الصوف والشعر ولکن الشان فی الرضا عن اللہ عز وجل وقال عبد اللہ بن مسعود لان الحس جمرۃ احرقت ما احرقت وابقت ما ابقت احب الی من ان اقول

سے رضامند ہونا یہی بندے کے (اللہ سے) راضی ہونے کا بہت بڑا اجر و ثواب ہے:

چنانچہ ارشاد الٰہی ہے کہ (جنت میں) عمدہ مکانات ہیں جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہونگے اور اللہ کی رضامندی ان سب سے بڑی ہے اس میں دیکھ کہ اللہ تعالیٰ نے رضا کا درجہ جنات عدن سے بھی بڑھا دیا ہے۔

اور حدیث میں ہے۔ کہ حق سبحانہ وتعالیٰ مومنین کو اپنا جلوہ دکھائیگا پھر فرمائیگا کہ مجھ سے مانگو۔ وہ کہیں گے کہ تمہاری رضا مانگتے ہیں (دیدار کے بعد رضا کا سوال کرنا رضا کی بہت بڑی فضیلت ثابت کرتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ وہ لوگ جو سب سے پہلے قیامت کے دن جنت میں بلائے جائینگے وہ ہونگے جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے رہے ہونگے:

عبد العزیز بن ابی رواد کہتے ہیں کہ جو کی روٹی اور سرکہ کھانے اور اونی کپڑے پہننے میں کیا شان ہے؟ اصل شان یہ ہے کہ اللہ جل وعلا سے (ہر حال میں) راضی رہا جائے:

اور حضرت عبد اللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ میں ایک انگارے کو منہ میں ڈالوں اور چاٹوں اور وہ مجھے جلا دے جتنا بھی جلا سکے تو یہ بات مجھے بہ نسبت اس کے بہت پسند ہوگی

لشيء كان ليته لم يكن او لشيء لم يكن ليته كان ثم اعلم ان الدعاء غير مناقض للرضاء ولا يخرج صاحبه عن مقام الرضاء وكذلك كراهة المعاصي ومقت اهلها ومقت اسبابها والسعي في ازالتها بالامر بالمعروف والنهي عن المنكر لا يناقضه ايضا - وقد غلط في ذلك بعض البطالين المغترين وزعم ان المعاصي والفجور والكفر من قضاء الله تعالى وقدره عز وجل فيجب الرضاء به وهذا جهل بالتاويل وغفلة عن اسرار الشرع فاما الدعاء فقد تعبدنا به وكثرة دعوات رسول الله صلى الله عليه وسلم وسائر الانبياء عليهم السلام تدل عليه ولقد كان رسول الله صلى الله عليه وسلم في اعلى المقامات من الرضاء

کہ میں کسی چیز کو جو موجود ہو یہ کہوں کہ کاش! یہ نہ ہوتی۔ اور جو چیز نہ ہو اس کے لئے کہوں کہ کاش! یہ ہوتی!!

یہاں پر یہ بحث بھی سمجھ لینی چاہیے کہ دعا رضا کے مخالف نہیں اور دعا کرنیوالا مقام رضا سے خارج نہیں ہو جاتا۔ اسی طرح سے گناہوں سے کراہت، اور گنہگاروں اور اسباب معصیت سے بغض وعداوت اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعہ گناہوں کے زائل کرنے کی کوشش کرنا بھی رضا کے مخالف نہیں۔

اسی مسئلہ میں بعض بیہودے دھوکے میں پڑے ہوئے غلطی کر بیٹھے ہیں۔ انکا خیال ہے کہ کفر اور فسق وفجور سب اللہ تعالیٰ کے قضا وقدر ہی سے ہوتے ہیں تو ان پر بھی رضا واجب ہے لیکن دراصل یہ شریعت کے اسرار سے غفلت اور تاویل سے جہالت کا نتیجہ ہے۔ اب ان دونوں باتوں کو سمجھ لو

دعا جس کا ذکر ہوا۔ یہ تو ہمارے لئے عبادت بنائی گئی ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سب انبیاء کرام علیہم السلام کی دعاؤں کی کثرت اس بات پر صاف دلالت کر رہی ہے۔ حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقامات رضا میں سب سے بلند درجہ

وقد اثنی الله تعالیٰ
علی بعض عباده بقوله
یدعوننا رغبا ورهبا
واما انکار المعاصی و
کراهتها وعدم الرضاء
بها فقد تعبّد الله به
عباده و ذمّهم علی
الرضاء به۔ فقال
ورضوا بالحیوة الدنیا
واطمأنوا بها وقال
تعالیٰ رضوا بان یکونوا
مع الخوالف وطبع الله
علی قلوبهم وفی
الخبر المشهور من
شهد منکرا فرضی به
فکانه قد فعله وفی
الحدیث الدال علی
الشر کفاعله وعن
ابن مسعود ان العبد
لیغیب عن المنکر
ویکون علیه مثل وزر
صاحبه قیل وکیف
ذلک قال یبلغه فیرضی
به وفی الخبر

رکھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے بندوں
کی اس طرح تعریف فرمائی ہے کہ وہ ہم سے
ڈر اور رغبت سے دعائیں مانگتے ہیں:"

اور دوسری بات یعنی گناہوں کی کراہت
اور ان پر نہ راضی ہونا انکو بھی حق تعالیٰ نے اپنے
بندوں کیلئے عبادت بنا دیا ہے اور ان باتوں پر
رضامند ہونے کی مذمت فرمائی ہے۔ چنانچہ
ارشاد ہے کہ" بیشک جو امید نہیں رکھتے ہم سے
ملنے کی اور راضی ہو گئے دنیوی زندگی پر اور اسی
میں جی لگا بیٹھے (آخر میں فرماتے ہیں) کہ ایسوں
کا آگ ہی ٹھکانا ہے اور ارشاد ہے کہ وہ راضی
ہوئے کہ رہ جائیں پیچھے رہنے والوں کے ساتھ
اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے
پس وہ نہیں جانتے؛

اور ایک مشہور حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی
برے کام پر حاضر ہوا اور اس سے راضی ہوا
تو گویا اس نے خود وہ کام کیا اور ایک حدیث
میں ہے کہ برائی کی طرف رہنمائی کرنیوالا برائی
کرنے والے کی طرح ہے۔

حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ بندہ
منکر (برائی) سے غائب بھی رہتا ہے مگر اس
پر برائی کرنیوالے کی طرح برائی لکھی جاتی ہے
لوگوں نے کہا یہ کس طرح ہو سکتا ہے آپ نے
کہا کہ یہ اس صورت میں ہے کہ اس برائی کی

لو ان عبد اقتل بالمشرق ورضی بقتلہ اٰخر بالمغرب کان شریکا فی قتلہ۔ و اما بغض الکفار والفجار والانکار علیہم و مقتہم فما ورد فیہ لا یحصی قولہ تعالیٰ لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین وقال تعالیٰ یا ایہا الذین اٰمنوا لا تتخذوا الیہود والنصارٰی اولیاء وقال تعالیٰ وکذٰلک نولی بعض الظالمین بعضا وفی الخبر ان اللہ تعالیٰ اخذ المیثاق علی کل مؤمن ان یبغض کل منافق وعلی کل منافق ان یبغض کل مؤمن وقال علیہ السلام المرء مع من احب وقال من احب قوما ووالاھم حشر معھم یوم القیٰمۃ وقال علیہ السلام

جب خبر اُسے پہونچے تو وہ اس پر راضی ہو جائے ایک حدیث میں ہے کہ اگر ایک شخص مشرق میں قتل کیا جائے اور دوسرا مغرب میں اس کے قتل پر راضی ہو تو وہ بھی اس کے قتل میں شریک سمجھا جائے گا۔

باقی رہا کفار اور فجار سے بغض و عداوت اور ان کو ملامت کرنا، تو اس بارہ میں اس قدر نصوص وارد ہو چکے ہیں جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ ارشاد الٰہی ہے کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں اور ارشاد ہے کہ "اے ایمان والو یہود اور نصارٰی کو دوست مت بناؤ" اور ارشاد ہے کہ "اسی طرح ہم ساتھ ملائیں گے بعض گنہگاروں کو بعض سے بہ سبب ان کے اعمال کے"

اور حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک مسلمان سے (ازل میں) یہ عہد لیا ہے کہ ہر ایک منافق سے بغض رکھے، اور ہر ایک منافق سے عہد لیا ہے کہ ہر ایک مسلمان سے بغض رکھے" اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "آدمی اسی کیساتھ ہوگا جس سے اس کی محبت ہوگی"۔ اور فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی قوم سے محبت اور دوستی رکھتا ہے قیامت کے دن انہیں کے ساتھ اس کا حشر ہوگا"۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایمان

اوثق عری الایمان الحب فی اللہ والبغض فی اللہ فان قلت قد ورد الآیات والاخبار بالرضاء بقضاء اللہ تعالٰی فان کانت المعاصی بغیر قضاء اللہ تعالٰی فھو محال وان کانت بقضاء اللہ تعالٰی فکراھتہا ومقتہا کراھۃ لقضاء اللہ تعالٰی وکیف السبیل الی الجمع فاعلم ان ھذا مما یلتبس علی الضعفاء القاصرین عن الوقوف علی اسرار العلوم وقد التبس علی قوم حتی راوا السکوت مقاما من مقامات الرضاء وسموہ حسن خلق وھو جھل محض بل نقول الرضا والکراھۃ یتضادان اذا تواردا علی شیٔ واحد من جھۃ واحدۃ فلیس من التضاد فی شیٔ

کا سب سے زیادہ مضبوط اور محکم دستاویز اللہ ہی کے لئے محبت اور اللہ ہی کے لئے بغض رکھنا ہے۔"

یہاں پر اگر یہ سوال کیا جائے کہ آیات اور احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قضائے الٰہی پر راضی ہونا چاہیے. اگر تم کہو کہ معاصی قضائے الٰہی سے نہیں تو یہ تو محال ہے اور اگر کہو کہ قضائے الٰہی سے ہیں (چنانچہ واقع میں بھی ایسا ہی ہے) تو پھر ان سے کراہت اور ان کو برا جاننا یہ تو خود قضائے الٰہی سے کراہت اور دشمنی ہے تو ان دونوں باتوں کے جمع کرنے کی کیا صورت ہے؟"

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ باتیں واقعی ان لوگوں پر جو اسرار علوم کے سمجھنے سے قاصر اور عاجز ہیں ملتبس اور پیچیدہ ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ ایک جماعت پر جب یہ صورت ملتبس ہوئی تو انہوں نے خاموشی کو مقامات رضا میں سے ایک مقام سمجھ لیا اور انہوں نے اسکا نام حسن خلق رکھا حالانکہ یہ سراسر جہالت ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ رضا اور کراہت واقعی ضد اور مخالف ہیں لیکن اس صورت میں جبکہ ایک ہی چیز پر ایک ہی جہت اور ایک ہی حیثیت سے وارد ہوں لیکن اگر ایک چیز بہ دو جہۃ اور دو حیثیتوں سے جمع ہو جائیں تو پھر نہ ضدیت ہے اور نہ مخالفت رہ سکتا ہے

واحد ان یکرہ من وجہ
ویرضی بہ من وجہ اذ قد
یموت عدوک الذی
ھو ایضا عدو لبعض
اعدائک و سعی فی
اھلاکہ فتکرہ موتہ من
حیث انہ مات عدو عدوک
وترضاہ من حیث انہ
مات عدوک وکذلک
المعصیۃ لھا وجھان وجہ
الی اللہ تعالی من حیث انہ
فعلہ واختیارہ وارادتہ
فیرضی بہ من ھذا الوجہ
تسلیما للملک الی مالک
الملک ووجہ الی العبد
من حیث انہ کسبہ ووصفہ
وعلامۃ کونہ ممقوتا عند اللہ
وبغیضا عندہ حیث
سلط علیہ اسباب البعد
فھو من ھذا الوجہ منکر
ومذموم - الاخلاص قال
اللہ تعالی وما امروا الا
لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین
وقال الا للہ الدین الخالص

کہ ایک ہی چیز کو ایک حیثیت سے تم اُسے بُرا
جانو اور دوسری حیثیت سے اس کو پسند کرو
مثلاً تمہارا دشمن مرجائے اور وہ تمہارے دوسرے
دشمنوں کا بھی دشمن ہو اور ان کے قتل کے درپے
ہو۔ اس صورت میں اس دشمن کی موت کو تم
بُرا بھی جانتے ہو اس لئے کہ تمہارے دشمنوں
کا دشمن مرگیا اور پسند بھی کرتے ہو۔ اس حیثیت
سے کہ وہ تمہارا بھی تو دشمن تھا۔
اسی طرح سے معصیت کی بھی دو حیثیتیں ہیں
ایک حیثیت بہ نسبت خداوند تعالیٰ کے ہے کہ یہ
معصیت اس کے حکم، اس کے ارادہ اور اختیار
سے ہے تو اس صورت میں اسے پسند کیا جائیگا
کہ ملک مالک الملک کو سونپ دیا جاتا ہے۔
اور دوسری حیثیت بہ نسبت بندے کے
ہے کہ اسی بندہ نے اسکا کسب کیا ہے اور یہ
اسی کی وصف ہوچکی ہے۔ اور یہ علامت ہے
اس بات کی کہ یہ بندہ اللہ کا ناپسندیدہ اور
مبغوض ہے کہ اس پر دُوری کے اسباب کو
مسلط کردیا ہے تو اس حیثیت سے یہی معصیت
منکر اور بری ہوجاتی ہے۔"

(**اخلاص**) حق تعالیٰ کا ارشاد ہے اور نہیں
حکم کئے گئے تھے مگر اس کا کہ اللہ کی عبادت کریں،
اس طرح پر کہ خالص رکھیں اسی کے لئے
عبادت کو (سب)، اور ارشاد ہے کہ خبردار جاؤ

وقال تعالیٰ الا الذین تابوا واصلحوا واعتصموا باللّٰہ واخلصوا دینہم للّٰہ وقال تعالیٰ فمن کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحًا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا وقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ثلاث لا یغل علیہن قلب رجل مسلم اخلاص العمل للّٰہ تعالٰی وعن الحسن قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول اللّٰہ تعالیٰ الاخلاص سرٌّ من سری استودعتہ قلب من احببتُ من عبادی وقال علی بن ابی طالبؓ لا تھتموا لقلۃ العمل واھتموا للقبول فان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لمعاذ بن جبل اخلص العمل یجزک منہ القلیل و قال علیہ السلام

کہ اللہ ہی کے لئے خالص عبادت ہے۔" اور ارشاد ہے کہ "مگر جنہوں نے توبہ کرلی اور اپنی حالت سنوار لی اور مضبوط پکڑ لیا اللہ کو اور خالص کرلیا اپنا دین اللہ کے لئے تو وہ ایمان والوں کے ساتھ ہونگے۔"

اور ارشاد ہے "پس جو شخص اپنے رب سے ملنے کی امید رکھے تو چاہیے کہ نیک عمل کرے اور نہ شریک کرے اپنے رب کی عبادت میں کسی دوسرے کو۔"

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ کسی مسلمان کا دل انکی وجہ سے کھوٹ میں نہیں پڑتا۔ انہیں سے ایک اللہ کے لئے اخلاص کے ساتھ عمل کرنا ہے۔"

حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اخلاص میرے اسرار میں سے ایک سِر ہے۔ اس کو میں نے امانت رکھا ہے اس شخص کے قلب میں جسکو میں اپنے بندوں میں سے پسند رکھتا ہوں اور محبت کرتا ہوں۔"

اور حضرت علی ابن ابیطالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم قلت عمل سے غمگین نہ ہو بلکہ قبولیت کا اہتمام کرو۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل کو فرمایا تھا کہ "عمل میں اخلاص پیدا کرو تو پھر تمہیں تھوڑا عمل بھی کافی ہوگا۔" اور حضور صلی اللہ

ما من عبد یخلص للّٰہ
العمل اربعین یوما الا ظہرت
ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی
لسانہ اقول قد ذکرت
فی اول الکتاب ان الاخلاص
روح العمل فکما ان الجسد
بغیر الروح لا ینتفع بہ
کذلک العمل بغیر الاخلاص
غیر منتفع بہ قال والاخلاص
عسیر الا علی من یسرہ اللّٰہ علیہ
وکم من اعمال یتعب الانسان
فیہا ویظن انہا خالصۃ
لوجہ اللّٰہ ویکون فیہا مغرورا
لانہ لا یری وجہ الآفۃ فیہا
کما حکی عن بعضہم انہ قال
قضیت صلوۃ ثلاثین سنۃ
صلیتہا فی المسجد فی الصف
الاول لانی تاخرت یوما لعذر
فصلیت فی الصف الثانی
فاعترتنی خجالۃ من الناس
حیث راونی فی الصف الثانی
فعرفت ان نظر الناس الی فی
الصف الاول کان مسرتی وسبب
استراحۃ قلبی من حیث لا اشعر

علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص چالیس دن اللہ
کے لئے اخلاص سے عمل کرلے تو حکمت کے
چشمے اُس کے قلب سے زبان پر پھوٹ پڑینگے
مَیں نے ابتدائی کتاب میں ذکر کیا تھا کہ
اخلاص عمل کا روح ہے پس جس طرح سے کہ جسم
بغیر روح کے بیکار ہے۔ اسی طرح عمل بغیر
اخلاص کے بھی کوئی نفع نہیں بخشتا۔ فرمایا ہے کہ
اخلاص نہایت مشکل ہے مگر جس کے لئے کہ خداوند
تعالیٰ آسان فرمادے۔ بہت سے اعمال ایسے
ہیں کہ انسان نہیں بہت تکلیف اور بڑی مشقت
اٹھاتا ہے اور اسکا گمان یہ ہوتا ہے کہ یہ خالص
اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ اور اسی کی وجہ سے
وہ دھوکے میں پڑجاتا ہے۔ اس لئے کہ اس میں
جو آفت اور نقصان ہے اس کو نہیں دیکھتا
جسطرح کہ ایک بزرگ کی حکایت ہے وہ کہتے
ہیں کہ میں نے تیس برس کی نماز جس کو میں نے
مسجد میں اور پہلی صف میں پڑھا تھا قضا
کرلی (لوٹالی) اس لئے کہ ایکدن کسی عذر کی وجہ
سے مجھے دیر ہوگئی اور دوسری صف میں مجھے
نماز پڑھنی پڑی۔ تو مجھے بڑی خجالت ہوئی کہ
لوگوں نے آج مجھے دوسری صف میں دیکھا ہے
جب جا کے میں سمجھا کہ پہلی صف میں لوگوں کا
دیکھنا ہی میری مسرت اور میرے قلب کے
استراحت کا سبب تھا اور اس بات کو میں

وھذا دقیق غامض قلما تسلم الاعمال من امثاله وقل من یتنبه له الا من وفقه الله تعالی والغافلون عنه یرون حسناتهم کلها فی الآخرة سیئات وهو المراد من بقوله تعالی وبدا لهم من الله ما لم یکونوا یحتسبون وبدا لهم سیئات ما کسبوا وبقوله تعالی قل هل ننبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیهم فی الحیوٰة الدنیا وهم یحسبون انهم یحسنون صنعا واشد الخلق تعرضا لهذه الفتنة العلماء فان الباعث للاکثرین علی نشر العلم لذة الاستیلاء والفرح بالاستتباع و الاستبشار بالحمد والثناء

آجتک نہ سمجھا کہ اس میں اخلاص نہیں۔

اور یہ بات نہایت باریک اور پوشیدہ ہے بہت ہی کم اعمال ان جیسی صورتوں سے بچتے ہونگے اور بہت ہی کم وہ لوگ ہونگے جو اس بات کی تہ کو پہنچکر اطلاع پاتے ہونگے۔ ہاں جنکو اللہ تعالیٰ کی توفیق شاملِ حال ہو وہ تو اس سے مستثنیٰ ہیں!

اور جو اس سے غافل ہیں وہ اپنی ساری بھلائیوں کو قیامت کے دن برائیوں کی صورت میں دیکھینگے۔ اور انہی لوگوں کی طرف حق تعالیٰ کے اس قول میں اشارہ ہے کہ اور انکو ظاہر ہوگا اللہ کی طرف سے جسکا ان کو گمان ہی نہ تھا اور ان پر کھل جائینگی برائیاں ان اعمال کی جو انہوں نے کئے تھے۔

اور اس ارشاد میں کہ "کہدو کیا ہم تمکو ایسے لوگ بتلائیں جو اعمال کے اعتبار سے بڑے گھاٹے میں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوشش گئی گذری دنیا کی زندگی میں ہے۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں!

اور ساری مخلوق میں سے زیادہ اس فتنے میں علماء مبتلا ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ اکثر علماء کی اشاعت علم کا سبب اپنے غلبہ و برتری کی خواہش، اور لوگوں کو تابع فرمان بنانے اور تعریف و توصیف کی خوش کن خبروں کے سننے

والشیطان یلبس علیہم ذلک ویقول غرضکم نشر دین اللہ والنضال عن الشرع الذی شرعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وتری الواعظ یمن علی اللہ تعالیٰ بنصیحۃ الخلق ووعظہ للسلاطین ویفرح بقبول الناس قولہ واقبالہم علیہ وھو یدعی انہ یفرح بما یسر لہ من نصرۃ الدین ولو ظہر من اقرانہ من ھو احسن منہ وعظا وانصرف الناس عنہ واقبلوا علیہ ساءہ ذلک وغمہ ولو کان باعثہ الدین لشکر اللہ تعالیٰ اذ کفاہ اللہ تعالیٰ ھذا المہم بغیرہ ثم الشیطان مع ذلک لا یخلیہ ویقول انما غمک لانقطاع الثواب عنک لا لانصراف وجوہ الناس عنک الی غیرک اذ لو اتعظوا بقولک

کی خوشی ہی ہوتی ہے اور شیطان ان پر اس بات کو ملتبس اور پوشیدہ کر دیتا ہے اور ان سے کہتا ہے کہ تمہاری غرض تو محض دین الٰہی کی اشاعت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی حفاظت ہی ہے۔ تم اکثر واعظوں کو دیکھو گے کہ وہ لوگوں کو پند ونصیحت کہنے اور سلاطین کے سامنے وعظ کرنے کے سبب اللہ تعالیٰ پر احسان جتلاتے ہوں گے اور آپ اپنی طرف لوگوں کے متوجہ ہونے اور اپنی بات کے قبول کرنے سے خوش ہو رہے ہوں گے۔ لیکن اس کے ساتھ پھر دعویٰ یہ ہوگا کہ ان کی خوشی اور فرحت فقط اس سبب سے ہے کہ اس میں دین کی نصرت ہے لیکن اگر ان کے اقران وامثال میں سے کوئی ان سے بھی اچھا واعظ پیدا ہو گیا اور لوگوں نے اسی کی طرف رخ کر لیا تو یہ بات ان کو بہت بری معلوم ہو گی اور سخت غمگین ہو جائیں گے۔ حالانکہ اگر ان کے وعظ کا سبب محض دین ہی دین ہوتا تو حق سبحانہ وتعالیٰ کا شکر بجا لاتے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مہم کے لئے دوسرے کو بھیجا اور ہمیں فراغت ہو گئی۔ لیکن پھر بھی شیطان اُن کو نہیں چھوڑتا اور کہتا ہے کہ تمہیں یہ غم تو یُوں ہو رہا ہے کہ وہ ثواب تم سے منقطع ہو گیا۔ اس وجہ سے تھوڑا ہی غم ہے کہ لوگ تجھ سے پھر گئے اور دوسرے کے ہو لئے بلکہ یہ اس وجہ سے ہے کہ اگر تمہارے وعظ سے

لكنت انت المثاب و
اغتمامك لانقطاع الثواب
محمود ولا يدري المسكين
ان انقياده للحق وتسليمه
الامر افضل واجزل
ثوابا واعود عليه
في الآخرة من انفراده
وليت شعري لو اغتم
عمر بتصدي
ابي بكر رضي الله عنهما
للامامة اكان غمه محمودا
او مذموما ولا يتريب
ذو دين ان لو كان ذلك
لكان مذموما لان
انقياده للحق وتسليمه
الامر الى من هو اصلح
منه اعود عليه في الدين
من تكفله بمصالح
الخلق مع ما فيه من الثواب
الجزيل بل فرح عمر رضي
الله عنه باستقلال من
هو اولى منه بالامر فما
بال العلماء لا يفرحون
بمثل ذلك

نصیحت لیتے اور بہرہ یاب ہوتے تو اس کا ثواب
تمہیں ہی پہنچتا۔ اور ثواب کے منقطع ہو جانے
سے جو تمہیں غم ہو رہا ہے یہ تو بہت اچھی بات
ہے۔" بیچارہ اس بات کو نہیں جانتا کہ حق اور
امر الٰہی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا ہی افضل ہے
اسی میں ثواب زیادہ ہے اور یہی آخرت میں
فائدہ مند ہے بہ نسبت اس کے کہ تم اکیلے ہی
ہوتے۔"

اور سنئے! حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے
خلافت قبول کرنے سے اگر حضرت عمر رضی اللہ
عنہ مغموم ہوتے تو تم ہی کہو کہ انکا یہ غم اچھا
ہوتا یا برا؟ ہر ایک دیندار شخص بغیر شک و شبہ
کے کہدیگا کہ اگر ایسا ہوتا تو واقعی یہ صورت بری
ہوتی۔ اس لئے کہ ان کے لئے حق کی اطاعت
اور یہ منصب ایسے شخص کو سونپ دینا جو ان
سے زیادہ صالح اور لائق تھے دین میں زیادہ
فائدہ مند تھا بہ نسبت اس کے کہ خود مصالح
مخلوق کے کفیل بنتے۔ اگرچہ اس صورت میں
ثواب بھی بہت تھا بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
نہایت خوش ہوئے کہ اس منصب پر ایسا
شخص فائز ہوا ہے جو ان سے اس بارہ میں
زیادہ بہتر اور مستحق ہے۔ بس آخر کیا وجہ ہے
کہ علماء ان جیسی باتوں سے خوش نہیں
ہوتے؟

الصدق قال الله تعالی
رجال صدقوا ما عاهدوا
الله علیه وقال النبي صلی الله
صلی الله علیه وسلم ان
الصدق یهدی الی البر
والبر یهدی الی الجنة
وان الرجل یصدق حتی
یکتب عند الله صدیقا
وان الکذب یهدی الی
الفجور والفجور یهدی الی
النار وان الرجل یکذب
حتی یکتب عند الله کذابا
ویکفی فی فضیلة الصدق
ان الصدیق مشتق منه
والله تعالی وصف الانبیاء
به فی معرض المدح والثناء
فقال واذکر فی الکتاب
ابراهیم انه کان صدیقا
نبیا وقال واذکر فی
الکتاب اسمعیل انه کان
صادق الوعد وکان رسولا
نبیا وقال تعالی واذکر فی
الکتاب ادریس انه کان صدیقا
نبیا وقال ابن عباس اربع من
کن فیه فقد ربح

(سچائی کے بیان میں) حق تعالیٰ کا ارشاد ہے
کہ (صحابہ) ایسے لوگ ہیں کہ سچ کر دکھایا جس بات
پر انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا۔
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سچائی
نیکی کی طرف ہدایت کرتی ہے اور نیکی جنت تک
پہنچا دیتی ہے۔ اور جو آدمی سچ بولتا رہتا ہے تو
وہ اللہ کے نزدیک صدیق (سچا) لکھا جاتا ہے
اور جھوٹ بدکاری کا رستہ دکھاتا ہے اور بدکاری
دوزخ تک پہنچاتی ہے۔ اور جو آدمی جھوٹ بولا
کرتا ہے۔ تو وہ اللہ کے نزدیک کذاب (جھوٹا)
لکھا جاتا ہے؛
اور صدق (سچائی) کی تعریف اور فضیلت
میں یہی کافی ہے کہ صدیق اسی سے مشتق ہے۔
اور اللہ تعالیٰ نے اسی لفظ کے ساتھ مدح وثنا
کے موقعہ پر انبیاء علیہم السلام کا وصف بیان
فرمایا ہے؛
چنانچہ ارشاد ہے اور ذکر کرو کتاب میں
ابراہیم ع کا بیشک وہ سچے نبی تھے۔ اور فرمایا
ہے اور ذکر کرو کتاب میں اسمٰعیل کا واقعی وہ
وعدے کے سچے تھے اور رسول ونبی تھے اور
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور ذکر کرو کتاب میں ادریس
کا بیشک وہ سچے نبی تھے۔
حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ چار چیزیں
جس انسان میں ہونگی تو وہ بڑے فائدہ میں ہے

الصدق والحیاء وحسن الخلق
والشکر قول حسبك فی مدح
الصدق ان الله جعل فی الآیة
الکریمة بعد درجة النبیین
فوق الشهداء والصالحین
قال الله تعالیٰ ومن یطع
الله ورسوله فاولئك مع
الذین انعم الله علیهم من
النبیین والصدیقین والشهداء
والصالحین وحسن اولئك
رفیقا ذلك الفضل من الله و
کفی بالله علیما۔ انتهی مختصرا
من الاحیاء ولعل قلبك یختلج
بعدم صحة بعض الاحادیث المرویة
فی هذا الفصل فعلیك بشرح
الاحیاء للزبیدی۔ ثم اعلم
ایها الموفق للخیرات زادك
الله علما وعملا ان الاخلاص
الذی هو بمنزلة الروح فی
الجسد فی اعمالك البدنیة
والقلبیة لا یکاد یتحقق الا
بصحة معاملتك مع الله تعالیٰ
وصحة معاملتك موقوفة
علی العلم بهذا الفن الشریف

سچائی، حیاء، حسن خلق، اور شکر۔
میں کہتا ہوں کہ سچائی کی تعریف میں یہی کافی
ہے کہ آیۂ کریمہ میں نبیین کے درجہ کے بعد اور شہداء
اور صالحین کے اوپر صدیقین کا درجہ مندرج ہے
چنانچہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے جو اطاعت
کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی تو وہ ان کے
ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء
صدیقین، شہداء اور صالحین، اور یہ لوگ اچھے
رفیق ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ ہی کا علم
کافی ہے۔ احیاء العلوم کا اختصار یہاں تک ختم ہوگیا۔
(نوٹ) شاید تمہارے دل میں یہ بات کھٹکے
کہ جو احادیث اس فصل میں روایت کی گئی ہیں ان
میں سے بعض صحت کے درجہ پر پوری نہیں اترتیں
تو اس کے لئے تمہیں احیاء العلوم کی شرح مصنفۂ
زبیدی دیکھنی چاہیئے۔

اے عزیز! تمہیں حق سبحانہ وتعالیٰ نے جب
نیکیوں کی توفیق دی ہے (اللہ تعالیٰ تمہارا علم و
عمل اور زیادہ فرمائے) تم کو اس بات پر یقین
رکھنا چاہیئے کہ اخلاص (جس کو اعمال بدنیہ اور
قلبیہ میں وہ درجہ حاصل ہے جو روح کو جسم میں
ہے) اس وقت تک متحقق ومستحکم نہیں ہو سکتا جب تک
کہ حق تعالیٰ کے ساتھ اپنے معاملہ میں صدق وصحت
نہ پیدا کی جائے اور اپنے معاملہ کی درستی اس فن

فهـا انا فـتحـو لك بابا من
هـذا الفن منتخبا من
كتاب حكم الشيخ العارف
بالله احمد بن محمد بن عبد الكريم
بن عطاء الله الاسكندري
نور الله ضريحه فانه لب لباب
هذا الفن . **فصل**
قال رضی الله عنه من علامات
الاعتماد على العمل نقصان الرجاء
عند وجود الزلل . ارادتك
التجريد مع اقامة الله
اياك فی الاسباب من
الشهوة الخفية وارادتك
الاسباب مع اقامة الله اياك فی
التجريد انحطاط عن الهمة
العلية
ارح نفسك
من التدبير فما قام به
غيرك عنك لا تقوم
به لنفسك
اجتهادك فيما
ضمن لك
و
تقصيرك

شریف کے جاننے پر موقوف ہے اس لئے میں
تمہارے سامنے اس فن کا ایک دروازہ کھولتا
ہوں جس کو میں نے کتاب حکم مصنفہ عارف باللہ
شیخ احمد بن محمد بن عبد الکریم بن عطاء اللہ اسکندرانی
(اللہ تعالیٰ ان کے مزار کو منور فرمائے) سے منتخب
کیا ہے ۔ اس لئے کہ کتاب مذکور اس فن کا لب
لباب ہے ؎

(**فصل**) شیخ ممدوح فرماتے ہیں۔ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ :-

(۱) لغزش اور معصیت صادر ہونے کے وقت
عفو کی امید میں نقصان کا ہونا اپنے اعمال پسندیدہ
پر اعتماد کی علامت ہے ؎

(۲) اسباب دنیاوی سے تجرید اور قطع ظاہری
کی تیری خواہش باوجودیکہ خداوند تعالیٰ شانہ نے
تجھکو اسباب میں استقامت عطا فرمائی' شہوت
پنہانی ہے ۔ اور تیرا اسباب کا پابند ہونا باوجودیکہ
اللہ تعالیٰ نے تجھکو اسباب میں راسخ قدم کیا بلند
ہمتی سے پستی کی طرف گرنا ہے ؎

(۳) تدبیر کی تعب سے اپنے نفس کو راحت دے
کیونکہ جو اللہ جل وعلا نے تیرے غیر پر مقدر کرکے
تجھ سے اٹھا لیا ہے ۔ اس کو تم اپنے نفس کے لئے
نہیں اٹھا سکتے !

(۴) ان امور میں تیری کوشش کرنا جنکا وہ تیرے
لئے کفیل ہو چکا ہے اور ان امور میں تیری کوتاہی

فيما طلب منك دليل على انطماس البصيرة منك. ٥ لا يكن تاخر امد العطاء مع الالحاح في الدعاء موجبا ليأسك فهو ضمن لك الاجابة فيما يختاره لك لا فيما تختاره لنفسك وفي الوقت الذي يريد لا في الوقت الذي تريد ٦ لا يشككنك في الوعد عدم وقوع الموعود وان طلعت الشمس من المغرب مثلا يكون ذلك قدحا في بصيرتك و اخماد النور سريرتك. اذا فتح ٨ لك وجهة من التعرف فلا تبال معها ان قل عملك فانه ما فتحها لك الا وهو يريد ان يتعرف اليك الم تعلم ان التعرف هو مورده عليك والاعمال انت مهديها اليه واين ما تهديه اليه

مما

هو مورده عليك

٩ تنوعت اجناس الاعمال لتنوع

کرنا جن کا وہ تجھ سے طالب ہے تیرے چراغ عقل کے گل ہونے کی دلیل ہے۔

(۵) دعا میں گڑگڑانے کے باوجود عطا میں تاخیر کا ہونا تجھے قبولیت دعا سے کہیں مایوس نہ کر دے۔

(۶) کیونکہ وہ تیری اجابت کا اس امر میں کفیل ہوا ہے جسکو وہ خود تیرے لئے پسند فرماتا ہے نہ جسکو تو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور جس وقت کہ وہ چاہتا ہے نہ جس وقت کہ تو چاہتا ہے۔

(۷) اے بندہ! موعود کا باوجود وعدۂ الٰہی کے ظہور پذیر نہ ہونا تجھے شک میں نہ ڈالدے اگرچہ یہ تاخیر آفتاب کے مغرب سے طلوع ہونے تک ہی کیوں نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ شک تیری عقل کی آنکھ پھوڑ دے اور چراغ قلب کا نور بجھا دے۔

(۸) جب حق تعالیٰ نے تیرے لئے اپنی معرفت کا کوئی دروازہ کھول دیا تو اس کے ہوتے ہوئے قلت عمل کی پرواہ نہ کر کیونکہ اس نے تیرے لئے یہ دروازہ صرف اس لئے کھولا ہے کہ اپنی معرفت تجھے عطا کر دے۔ کیا! تم نہیں جانتے کہ نعمت معرفت باری تعالیٰ تمہیں عطا کرتا ہے اور تم اعمال اس کی جناب میں پیشکش کرتے ہو اور تیرے ہدیہ کو باری تعالیٰ کی عطا سے بھلا کیا نسبت ہو سکتی ہے۔

(۹) اعمال کی جنسیں اس لئے مختلف اور متنوع پیدا ہوئی ہیں تاکہ ان پر مختلف اور متنوع

واردات الاحوال ۔ الاعمال
صور قائمۃ وارواحها وجود
سر الاخلاص فیها ۔ ادفن وجودک
فی ارض الخمول فما نبت مما لم
یدفن لم یتم نتاجه ۔ کیف
یشرق قلب وصور الاکوان
منطبعۃ فی مرآته ام کیف یرحل
الی الله وهو مکبل بشهواته
ام کیف یطمع ان یدخل
حضرۃ الله وهو لم یتطهر
من جنابۃ غفلاته ام کیف
یرجو ان یفهم دقائق الاسرار
وهو لم یتب من هفواته ۔
الکون کله ظلمۃ وانما اناره
ظهور الحق فیه فمن رای الکون
ولم یشهده فیه او عنده
او قبله او بعده فقد اعوزه
وجود الانوار
وحجبت عنه
شموس المعارف
بسحب الآثار ۔
مما یدلک علی وجود قهره
سبحانه
ان حجبک عنه بما لیس

واردات الٰہیہ متفرع ہوسکیں ؛
(۱۰) بندے کے اعمال صرف بیجان صورتیں
ہیں ۔ اور سرِ اخلاص کا وجود ان میں بمنزلہ روح ہے ؛
(۱۱) اپنے وجود کو گمنامی کی زمین میں دفن کردے
اس لئے کہ جو بیج بویا نہ گیا ہو وہ پھلتا نہیں ؛
(۱۲) کیا قلب منور ہوسکتا ہے ؟ درآنحالیکہ
اغیار موجودات کی صورتیں اس کے آئینہ میں منقش
ہوں ۔ اور کیا وہ حضور الٰہی سے مشرف ہوسکتا ہے ؟
درآنحالیکہ ابھی شہواتِ نفسانیہ کی قید میں مقید ہے
اور کیا وہ بارگاہِ الٰہی میں داخل ہونے کی امید کرسکتا
ہے ؟ درآنحالیکہ ابھی اپنی غفلتوں کی ناپاکی سے
پاک نہیں ہوا اور کیا دقائق اسرار کے سمجھنے کی
توقع رکھتا ہے ؟ درآنحالیکہ وہ ابھی اپنی نازیبا
حرکتوں سے باز نہیں آیا ؛
(۱۳) موجودات عالم سب کے سب تاریکیاں ہیں
اور ان میں جو باریتعالیٰ کا ظہور ہوا ہے اسی نے انکو
منور کر رکھا ہے تو جس کی نظر مخلوقات تک محدود
ہے اور اس نے ان میں یا ان کے قریب یا ان سے
پہلے یا ان کے بعد حق سبحانہ کا مشاہدہ نہ کیا تو
اس کی نظر بصیرت وجود انوار کی جھلک سے محروم
رہی ، اور معارف کے آفتاب اس سے آثار کے
بادلوں میں چھپ گئے ؛
(۱۴) حق سبحانہ وتعالیٰ کا تجھکو اپنے مشاہدہ
سے ایسی چیز کے ساتھ محجوب کرنا جو اس کے ساتھ

بموجود معه - يا عجبا
كيف يظهر الوجود في العدم
ام كيف يثبت
الحادث مع من له وصف القدم
ما ترك من الجهل من اراد
ان يظهر في الوقت غير
ما اظهره
الله
احالتك الاعمال على وجود
الفراغ
من رعونات النفوس
ما ارادت همة سالك ان
تقف عند ما كشف لها
الا ونادته هواتف الحقيقة
الذي تطلب امامك وما
تبرجت ظواهر المكونات الا ونادتك
حقايقها انما نحن فتنة فلا تكفر
طلبك منه اتهام له
طلبك له
غيبة
منك عنه
وطلبك لغيره لقلة حيائك
منه
وطلبك

موجود نہیں۔ اس کے قہر اور غلبہ کی بڑی دلیل ہے"

(۱۵) کس قدر عجیب بات ہے کہ عدم میں وجود ظاہر ہو جائے اور قدیم کے ساتھ حادث ثابت رہ سکے"

(۱۶) جس نے یہ چاہا کہ حق تعالیٰ کے ظاہر کردہ امر کے سوا اس وقت میں کوئی دوسرا امر ظاہر ہوتا' تو اس نے اپنے جہل و نادانی میں کوئی دقیقہ بھی نہ چھوڑا"

(۱۷) بجا آوری اعمال کو وقت فرصت و فراغت کے لئے ٹالتے رہنا نفس کی چالوں میں سے ایک فریبانہ چال ہے"

(۱۸) اثنا سلوک میں کشف معارف و اسرار و ظہور انوار کے وقت سالک کی ہمت جب توقف اور ٹھیرنے کا ارادہ کرتی ہے تو حقیقت الامر سے پکار کر کہتی ہے کہ ابھی منزل [illegible]
جب مخلوقات ظاہری کا جمال ظاہر ہوتا ہے' تو ان کے حقایق چلا کر تجھکو کہتے ہیں کہ ہم فتنہ اور آزمائش ہیں' ہم میں مبتلا ہو کر کفران مت کیجیو"

(۱۹) حق سبحانہ سے تیرا کسی چیز کا طلب کرنا اس ذات پاک پر تہمت لگانا ہے گویا وہ تمہارے حال سے بے خبر ہے۔ اور تمہاری ضروریات کا کفیل نہیں اور اس کا قرب و مشاہدہ طلب کرنا یہ اس سے تیرے غائب ہونے کی علامت ہے اور ما سوی اللہ کی طلب تیری بےحیائی پر دلالت کرتی ہے خواہ وہ اغراض دنیویہ ہوں یا احوال و مقامات۔ اور اپنے مولا کے

من غیره لوجود تعلّقه
منه

۲۰ ما من نفس تبدیه
الا وله قدر فیك
یمضیه -

۲۱ لا تستغرب وقوع
الاكدار ما دمت
فی هذه الدار
فما ابرزت
الا ما هو مستحق
وصفها
وواجب نعتها

۲۲ ما توقف مطلب انت
طالبه بربك وما تیسر
مطلب انت
طالبه بنفسك

۲۳ من علامات النجح فی
النهایات الرجوع الی الله فی
البدایات

۲۴ من اشرقت بدایته
اشرقت نهایته

۲۵ اهتدی الراحلون الیه
بانوار التوجه والواصلون
لهم انوار المواجهة

سوا دوسرے سے طلب کرنا اسکی بارگاہ عالی سے بُعد
اور دُوری کی وجہ سے ہے۔

(۲۰) تم پر ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزرتا جس
میں تیرے پروردگار نے تجھپر کوئی حکم نافذ کیا
ہو خواہ وہ از قبیل طاعت ومعصیت ہو یا از
باب نوازش وآزمائش۔

(۲۱) جبتک کہ اس دار ناپائدار میں تجھکو رہنا ہے
مصائب اور مکروہات کے وقوع کو حیرت کی نظر
سے نہ دیکھو اس لئے کہ پردۂ غیب سے وہی ظاہر
ہوتا ہے اور اس عالم میں وہی افتاد پڑتی ہے
کہ وہ بسبب حکمت بالغۂ الٰہیہ مستحق توصیف اور
قابل تعریف ہی ہوتی ہے۔

(۲۲) وہ مقصد کچھ دشوار نہیں جسکا تو اپنے
پروردگار سے خواستگار ہوا اور وہ مطلب کچھ آسان
نہیں جس کا تو اپنے نفس ہی کے بل بوتے پر طلبگار ہوا

(۲۳) ابتداء امر میں اللہ تعالیٰ کی طرف
رجوع کا ہونا انتہائی کار کی کامیابی اور فوز و
فلاح کی علامت ہے۔

(۲۴) جس کی ابتدا روشن ہوتی ہے اس کی
انتہا بھی درخشان ہی ہوگی ع سالیکہ نکوست
از بہارش پیداست۔

(۲۵) راہ الٰہی کے سالکوں نے انوار توجہ سے
ہدایت پائی اور راستہ دیکھا اور واصلین بارگاہ
ایزدی کیلئے مراجہۃ کے انوار خود بخود حاصل ہیں۔

فالأولون للأنوار وهؤلاء
الأنوار لهم لأنهم لله لا
لشيء دونه. تشوفك الى
ما بطن فيك من العيوب
خير من تشوفك الى ما
حجب عنك من الغيوب
الحق ليس بمحجوب وانما
المحجوب انت عن النظر
اليه اذ لو حجبه شيء
لستره ما حجبه ولو كان
له ساتر لكان لوجوده
حاصر
وكل حاصر لشيء فهو
له قاهر وهو القاهر
فوق عباده. أخرج من
اوصاف بشريتك عن كل وصف
مناقض لعبوديتك لتكون
لنداء الحق مجيبا ومن
حضرته قريبا. اصل كل
معصية وغفلة وشهوة
الرضى عن النفس واصل
كل طاعة ويقظة وعفة
عدم الرضى منك عنها شعاع
البصيرة يشهدك قربه منك وعين

تو پہلی جماعت انوار ہی کے لئے ہوتی ہے، اور دوسری
جماعت کیلئے ہی انوار ہوتے ہیں، اس لئے کہ گروہ
اخیر اللہ ہی کے ہو رہتے ہیں اور ماسوا کے طوق غلامی
سے آزاد ہوتے ہیں۔

(۲۶) اپنے عیوب باطنی کی طرف تیرا نگاہ کرنا
ان اشیاء کے حصول کی طرف نظر کرنے سے جو تجھ
سے پوشیدہ اور غائب ہیں زیادہ بہتر ہے۔

(۲۷) حق جل وعلا حجاب میں نہیں ہے صرف تو
اپنے نفسانی صفات کی وجہ سے اس کے مشاہدے سے
روکا گیا ہے۔ کیونکہ اگر کوئی شے اس کیلئے حجاب
ہوتی تو اسکو ڈھانپ لیتی اور اگر اس کیلئے کوئی چیز ڈھانپنے
والی ہوتی تو ضرور اسکے وجود کو احاطہ کرنیوالی اور روکنے
والی ہوتی، کیونکہ ہر ایک احاطہ کرنیوالی چیز غالب ہی
ہوتی ہے، حالانکہ حق جل وعلا سب پر غالب ہے۔

(۲۸) اپنے بشری اوصاف میں سے ہر اس وصف
سے جو تیری بندگی کے مخالف ہو باہر نکل تاکہ حق سبحانہ
کی ندا اور بلاوے کی اجابت، اور اس کی بارگاہ اقدس
کی قربت حاصل کرسکو۔

(۲۹) ہر ایک معصیت، غفلت، اور شہوت کی بنیاد
اپنے نفس سے رضامندی پر اور ہر ایک طاعت عفت
اور ہوشیاری کی بنیاد اپنے نفس سے نارضامندی
پر ہی مبنی ہے۔

(۳۰) بصیرت کی روشنی تجھے حق تعالیٰ کے قرب
کا مشاہدہ کراتی ہے اور عین الیقین تجھے اسکی محبت

البصيرة تشهدك
عدمك لوجوده وحق
البصيرة يشهدك وجوده
لا عدمك ولا وجودك
كان الله ولا شيء معه
وهو الآن على ما عليه كان

۳۱ لا تتعدا نية همتك الى
غيره فان الكريم لا يتخطاه
الآمال. ۳۲ لا ترفعن الى غيره
حاجة هو موردها عليك
وكيف يرفع غيره ما كان
هو له واضعا من لا يستطيع
ان يكون لها من غيره
رافعا. ۳۳ ان لم تحسن
ظنك به
لاجل وصفه
حسن ظنك
به
لوجود معاملته
معك فهل عودك الا
احسانا وهل اسدى
اليك الا امتنانا.
۳۴ العجب كل العجب ممن
يهرب مما لا انفكاك له عنه

ذاتیہ کے ارادہ کا مشاہدہ کراتا ہے۔ اور حق الیقین تجھے
اس کے وجود کا مشاہدہ کراتا ہے جس میں تیرے
وجود اور عدم سے قطع نظر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ
سے تھا اور کوئی چیز اس کے ساتھ نہ تھی۔ اور وہ اب
بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا۔"

(۳۱) اے سالک! اپنے عزم ہمت کی
باگ کو اپنے مولائے کریم سے ما سوا کیطرف نہ
موڑ۔ کیونکہ وہ کریم ہے۔ تیری امیدوں کو رد نہیں
فرمائیگا۔

(۳۲) اپنی حاجت روائی غیر سے طلب نہ کر
اس لئے کہ اس حاجت میں اسی (حق تعالیٰ) نے
تمہیں مبتلا کیا ہے۔ اور غیر اس تکلیف کو اٹھا بھی کس
طرح سکتا ہے جبکہ رکھنے والا اللہ تعالیٰ ہو۔ بھلا جو
اپنے کشود کار کی استطاعت نہیں رکھتا تو وہ کس طرح
غیر کی حاجت برلا سکتا ہے۔"

(۳۳) اگر تم باریتعالیٰ کی نسبت اسکی صفات
کمالیہ کی وجہ سے حسن ظن نہیں رکھتے تو تم اس
خوش معاملگی کے سبب جو اسے تیرے ساتھ ہے
اس کی نسبت حسن ظن پیدا کرو۔ کیا احسانات کے
علاوہ اس نے تیرے ساتھ کوئی اور سلوک بھی روا
رکھا ہے؟ اور فضل و کرم کے سوا بھی اس نے
کچھ تیرا نازل فرمایا ہے؟"

(۳۴) کس قدر حیرت افزا بات ہے کہ انسان
اس سے بھاگتا ہے جس سے اس کو جدائی نہیں

لہ عنہ ویطلب مالا بقاء لہ معہ فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور

اور جس سے کسی طرح وہ چھٹکارا نہیں پا سکتا اور اس کو طلب کرتا ہے کہ جو اس کے ساتھ کسی طرح بقا اور وفا نہیں رکھتا۔ اسکی ظاہری آنکھیں کچھ اندھی نہیں ہیں بلکہ وہ دل اندھا اور بے بصیرت ہے جو سینے میں ہے"

۳۵ لا ترحل من کون الی کون فتکون کحمار الرحی یسیر والذی ارتحل الیہ ھو الذی ارتحل عنہ ولکن ارحل من الکون الی المکون و ان الی ربک المنتھی۔

(۳۵) مخلوق سے مخلوق تک (یعنی اثر سے اثر تک) سفر نکرو اس صورت میں تم تیلی کے بیل کی طرح ہو گے کہ جہاں پر اس کے چلنے کی انتہا ہوتی ہے وہی مقام اس کے چلنے کی ابتدا کا ہوتا ہے بلکہ تمپر لازم ہے کہ مخلوق سے خالق کی طرف (اثر سے مؤثر تک) سفر کرو کہ بیشک منتہائے سفر بارگاہ الہٰی تک ہے"

۳۶ لا تصحب من لا ینھضک حالہ ولا یدلک علی اللہ مقالہ

(۳۶) ایسے شخص کی ہمنشینی اور رفاقت اختیار نہ کرو کہ جسکا حال تم کو حق تعالیٰ کی محبت کیطرف آمادہ نہ کرے، اور جسکا کلام (وقال) باریتعالےٰ کی طاعت پر تجھکو برانگیختہ نہ کرے"

۳۷ ما قل عمل برز من قلب زاھد ولا کثر عمل برز من قلب راغب

(۳۷) اس عمل کو کم نہ سمجھنا چاہیے جو تارک الدنیا قلب سے ظاہر ہوتا ہے اور اس عمل کو زیادہ نہ سمجھنا چاہئے کہ جو حریص الدنیا دل سے سرزد ہوتا ہے"

۳۸ لا تترک الذکر لعدم حضورک مع اللہ فیہ لان غفلتک عن وجود ذکرہ اشد من غفلتک مع وجود ذکرہ فعسی

(۳۸) ذکر میں حضور الہٰی نہ ہونے کے سبب سے ذکر کو نہ چھوڑنا چاہیئے اس لئے کہ ذکر سے غافل رہنا زیادہ مضر ہے بہ نسبت اسکے کہ ذکر کیا جاوے لیکن اس میں حضور نہ ہو، بلکہ اس صورت میں امید ہے کہ حق تعالیٰ تمہارے مرتبہ کو ذکر بے حضور سے بڑھا کر ذکر

يرفعك من ذكر مع وجود
غفلة الى ذكر مع وجود
يقظة ومن ذكر مع
وجود يقظة الى ذكر مع
وجود حضور ومن ذكر مع
وجود حضور الى ذكر مع غيبة
ماسوى المذكور وما ذلك
على الله بعزيز. ۳۹ من علامات
موت القلب عدم الحزن على
ما فاتك من الموافقات وترك
الندم على ما فعلته من وجود
الزلات. ۴۰ لا يعظم الذنب
عندك عظمة تصدك عن
حسن الظن بالله تعالى فان
من عرف ربه استصغر في جنب
كرمه ذنبه. ۴۱ لا صغيرة اذا
قابلك عدله ولا كبيرة اذا
واجهك فضله. ۴۲ النور
جند القلوب كما ان الظلمة
جند النفس فاذا اراد الله
ان ينصر عبده امده بجنود الانوار
وقطع عنه مدد الظلم والاغيار
۴۳ لا تفرحك الطاعة لانها
برزت منك.

بیداری (جس میں غفلت نہ ہو) تک پہونچا دے اور ذکر
بیداری سے ذکر حضور تک اور ذکر حضور سے اُس ذکر
تک تمہارا رتبہ بلند فرمائے جس میں کل ما سوی اللہ
چیزیں نظر سے غائب ہو جاتی ہیں۔ اور یہ صورت
اللہ تعالیٰ پر کچھ دشوار نہیں۔

(۳۹) طاعات و حسنات کے فوت ہو جانے پر غم
نہ ہونا، اور معاصی اور سیئات کے واقع ہونے پر
پشیمانی کا نہ ہونا۔ موت قلب کی علامت ہے!

(۴۰) کوئی گناہ تیرے خیال میں اتنا بڑا نہ
ہونا چاہیے کہ تجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھنے
سے روک دے اور اسکی رحمت اور فضل سے مایوس
کر دے۔ اس لئے کہ جس نے اپنے رحیم و کریم پروردگار
کو پہچانا، اسنے اپنے گناہوں کو اس کے عفو و کرم
کے مقابلہ میں صغیر و حقیر جانا!

(۴۱) اگر اس کے عدل و انصاف سے معاملہ
ہوا تو کوئی گناہ بھی صغیرہ نہیں اور اگر اس کے رحم
و کرم سے سامنا ہوا تو کوئی گناہ بھی کبیرہ نہیں!

(۴۲) انوار معرفت قلب سالک کے لشکر ہیں جیسے
سے کہ غفلت کی تاریکیاں نفس کی فوجیں ہیں جب
الطاف الٰہی اپنے بندہ کی مدد کا ارادہ کرتے ہیں تو
انوار معرفت کے لشکر سے کمک پہونچاتے ہیں اور
اغیار اور تاریکیوں کے دستبرد سے اُسے بچا لیتے ہیں!

(۴۳) طاعت پر اس اعتبار سے نہ اترانا چاہیے
کہ وہ تجھ سے (تیرے اختیار سے) ظاہر ہوئی ہے بلکہ

وافرح بها لانها برزت
من الله اليك قل
بفضل الله وبرحمته
فبذلك فليفرحوا.
ما بسقت اغصان
ذل الا على بذر طمع
انت حر مما انت
عنه آيس وعبد لما
انت له طامع. من
لم يقبل على الله
بملاطفات الاحسان
قيد اليه بسلاسل
الامتحان. من لم
يشكر النعم فقد
تعرض لزوالها ومن
شكرها فقد قيدها
بعقالها. خف من
وجود احسانه اليك و
دوام اساءتك معه ان
يكون ذلك استدراجا
لك سنستدرجهم من
حيث لا يعلمون. اذا
رايت عبدا اقامه الله تعالى
بوجود الاوراد وادامه عليها

اس معنی کر کے خوش ہونا چاہیے کہ یہ طاعت اللہ
تعالیٰ کی طرف سے (اس کی توفیق دی ہے) عمل میں
آئی ہے۔ کہدو کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت
پر خوش ہونا چاہیے یہ بہتر ہے ان چیزوں سے
جو وہ جمع کرتے ہیں" آیہ

(۴۴) ذلت کی شاخیں طمع کے بیج سے ہی
پھوٹ کر بڑھتی اور پھیلتی ہیں۔

(۴۵) جس چیز سے تو نا امید ہے اس سے آزاد
ہے۔ اور جسکا تو طامع ہے اُسکا بندہ ہے۔

(۴۶) جس نے اپنے پروردگار کی طرف سے
اس کے الطاف اور احسانات کی وجہ سے رخ نہیں
کیا تو وہ آزمائش کی زنجیروں میں جکڑ کر اس کے
سامنے کھینچا گیا"

(۴۷) جو نعمتوں کا شکر بجا نہ لایا۔ وہ اُن کے
زوال کے درپے ہوا۔ اور جس نے شکر گزاری کی
تو گویا اس نے نعمتوں کو مضبوط شکیل میں باندھ دیا

(۴۸) رب تعالیٰ کے احسان اور اپنی دائمی برائیوں
سے ڈرنا چاہیئے کہ مبادا یہ تمہارے لئے استدراج
(ڈھیل) کی صورت ہو۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ ہم
آہستہ آہستہ پکڑینگے ان کو جہاں سے وہ نہ جانینگے
آیۃ۔

(۴۹) جب تم کسی کو دیکھو کہ توفیق الٰہی
نے اس کو اوراد کا پابند خوگر بنایا ہے تو اس
عطائے الٰہی کو اس لئے نہ سمجھو کہ تمہیں عارفین

مع طول الامداد فلا تحقرن ما منحه مولاه. لانك لم تر عليه سيما العارفين ولا بهجة المحبين فلولا وارد ما كان ورد - (۵۰) قوم اقامهم الحق لخدمته وقوم اختصهم بمحبته كلا نمد هؤلاء وهؤلاء من عطاء ربك وما كان عطاء ربك محظورا - (۵۱) قلما تكون الواردات الالهية الا بغتة لئلا يدعيها العباد بوجود الاستعداد - (۵۲) من رايته مجيبا عن كل ما سئل ومعبرا عن كل ما شهد وذاكرا كل ما علم فاستدل بذلك على وجود جهله - (۵۳) انما جعل الله الآخرة محلا لجزاء عباده المؤمنين لان هذه الدار لا تسع ما يريد ان يعطيهم ولانه اجل اقدارهم عن ان يجازيهم في دار لا بقاء لها - (۵۴) من وجد ثمرة عمله عاجلا فهو دليل على وجود القبول آجلا - (۵۵) اذا اردت ان تعرف قدرك عنده

کی علامت اور واصلین کی نورانیت نہیں دیکھ رہے ہو. اگر تجلیات الہٰی کا اس پر ورود نہ ہوتا تو ورد کی مداومت اور یہ استقامت بھی نہ ہوتی -

(۵۰) باریتعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے ایک گروہ کو اپنی طاعت اور خدمت کے لئے مقرر فرمایا اور ایک جماعت کو اپنی محبت کے لئے مخصوص کیا ہے. ان کو اور ان کو (غرضیکہ سب کو) تمہارے رب کی عطا سے مدد کرتے ہیں اور تیرے رب کی عطا بند نہیں: آیہ

(۵۱) واردات الہٰیہ بسا اوقات اس لئے اچانک پیش آجاتے ہیں. تاکہ بندے اپنی قابلیت اور استعداد کی وجہ سے کہیں ان کے مدعی نہ بن بیٹھیں !

(۵۲) جس کو تو ہر سوال کا جواب دینے والا ہر مشاہدہ کا ظاہر کرنے والا اور ہر علم کا بیان کرنیوالا دیکھے تو ان باتوں سے اس کا جہل سمجھ لو!

(۵۳) صرف دار آخرت کو ہی اپنے مومن بندوں کے اعمال کیلئے محل جزا مقرر فرمایا' ایک تو اس وجہ سے کہ جو کچھ وہ ان کو دینا چاہتا ہے یہ دار دنیا اس کو سما نہیں سکتی - دوسرے یہ کہ دار بے بقا میں بدلہ دینے سے ان کی قدر و مرتبہ کو برتر و بلند ٹھیرایا!

(۵۴) جس نے اپنے عمل کا ثمرہ دنیا میں پالیا تو یہ اس کے آخرت میں قبول ہونے کی دلیل ہے!

(۵۵) اگر تم باریتعالیٰ کے نزدیک اپنی قدر و

فانظر فیماذا یقیمك .
(۵۶) من رزقك الطاعۃ و
الغنی بہ عنہا فاعلم انہ
قد اسبغ علیك نعمہ
ظاھرۃ و باطنۃ . خیر (۵۷)
ما تطلبہ منہ ما ھو طالبہ
منك . الحزن (۵۸) علی فقدان
الطاعۃ مع عدم النھوض
الیہا من علامات الاغترار
ما العارف (۵۹) من اذا
اشار وجد الحق اقرب
الیہ من اشارتہ بل
العارف من لا اشارۃ لہ
لفنائہ فی وجودہ و
انطوائہ فی شھودہ .
الرجاء (۶۰) ما قارنہ العمل
والا فھو امنیۃ .
مطلب (۶۱) العارفین من
اللہ تعالی
الصدق فی العبودیۃ
والقیام
بحقوق الربوبیۃ
بسطك (۶۲) کی لا یبقیك
مع القبض

منزلت معلوم کرنا چاہو تو یہ دیکھو کہ اس نے تہیں کس
کام میں لگا رکھا ہے ۔
(۵۶) جب تجھکو اس نے اپنی طاعت کی توفیق
کے ساتھ ماسواے مستغنی کر دیا تو سمجھ لو کہ تجھکو اپنی
اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں سے مالا مال کر دیا ۔
(۵۷) ان سب چیزوں میں بہترین جو تم اپنے مولا
سے طلب کرتے ہو وہ چیز ہے جسکا کہ وہ خود تجھ سے
طالب ہے (یعنی عبودیت پہ استقامت) ؛
(۵۸) طاعت بجا نہ لانے پر غمگین ہونا اور
باوصف اس غم کے پھر طاعت کے لئے نہ اٹھنا دھوکے
میں پڑے ہونے کی علامت ہے ۔
(۵۹) عارف وہ نہیں ہے کہ جب اس ذات کی
طرف اشارہ کرے تو حق تعالی کو اپنی طرف اپنے
اشارہ سے بھی قریب تر پائے ۔ بلکہ عارف حقیقی وہ
ہے کہ جو حق تعالی کے وجود میں فنا اور اس کے مشاہدہ
میں محو ہو کر اپنے اشارہ ہی سے بے نیاز و بے خبر
ہوجائے ؛
(۶۰) امید در اصل وہی ہے جو اعمال پسندیدہ
کے ساتھ مقرون ہو عمل صالح کے سوا محض رضا (امید)
آرزو ہی بیجا ہے ؛
(۶۱) عارفین کا اللہ تعالی سے بہترین مقصد یہ
ہے کہ عبودیت میں سچائی اور حقوق الہی کی پوری بجا
آوری ہو ؛
(۶۲) بسط تجھپر اس وجہ سے فرمایا کہ قبض ہی میں

وقبضك كي لا يتركك مع البسط واخرجك عنهما كي لا تكون لشئ دونه

العارفون اذا بسطوا اخوف منهم اذا قبضوا ولا يقف على حدود الادب في البسط الا قليل ـ البسط تاخذ النفس منه حظها بوجود الفرح والقبض لاحظ للنفس فيه ـ الاكوان ظاهرها غرة وباطنها عبرة فالنفس تنظر الى ظاهر غرتها والقلب ينظر الى باطن عبرتها ـ ان اردت ان تكون لك عز لا يفنى فلا تستعزن بعز يفنى

الطى الحقيقى ان تطوى مسافة الدنيا عنك حتى ترى الآخرة اقرب اليك منك

العطاء من الخلق حرمان والمنع من الله احسان

نہ رہ جاؤ، اور قبض اس وجہ سے کیا کہ بسط ہی کے نہ ہو جاؤ۔ اور دونوں سے تجھکو اس لئے نکالا کہ تو سوائے اپنے مولیٰ کے کسی کا نہ ہو!

(۶۳) عارفین حالتِ قبض کی نسبت حالت بسط سے زیادہ خائف رہتے ہیں: اسلئے کہ حالت بسط میں بہت ہی کم لوگ حدودِ ادب پر ٹھیر سکتے ہیں۔"

(۶۴) بسط کی حالت میں نفس سرور کے ہونے سے اپنا حصہ لے لیتا ہے اور قبض کی حالت میں نفس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔"

(۶۵) کائنات عالم کا ظاہر فریب سے آراستہ ہے۔ اور اسکا باطن عبرت سے معمور ہے بس نفس کی نظر اس کے فریب ظاہر ہی تک محدود ہوتی ہے اور قلب کی نگاہ اس کے باطنی مواقع عبرت ہی پر پڑتی ہے۔"

(۶۶) اگر عزت دائمی کے خواہاں ہو تو عزت فانی کی طلب میں نہ پڑو۔"

(۶۷) طی "حقیقی (جو اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو کرامت فرماتا ہے) یہ ہے کہ تو دنیا کی مسافت کو اپنی نظر بصیرت سے یہانتک لپیٹ دے کہ تجھے آخرت اپنے وجود سے بھی قریب تر نظر آنے لگے"

(۶۸) مخلوق کی داد و دہش فی الحقیقت حرمان ہے اور اللہ تعالیٰ کا نہ دینا بھی تیرے لئے اسکا احسان ہے!

جل ربنا ان یعامله العبد نقدا فیجازیہ نسیئۃ۔ کفیٰ من جزائہ ایاک علی الطاعۃ ان رضیک لہا اھلا۔ متیٰ عبدہٗ لشیٔ یرجوہ منہ او لیدفع بطاعتہ ورود العقوبۃ عنہ فما قام بحق اوصافہ متی اعطاک اشہدک برہ ومتی منعک اشہدک قہرہ فہو فی کل ذلک متعرف الیک ومقبل بوجود لطفہ علیک۔ معصیۃ اورثت ذلا وافتقارا خیر من طاعۃ اورثت عزا واستکبارا متی اوحشک من خلقہ فاعلم انہ یرید ان یفتح لک باب الانس بہ متی اطلق لسانک بالطلب فاعلم انہ یرید ان یعطیک العارف لا یزول اضطرارہ

(۶۹) ہمارے پروردگار کی شان اس سے برتر و بالا ہے کہ بندہ تو اس کے ساتھ (اپنی طاعتوں سے) نقد کا معاملہ کرے اور وہ اسکا بدلہ قیامت کے ادھار پر چھوڑ دے۔

(۷۰) طاعت پر دنیا میں تجھکو یہی بدلہ کافی ہے کہ تجھے اس نے طاعت کی توفیق دی اور اس کا اہل بنایا

(۷۱) جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت حصول ثواب یا دفع عقاب عذاب کیلئے کی تو گویا اس نے حق جل و علا کی صفات کمال عظمت جلال کا اندازہ نہیں کیا نہ انکا حق بجا لایا۔

(۷۲) جب وہ تمہیں دیتا ہے تو یہ اس کے جود و کرم کی یاد دہانی ہوتی ہے اور جب نہیں دیتا تو اپنے قہر و غلبہ کا مشاہدہ کراتا ہے۔ دونوں صورتوں میں تجھکو اپنی معرفت سے بہرہ ور فرماتا ہے اور اپنے لطف و کرم کے ساتھ تیری طرف متوجہ ہے۔

(۷۳) جس معصیت سے مولیٰ جل و علا کے سامنے ذلت و افتقار پیدا ہو۔ وہ اس عبادت سے بہتر ہے جو نخوت اور تکبر پیدا کرے۔

(۷۴) جب باریتعالیٰ نے تجھے ماسوا سے متوحش اور دل برداشتہ کر دیا ہے تو سمجھ لے کہ وہ تیرے لئے اپنے ساتھ وابستگی اور انس کا دروازہ کھولنا چاہتا ہے۔

(۷۵) جب اس نے تیری زبان کو طلب کرنے کے لئے قوت گویائی عطا کی۔ تو یقین جان کہ وہ تجھے دینا بھی چاہتا ہے۔

(۷۶) عارف وہ ہے جسکی بیقراری کبھی زائل نہ

ولا يكون مع غير الله قراره. من ظن انفكاك لطفه عن قدره فذلك لقصور نظره. سبحان من ستر سر الخصوصية بظهور البشرية وظهر بعظمة الربوبية في اظهار العبودية. لا تطالب ربك بتاخير مطلبك ولكن طالب نفسك بتاخير ادبك. متى جعلك في الظاهر ممتثلا لامره ورزقك في الباطن الاستسلام بقدره فقد اعظم الله عليك المنة. الغافل اذا اصبح ينظر ماذا يفعل والعاقل ينظر ماذا يُفعل به. انما يستوحش العباد والزهاد من كل شئ لغيبتهم عن الله في كل شئ فلو شهدوه في كل شئ لم يستوحشوا من شئ. امرك في هذه الدار بالنظر

اور ما سوی اللہ کے ساتھ اسے کبھی قرار حاصل نہ ہو۔

(۷۷) جس نے یہ گمان کیا کہ مصائب اور تکالیف مقدرہ میں اس کے الطاف کا سایہ انسان کے سر سے اٹھ جاتا ہے۔ تو یہ اسکی نظر عقل کا قصور ہے۔

(۷۸) پاک ہے وہ ذات جس نے معارف اور اسرار الٰہیہ خاصہ کو اوصاف بشریت کے ظہور کے پردہ میں چھپایا۔ اور اپنی عظمت ربوبیت کو اپنے بندوں کے لئے ان کی عبودیت کے آثار ظاہر کر کے ظاہر فرمایا۔

(۷۹) مقصد کے حصول میں تاخیر واقع ہونے سے اپنے پروردگار پر اعتراض و مطالبہ نہ کر۔ بلکہ آداب دعا کے بجا نہ لانے پر اپنے نفس سے باز پرس کر۔

(۸۰) جب تجھکو ظاہر میں اس نے اپنے حکم (شرع شریف) کا فرمانبردار بنایا اور باطن میں اپنی مقدرات کی تسلیم کی تجھے توفیق بخشی۔ تو تجھ پر اس نے بہت بڑا احسان فرمایا۔

(۸۱) جب صبح ہوتی ہے تو غافل سوچتا ہے کہ آج میں کیا کرونگا اور دانشمند اس فکر میں غلطاں رہتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ کیا کریگا۔

(۸۲) عابد اور زاہد ہر اس چیز سے جو خلاف طبع ہو وحشت اور نفرت کرتے ہیں اس لئے کہ وہ ہر ایک شے میں حضور الٰہی سے محجوب رہتے ہیں۔ اگر وہ ہر چیز میں اسی کا جلوہ دیکھ لیتے تو کسی چیز سے متنفر و متوحش نہ ہوتے۔

(۸۳) اسی دنیا میں تجھے اس نے اپنی مخلوقات

فی مکوناتہ و سیکشف لک فی تلک الدار عن کمال ذاتہ۔ علم منک انک لا تصبر عنہ فاشھدک ما برز منہ۔ لما علم الحق منک وجود الملل لون لک الطاعات و علم مافیک من وجود الشرہ فحجرھا علیک فی بعض الاوقات لیکون ھمک اقامۃ الصلوٰۃ لا وجود الصلاۃ فما کل مصل مقیم۔ الصلوٰۃ طھرۃ للقلوب من ادناس الذنوب۔ واستفتاح لباب الغیوب الصلوٰۃ محل المناجات ومعدن المصافات وتتسع فیھا میادین الاسرار وتشرق فیھا شوارق الانوار علم وجود الضعف منک فقلل اعدادھا وعلم احتیاجک الی فضلہ فکثر امدادھا

میں نظر اعتبار سے دیکھنے کا حکم فرمایا ہے اور عنقریب اپنی ذات کاملہ آخرت میں تجھ پر عیاں کردیگا"

(۲۴) حق تعالیٰ نے جانا ہے کہ تم اس کے مشاہدہ کے بغیر صبر نہیں کرسکتے۔ اس لئے اپنے آثار قدرت کا تمہیں جلوہ دکھایا"

(۲۵) جب حق جل وعلا نے عبادت سے تیری ملالت وگرانی دیکھی تو رنگ برنگ کی عبادتیں تیرے لئے مقرر فرمائیں اور جب عبادت پر تیری حرص دیکھی تو ان کو اوقات مخصوصہ میں محدود کردیا۔ اس لئے کہ تیرا قصد کامل نماز ادا کرنیکا ہو نہ محض صورت نماز۔ کیونکہ ہر ایک نماز پڑھنے والا کامل نماز ادا کرنیوالا نہیں ہوتا ہے"

(۲۶) نماز فی الحقیقت معاصی کے میل کچیل سے دلوں کو پاک کرنے والی اور پوشیدہ اسرار کا دروازہ کھولنے والی ہے"

(۲۷) نماز سرگوشی کا محل اور محبت واخلاص کی منزل ہے۔ اسرار کی فضائیں قلب کے لئے اس میں کشادہ ہوجاتی ہیں اور اس میں انوار کے ستارے چمکتے ہیں"

(۲۸) تیرا ضعف وناتوانی معلوم کرکے نماز کی تعداد گھٹادی اور فضل خداوندی کا محتاج جان کے اس کا ثواب بڑھادیا (یعنی پچاس سے پانچ کردیں اور پچاس کا ثواب پانچ ہی میں دیدیا)"

۸۹ متی طلبت عوضا علی عمل طولبت بوجود الصدق فیہ و یکفی المریب وجدان السلامۃ۔

۹۰ لا تطلب عوضا علی عمل لست لہ فاعلا یکفی من الجزاء لک علی العمل ان کان لہ قابلا۔

۹۱ اذا اراد ان یظہر فضلہ علیک خلق و نسب الیک

۹۲ لا نہایۃ لمذامک ان ارجعک الیک ولا تفرغ مدایحک ان اظہر جودہ علیک۔

۹۳ کن باوصاف ربوبیتہ متعلقا و باوصاف عبودیتک متحققا۔

۹۴ منعک ان تدعی ما لیس لک مما للمخلوقین افیبیح لک ان تدعی وصفہ وھو رب العلمین

۹۵ کیف تخرق لک العوائد و انت لم تخرق

(۸۹) جب تم کسی عمل پر عوض کے خواہاں ہو گے تو تم سے اس میں صدق و اخلاص کا مطالبہ ہوگا اور اخلاص کے ہونے میں تو متردد ہی ہوگا۔ اور متردد کو اپنے اس ناکارہ عمل کی عقوبت میں جزاو خوف خداوندی سے سلامت رہنا ہی غنیمت ہے!

(۹۰) اپنے کسی عمل پر جس کے در اصل تم فاعل ہی نہیں ہو عوض کے طلبگار مت ہو۔ ایسے عمل پر تجھکو یہی عوض کافی ہے کہ اس کو اس نے قبول فرما لیا اور اس پر کچھ مواخذہ نہیں کیا۔

(۹۱) جب اپنا فضل و احسان تجھ پر ظاہر کرنا چاہتا ہے تو کسی نیک عمل کی تمہیں توفیق دیکر اس کو تیری طرف منسوب کر دیتا ہے۔

(۹۲) اگر اس نے تجھے تیرے اعمال ہی کی طرف لَوٹا دیا تو تمہاری برائیوں کی کوئی انتہا نہ ہوگی اور اگر اپنا جود و کرم تجھ پر ظاہر فرمایا تو پھر تیری خوبیوں کی کوئی حد نہ ہوگی!

(۹۳) اس کے اوصاف ربوبیت کے ساتھ متعلق اور اپنے اوصاف عبودیت کے ساتھ متحقق ہو جاؤ۔

(۹۴) مخلوق کی مملوکہ چیزوں پر تمہیں دعوے کرنے سے جب اس نے روک دیا ہے تو کیا تمہیں جائز ہو سکتا ہے کہ تم اس کی کسی صفت پر دعویٰ کرو۔ حالانکہ وہ رب العلمین ہے؟

(۹۵) تجھ سے خارق عادات کیونکر ظاہر کئے جائیں۔ حالانکہ تم نے ابھی تک اپنی نفسانی عادتوں

من نقض العوائد.
(96) ما الشأن وجود الطلب
انما الشأن ان ترزق
حسن الادب. (97) ما طلب
لك شيء مثل الاضطرار
ولا اسرع بالمواهب اليك
مثل الذلة والافتقار.
(98) لو انك لا تصل اليه الا
بعد فناء مساويك و
محو دعاويك لم تصل اليه
ابدا ولكن اذا اراد
ان يوصلك اليه غطى
وصفك بوصفه ونعتك
بنعته فوصلك اليه
بما منه اليك لا بما منك
اليه. (99) لولا جميل ستره
لم يكن عمل اهلا للقبول
(100) انت الى حلمه اذا اطعته
احوج منك
الى حلمه
اذا عصيته. (101) الستر
على قسمين
ستر
عن المعصية

تک کو چھوڑا ہی نہیں۔"

(۹۶) اپنے مولیٰ سے دعا و سوال کرنے میں کیا خوبی ہے۔ خوبی تو اس میں ہے کہ سوال میں حسنِ ادب کے طریقہ کو تم ملحوظ رکھو۔"

(۹۷) تیرے اضطرار و بیقراری سے زیادہ اسے کوئی چیز مطلوب نہیں اور تیری ذلت و احتیاج کے برابر مواہب الہٰی کو تیری طرف جلد لانے والی کوئی چیز نہیں۔"

(۹۸) اگر یہ ہوتا کہ تو اس تک بجز اپنی خرابیوں کے نیست کرنے اور دعووں کے مٹانے کے کسی طرح نہیں پہونچ سکتا۔ تو تم کبھی اس تک نہ پہنچ سکتے۔ لیکن جب اُس نے تجھکو اپنے تک پہونچانا چاہا تو تیرے وصف کو اپنے وصف کے آغوش میں چھپایا اور تیری نعت کو اپنی نعت کے پردہ میں ڈھانکا پس تجھکو ان الطاف کی وجہ سے جو اسکی طرف سے تیری جانب متوجہ ہوئے نہ ان اعمال کی وجہ سے جو تیری طرف سے اس بارگاہ میں پیش ہوئے اس نے اپنے تک پہنچایا۔"

(۹۹) اگر اس کی خوش آئند پردہ پوشی نہ ہوتی تو کوئی عمل لائق قبولیت نہ ہوتا۔"

(۱۰۰) گناہ و نافرمانی کی صورت میں جسقدر تم حلم خداوندی کے محتاج ہو اس سے زیادہ بندگی اور طاعت کی حالت میں اس کے حلم کی تمکو ضرورت ہے۔"

(۱۰۱) پردہ پوشی کی دو قسمیں ہیں ایک تو گناہ کے

وسترنيهما فالعامة
يطلبون من الله الستر
فيها خشية سقوط مرتبتهم
عند الخلق والخاصة يطلبون
من الله تعالى الستر
عنها خشية سقوطهم
من نظر الملك الحق.
۱۰۲ من اكرمك انما اكرم فيك
جميل ستره فالحمد
لمن سترك ليس الحمد
لمن اكرمك وشكرك.
۱۰۳ لو اشرق لك نور اليقين
لرأيت الآخرة اقرب
اليك من ان ترحل
اليها ولرأيت محاسن
الدنيا قد ظهرت
كسفة الفناء عليها.
۱۰۴ ما حجبك عن الله وجود
موجود معه ولكن
حجبك عنه توهم
موجود معه. ۱۰۵ اباح لك
ان تنظر ما في المكونات
وما
اذن لك ان

صدور ہی سے پردہ پوشی، دوسرے گناہ واقع ہوچکنے
بعد مخلوق سے پردہ پوشی۔ عوام تو اس وجہ سے کہ
خلق کی نظروں میں ان کا مرتبہ نہ گر جائے. گناہ کے
بعد پردہ پوشی کے طلبگار ہیں۔ اور خواص اس لئے کہ
اپنے حقیقی مالک جل وعلا کی نظر لطف سے نہ گر جائیں
گناہ کے واقع ہونے ہی سے پردہ پوشی کے اللہ
تعالیٰ سے طلبگار رہتے ہیں"

(۱۰۲) جس نے تیری تعظیم وتکریم کی درحقیقت اس
نے تیری تعظیم وتکریم نہیں کی بلکہ اس نے تیرے مولائے
حقیقی کی پردہ پوشی کی تعظیم وتکریم کی ہے (کہ اس نے
تیرے عیوب کو چھپا دیا) تو تیری حمد وثنا کا مستحق تیرا
مولائے پردہ پوش ہے نہ تیرا تعظیم وتکریم کرنیوالا شخص"

(۱۰۳) اگر نور یقین تجھ پر روشن ہو جاتا تو آخرت
کو اپنے نفس سے اس قدر قریب پاتے کہ اس کی
طرف کوچ ہی نہیں کرسکتے اور دنیا کی نعمتیں اس
حال میں دیکھتے کہ ان پر فنا کے گھن چھا گئے ہیں"

(۱۰۴) تمہیں اللہ تعالیٰ سے کسی موجود کے
وجود نے محجوب نہیں کیا ہے. لیکن تمہیں اس توہم نے
کہ اس کے ساتھ کوئی موجود ہے اس ذات سے
محجوب کر رکھا ہے"

(۱۰۵) مخلوقات میں مشاہدۂ جمال حق کو تیرے
لئے مباح فرمایا اور خود ذات مخلوقات کے مشاہدہ پر
توقف کی اجازت نہیں دی. چنانچہ اس ارشاد سے
ثابت ہوتا ہے جس میں تیرے فہم کا دروازہ کھولدیا

تقف عند ذوات المکونات
قل انظروا ما ذا فی السموات
فتح لك باب الافہام و
لم یقل انظروا السموات
لئلا یدلك علی وجود
الاجرام ۔ الناس ١٠٦ یمدحونك
لما یظنونہ فیك فکن
انت ذاما لنفسك لما
تعلمہ منہا ۔ المؤمن ١٠٧
اذا مدح استحیٰ من اللہ
تعالیٰ ان یثنی علیہ
بوصف لا یشھدہ من
نفسہ ۔ اجھل ١٠٨ الناس
من ترك یقین ما عندہ
لظن ما عند الناس
اذا ١٠٩ اطلق الثناء علیك
ولست باھل فاثن علیہ
بما ھو اھلہ ۔ الزھاد ١١٠
اذا مدحوا انقبضوا لشھودھم
الثناء من الخلق والعارفون
اذا مدحوا
انبسطوا
لشھودھم ذلك
من الملك الحق

گیا ہے کہ کہہ دے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اسے دیکھو
جو آسمانوں میں ہے یہ نہ فرمایا کہ آسمانوں ہی کو دیکھو
کہ اس صورت میں یہ ارشاد اجسام کے وجود پر دلالت
کرتا جو مقصود نہیں ہے۔"

(۱۰۶) لوگ بسبب ان اوصاف حمیدہ کے جنکا
وہ تجھ میں گمان کرتے ہیں تیری وصف کرتے ہیں تو
تو بسبب ان بری خصلتوں کے جن کو اپنے نفس کے
اندر یقینی طور پر جانتا ہے اپنی مذمت کر۔"

(۱۰۷) مومن کامل کی جب مدح کی جاتی ہے
تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس لئے شرماتا ہے کہ اس کی
ایسی بات پر تعریف ہو رہی ہے جس کو وہ اپنے
نفس کے اندر نہیں دیکھتا۔

(۱۰۸) سب سے جاہل شخص وہ ہے جو اپنے
عیوب کے یقین کو اس وجہ سے چھوڑ دیتا ہے کہ لوگ
اس کی بہ نسبت اچھا گمان رکھتے ہیں۔"

(۱۰۹) جب تیرا مولیٰ تیری ایسی تعریف میں
خلقت کی زبان کو گویا کردے جس کے تم لائق بھی
نہیں ہو۔ تو تم اپنے پروردگار کی ایسی ثنا کہو جو
اس کے لائق ہو۔"

(۱۱۰) زاہدوں کی جب مدح کی جاتی ہے تو تنگ
ہوتے ہیں اس وجہ سے کہ مدح کو مخلوق کی طرف سے
سمجھتے ہیں اور جب عارفین کی مدح کی جاتی ہے تو
وہ خوش ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ اسکو حق جل
وعلا سے ہی مشاہدہ کرتے ہیں۔"

متیٰ کنت اذا اعطیت بسطک العطاء، واذا منعت قبضک المنع فاستدل بذلک علیٰ ثبوت طفولیتک وعدم صدقک فی عبودیتک۔ ۱۱۲ اذا وقع منک ذنب فلا یکن سببا لیأسک من حصول الاستقامة مع ربک فقد یکون ذلک آخر ذنب قدر علیک۔ ۱۱۳ اذا اردت ان یفتح لک باب الرجاء فاشهد ما منه الیک واذا اردت ان یفتح لک باب الخوف فاشهد ما منک الیه۔ ۱۱۴ ربما افادک فی لیل القبض مالم تستفده فی اشراق نهار البسط لا تدرون ایهم اقرب لهم نفعا۔ ۱۱۵ سبحان من لم یجعل الدلیل علی اولیائه الا من حیث الدلیل علیه ولم یوصل الیهم الا من اراد ان یوصله الیه۔ ۱۱۶ ربما اطلعک علی غیب ملکوته وحجب عنک الاستشراف علی

(۱۱۱) جب تیری ایسی حالت ہو کہ عطا سے تجھے فراخدلی اور منع سے دل تنگی ہو تو یہ تمہاری نادانی اور لڑکپنے کا ثبوت ہے اور تمہاری عبودیت میں سچے نہ ہونے پر دلیل ہے۔

(۱۱۲) جب تم سے کوئی گناہ سرزد ہو تو وہ تجھکو تیرے پروردگار کے ساتھ حصول استقامت سے مایوس نہ کردے اس لئے کہ شاید کہ یہ تیرا آخری گناہ ہو جو تیری تقدیر میں تھا۔

(۱۱۳) جب تو یہ چاہے کہ امید کا دروازہ تجھ پر مفتوح ہو تو اپنے مولا کے احسانات کا (جو تجھ پر ہیں) مشاہدہ کر اور اگر چاہے کہ خوف کا دروازہ تجھ پر کھلے تو جو کچھ تجھ سے نافرمانیاں اور بے ادبیاں اس کی جناب میں صادر ہوئی ہیں انکا ملاحظہ کر۔

(۱۱۴) بسا اوقات قبض کی اندھیری رات میں وہ انعام و معارف تمہیں دیتا ہے جس کو تم بسط کی روز روشن میں نہیں پا سکتے چنانچہ ارشاد ہے کہ تم نہیں جانتے کہ تمہاری بھلائی کس بات میں ہے۔

(۱۱۵) تقدیس و پاکی اسی ذات کو سزاوار ہے جس نے اپنے اولیاء کی طرف راہ یابی کا وہی طریقہ رکھا ہے جسکو اپنی راہ یابی کا طریقہ ٹھیرایا ہے اور اپنے اولیاء تک اسی کو پہنچاتا ہے جس کو اپنی طرف پہنچانا چاہتا ہے۔

(۱۱۶) بسا اوقات تم کو وہ اپنے رموز ملکوت سے تو آگاہ فرما دیتا ہے لیکن اپنے بندوں کے بھیدوں کے

اسرار العباد۔ من[۱۱۷] اطلع علی اسرار العباد ولم یتخلق بالرحمۃ الالٰھیۃ کان اطلاعہ فتنۃ علیہ وسببا لجرالوبال الیہ۔

استشرافک[۱۱۸] ان یعلم الخلق بخصوصیتک دلیل علی عدم صدقک فی عبودیتک

غیب[۱۱۹] نظر الخلق الیک بنظر اللہ الیک وغب عن اقبالھم علیک بشھود اقبالہ علیک۔ انما[۱۲۰] حجب الحق عنک شدۃ قربہ منک۔ انما[۱۲۱] احتجب لشدۃ ظھورہ وخفی عن الابصار لعظم نورہ۔ لا[۱۲۲] یکن طلبک تسببا الی العطاء منہ فیقل فھمک عنہ ولکن طلبک لاظھار العبودیۃ وقیاما بحقوق الربوبیۃ کیف[۱۲۳] یکون طلبک اللاحق سببا فی

تجھے مطلع نہیں کرتا۔

(۱۱۷) جس شخص نے بندوں کے بھیدوں پر واقف ہوکر رحمتِ الٰہی کو اپنی عادت نہ بنایا تو یہ آگاہی اس کے لئے فتنہ اور اس پر وبال آنے کا ذریعہ ہو جاتی ہے۔"

(۱۱۸) تیری یہ خواہش کہ لوگ تیرے ظاہری اعمال اور باطنی احوال کی خصوصیت جان لیں۔ عبودیت میں تیرے سچے نہ ہونے کی دلیل ہے۔"

(۱۱۹) خداوند تعالیٰ کی نظرِ لطف اپنی طرف دیکھکر لوگوں کی نظر کو اپنے خیال سے دور کر۔ اور التفات و توجہ خداوندی اپنی طرف مشاہدہ کرکے لوگوں کے التفات کی طرف متوجہ نہ ہو۔"

(۱۲۰) حق جل وعلا کو تجھ سے اس کے نہایت قرب ہی نے محجوب کردیا ہے۔"

(۱۲۱) حق جل وعلا اپنی شدت ظہور ہی کی وجہ سے محجوب، اور اپنے نور کی عظمت ہی کے سبب آنکھوں سے مخفی ہو گیا ہے۔"

(۱۲۲) دعا اور طلب سے تیرا مقصود حصول بخشش نہ ہونا چاہیئے۔ اس لئے کہ اس صورت میں تیرا فہم علم دعا کے اسرار و حکمت کے سمجھنے سے قاصر رہ جائیگا۔ بلکہ تیرا دعا کرنا صرف اپنی عبودیت کے اظہار اور اسکی ربوبیت کے حقوق کی نگہداشت کے لئے ہی ہونا چاہیئے۔

(۱۲۳) تیری یہ طلب اور دعا جو تم اب کر رہے ہو

عطاءه السابق ۔ جل[۱۲۴]
حکم الازل ان یتضاف
الی العلل ۔ عنایته[۱۲۵] فیك
لا لشیٔ منك واین کنت
حین واجهتك عنایته و
قابلتك رعایته ۔ لم[۱۲۶] یکن
فی ازله اخلاص
اعمال ولا وجود
احوال بل لم یکن
هناك الا محض الافضال
وعظیم النوال ۔ علم[۱۲۷]
ان العباد یتشوفون الی
ظهور سر العنایة فقال
یختص برحمته من یشاء
وعلم انه لو خلاهم
وذلك لترکوا العمل اعتمادا
علی الازل فقال ان
رحمة الله قریب من
المحسنین ۔ الی[۱۲۸] المشیئة
کل شیٔ ولا تستند هی
الی شیٔ ۔ ورود[۱۲۹] الفاقات
اعیاد المریدین ۔ ربما[۱۳۰]
وجدت من المزید
فی الفاقات مالا

اس عطا کا کیونکر سبب ہو سکتی ہے جو روز ازل ہی
سے مقدر ہو چکی ہے"

(۱۲۴) اس کا ازلی حکم اس سے برتر ہے کہ
علل و اسباب کی طرف منسوب ہو"

(۱۲۵) اس کی یہ عنایتیں جو تجھ پر ہیں تیری
کسی خوبی کی وجہ سے نہیں ہیں (خود ہی کہو) تم کہاں
تھے جب ازل میں اس کی عنایت تیری طرف متوجہ
ہوئی اور اس کی رعایت تیرے سامنے آئی"

(۱۲۶) ازل میں نہ عمل کا اخلاص تھا اور نہ
احوال کا وجود بلکہ وہاں تو بجز فضل الہٰی اور کرم
نامتناہی اور کچھ تھا ہی نہیں"

(۱۲۷) سر عنایت کے ظاہر ہونے کیلئے (یعنی یہ
بھید کہ عنایت ہر ایک پر یکساں نہیں) حق تعالیٰ نے جب
اپنے بندوں کو مشتاق پایا تو فرمایا کہ اللہ تعالےٰ
جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت و عنایت کے ساتھ
مخصوص کر دیتا ہے۔ اور جب حق تعالیٰ نے دیکھا
کہ اگر ان کو اسی بات پر چھوڑ دیا جائے تو وہ تقدیر
ازلی پر اعتماد کر کے عمل کرنا چھوڑ دینگے تو فرمایا کہ
اللہ کی رحمت نیکوکاروں کے نزدیک ہے"

(۱۲۸) سب چیزیں مشیت ایزدی کا سہارا
پکڑتی ہیں اور وہ کسی چیز کا سہارا نہیں پکڑتی"

(۱۲۹) فاقوں کا نازل ہونا سالکوں اور
مریدوں کے لئے عید ہوتی ہے"

(۱۳۰) بسا اوقات فقر و فاقہ میں اس قدر ازدیا

تجدہ فی الصوم والصلوۃ۔ الفاقات[131] بسط المواھب۔ ان[132] اردت ورود المواھب علیک صحح الفقر والفاقۃ لدیک انما الصدقات للفقراء۔ تحقق[133] باوصافک یمدک باوصافہ تحقق بذلک یمدک بعزہ تحقق بعجزک یمدک بقدرتہ تحقق بضعفک یمدک بحولہ و قوتہ۔ ربما[134] رزق الکرامۃ من لم تکمل لہ الاستقامۃ لا تمدن[135] یدیک الی الاخذ من الخلائق الا ان تری ان المعطی فیھم مولاک فاذا کنت کذلک فخذ ما وافقک العلم

ومعارف کا نزول ہوتا ہے کہ ان کو تم نماز وروزہ میں بھی نہیں پا سکتے ؎

(۱۳۱) مواہب الہٰی کے پھولوں کے لئے فقر وفاقہ بمنزلہ دامن ہیں ؎

(۱۳۲) اگر مواہب الہٰیہ کا نزول اپنے اوپر چاہتا ہے تو فقر وفاقہ کی تلخیوں کو اپنے اوپر گوارا بنالے کیونکہ حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ صدقات فقرا ہی کے لئے ہیں ؎

(۱۳۳) تم اپنی عبودیت کے اوصاف میں پختہ ہو جاؤ۔ وہ اپنے اوصاف ربوبیت کیساتھ تیری امداد فرمائیگا۔ تم اپنی ذلت میں ثابتقدم ہو وہ اپنی عزت سے تیری اعانت کریگا تم اپنے عجز میں محکم ہو جاؤ۔ وہ اپنی قدرت سے تیری یاوری کرے گا۔ تم اپنی ناتوانی وضعف میں مضبوط ہو جاؤ۔ وہ اپنی قوت وطاقت سے تیری دستگیری فرمائے گا ؎

(۱۳۴) گاہے ظاہری کرامت ان کو بھی مل جاتی ہے جو مرتبۂ استقامت شریعت میں بھی کامل نہیں ہوتے ؎

(۱۳۵) مخلوق سے لینے کے لئے ہاتھ نہ بڑھاؤ مگر جب ان میں بھی اپنے مولائے حقیقی کو ہی عطا کرنیوالا مشاہدہ کرنے لگو۔ اورجب تم اس درجہ پر پہنچ گئے۔ تو خلائق سے وہ چیزیں لے سکتے ہو جنکے حلال وطیب ہونیپر تیرا علم ظاہر وباطن گواہی دے ؎

ربما استحی العارف ان یرفع حاجتہ الی مولاہ لاکتفائہ بمشیتہ فکیف لا یستحی ان یرفعھا الی خلیقتہ۔ اذا التبس علیک امران فانظر اثقلھما علی النفس فاتبعہ فانہ لا یثقل علیھا الا ما کان حقا۔ من علامات اتباع الھوی المسارعۃ الی نوافل الخیرات والتکاسل عن القیام بالواجبات۔ قید الطاعات باعیان الاوقات کی لا یمنعک عنھا وجود التسویف ووسع علیک الوقت کی تبقی لک حصۃ الاختیار۔ علم قلۃ نھوض العباد الی معاملتہ فاوجب علیھم وجود طاعتہ فساقھم الیھا بسلاسل الایجاب عجب ربک من قوم یساقون الی الجنۃ بالسلاسل۔ اوجب علیک

(۱۳۶) اکثر اوقات عارف اپنے مولیٰ کی مشیت پر اکتفا کر کے اس کی طرف اپنی حاجت پیش کرنے سے حیا کرتا ہے تو بھلا وہ اس کی مخلوق کی طرف حاجت لیجانے میں کیونکر حیا نہ کرے گا؟

(۱۳۷) جب تجھ پر دو امر مشتبہ ہو جائیں تو دیکھ کر ان دونوں میں سے نفس پر جو زیادہ گراں گزرتا ہے اسے اختیار کر۔ کیونکہ نفس پر وہی صورت شاق ہوتی ہے جو حق ہوتی ہے۔

(۱۳۸) نفلی عبادتوں میں چستی اور جلدی کرنا اور واجبات کی بجا آوری میں سستی اور غفلت برتنا خواہش نفسانی کے اتباع کی علامت ہے؟

(۱۳۹) تیرے لئے عبادات کو اوقات معینہ کے ساتھ اس لئے مقید کر دیا۔ تاکہ کسل اور لیت و لعل تجھکو مانع نہ ہو۔ اور اوقات فراخ مقرر کئے تاکہ کچھ حصہ اختیار کا بھی تیرے لئے باقی رہے؟

(۱۴۰) حق جل و علا نے وظائف عبودیت کی بجا آوری میں جب اپنے بندوں کی کوتاہی معلوم فرمائی تو اپنی طاعت و عبادت ان پر واجب فرما کر گویا ایجاب کی زنجیروں میں جکڑ کر ان کو اپنی طرف ہنکا ہے۔ تیرا پروردگار ان لوگوں سے متعجب فرماتا ہے جو زنجیروں میں باندھکر جنت میں بھیجے جاتے ہیں؟

(۱۴۱) تجھ پر تیرا اپنی خدمت و طاعت کو

وجوب خدمتہ و ما وجب علیك الا لدخول جنتہ ۔ من (۱۴۲) استغرب ان ینقذہ اللہ من شھوتہ وان یخرجہ من وجود غفلتہ فقد استعجز القدرۃ الالٰھیۃ وکان اللہ علی کل شیٔ مقتدرا ۔

واجب گردانا ہے ۔ اور فی الحقیقت طاعت کو اسلئے واجب فرمایا ہے ۔ تاکہ تیرا جنت میں داخل ہونا واجب ہو جائے ۔

(۱۴۲) جس نے اس بات کو انوکھا اور دشوار جانا کہ خداوند تعالےٰ اس کو شہوات نفسانیہ کے پنجے سے چھوڑائیگا اور قید غفلت سے نکالیگا تو اس نے غیر متناہی قدرت الٰہی کو عجز کا دھبہ لگایا ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز پہ قادر ہے ۔

(۱۴۳) ربما وردت الظلم علیك لیعرفك قدر ما من بہ علیك ۔ من (۱۴۴) لم یعرف قدر النعم بوجدانھا عرفھا بوجود فقدانھا ۔ تمکن (۱۴۵) حلاوۃ الھوٰی من القلب ھو الداء العضال ۔ لا (۱۴۶) یخرج الشھوۃ من القلب الاخوف مزعج او شوق مقلق ۔ کما (۱۴۷) لا یحب العمل المشترك کذلك لا یحب القلب المشترك العمل المشترك لا یقبلہ والقلب المشترك لا یقبل علیہ

(۱۴۳) بسا اوقات تجھے ظلمت فراق میں اسلئے مبتلا کر دیتا ہے تاکہ انوار وصال کی قدر معلوم ہو جائے ۔

(۱۴۴) جس نے نعمتوں کی قدر نعمتوں کے ہوتے ہوئے نہ پہچانی تو ان کے زوال کے بعد آپ ہی انکی قدر جان جائے گا ۔

(۱۴۵) خواہشات نفسانیہ کی حلاوت ولذت کا قلب میں مستحکم ہو جانا سخت لاعلاج بیماری ہے ۔

(۱۴۶) شہوت نفسانیہ کو دل میں سے بجز لرزا دینے والے خوف کے (جو مشاہدہ صفات جمالیہ سے ہو) یا بیقرار کرنیوالے شوق کے (جو مخ صفات جمالیہ سے ہو) اور کوئی چیز نہیں نکال سکتی ۔

(۱۴۷) حق جل وعلا جس طرح کہ عمل مشترک یعنی ریا آمیز کو پسند نہیں فرماتا اسی طرح قلب مشترک کہ جس میں غیر خدا کی محبت ہو محبوب نہیں رکھتا عمل مشترک کو قبول نہیں فرماتا اور قلب مشترک کی طرف متوجہ نہیں ہوتا ۔

[۱۴۸] حقوق فی الاوقات یمکن قضاؤها وحقوق الاوقات لا یمکن قضاؤها اذ ما من وقت یرد الا وللہ علیک فیه حق جدید وامر اکید فکیف تقضی فیه حق غیره وانت لم تقضِ حق اللہ فیه۔

[۱۴۹] ما فات من عمرک لا عوض له وما حصل لک منه لا قیمة له۔

[۱۵۰] ما احببت شیئا الا کنت له عبدا وهو لا یحب ان تکون لغیره عبدا۔

[۱۵۱] لا تنفعه طاعتک ولا تضره معصیتک وانما امرک بهذه ونهاک عن هذه لما یعود علیک۔

[۱۵۲] لا یزید فی عزه اقبال من اقبل علیه ولا ینقص من عزه ادبار من ادبر عنه۔

(۱۴۸) اوقات میں جو حقوق واجب ہیں (جیسے صوم وصلاۃ وغیرہ ظاہری عبادات) اگر فوت ہو جائیں تو ان کی قضا ممکن ہے۔ اور جو خود اوقات کے حقوق ہیں (یعنی واردات قلبیہ و معاملات باطنیہ) انکی قضا کسی طرح ممکن نہیں۔ اس لئے کہ کوئی وقت ایسا نہیں آتا۔ کہ جس میں تجھ پر حق تعالیٰ کا کوئی نیا حق یا کوئی تاکیدی حکم وارد نہ ہوتا ہو) تو تم اس وقت میں غیر کا حق کس طرح ادا کر سکتے ہو جبکہ ابھی تم نے حق اللہ بجا نہیں لایا ہے؟"

(۱۴۹) عمر گذشتہ کا کوئی عوض نہیں اور عمر موجودہ کی کوئی قیمت نہیں (یعنی بے بہا ہے)"

(۱۵۰) جس چیز کی محبت کو تم نے اپنے دل میں جگہ دی تو فی الحقیقت تم اس کے غلام ہو گئے اور حق تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا کہ تم غیر کے غلام بن جاؤ۔"

(۱۵۱) نہ تیری طاعت اس کو کچھ نفع بخشتی ہے۔ اور نہ تیری معصیت اسے کوئی نقصان پہونچاتی ہے۔ صرف اس لئے اس نے طاعت کا حکم دیا ہے اور معصیت سے روکا ہے کہ اس کا نفع بھی تیرے ہی طرف لوٹائے؟"

(۱۵۲) کسی متوجہ ہونیوالے کی توجہ نہ اس کی بے پایاں عزت وعظمت کو کچھ بڑھاتی ہے اور نہ کسی روگردانی کرنیوالے کی روگردانی اس کی عزت گھٹاتی ہے"

۱۵۳
وصولك الى الله وصولك
الى العلم به والا فجل
ربنا ان يتصل به شيئا
او يتصل هو بشيء۔

۱۵۴
قربك منه ان تكون
مشاهدا لقربه والا
فمن اين انت ووجود قربه

۱۵۵
كيف يحجب الحق بشيء
والذي يحتجب به هو فيه
ظاهر وموجود حاضر

۱۵۶
لا تيأس من قبول عمل لم
تجد فيه وجود الحضور
فربما قبل من العمل
ما لم تدرك ثمرته عاجلا۔

۱۵۷
لا تزكين واردا لم تعلم
ثمرته فليس المراد من
السحابة الامطار وانما
المراد منها وجود الاثمار۔

۱۵۸
لا تطلبن بقاء الواردات
بعد ان بسطت انوارها
واودعت اسرارها
فلك في الله غنى عن
كل شيء وليس
يغنيك عنه شيء۔

(۱۵۳) اللہ تعالیٰ تک تیرے پہونچنے کا مقصد یہ ہے کہ تم اس کے علم و عرفان تک پہونچ جاؤ۔ ورنہ حق جل وعلا اس بات سے برتر و بالا ہے کہ کوئی چیز اس سے متصل ہو۔ یا وہ کسی چیز سے متصل ہو جائے

(۱۵۴) تیرا قرب اس سے یہ ہو سکتا ہے کہ تو اس کے قرب کا مشاہدہ کرے۔ ورنہ تو کہاں اور اس کا قرب کہاں؟

(۱۵۵) حق جل وعلا کسی چیز سے کیونکر محجوب ہو سکتا ہے اس لئے کہ جو چیز اس کی حجاب ہوگی اس میں بھی اس کا جلوہ ظاہر موجود و حاضر ہوگا

(۱۵۶) جس عمل میں تو نے لذت حضور نہیں پائی اس کے قبول ہونے سے مایوس نہ ہو کیونکہ بسا اوقات جس عمل میں تجھکو ثمرۂ دنیاوی (لذت و حلاوت) معلوم نہیں ہوتا وہ بھی قبول شدہ ہوتا ہے

(۱۵۷) جس معرفت کا ثمرہ تجھے معلوم نہ ہو اس پر خوش نہ ہو اور اس کی ستائش نہ کر۔ اس لئے کہ بادلوں سے مقصود پھلوں کا وجود ہوتا ہے نہ محض بارش۔

(۱۵۸) جب تجھ پر معارف و واردات کے انوار پھیل گئے اور ان کے اسرار تیرے قلب میں ودیعت رکھے گئے تو ان کے بقا کا طالب نہ ہو۔ کیونکہ تو اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ میں مستغرق ہو کر ہر ایک چیز سے بے نیاز ہے اور اس سے کوئی چیز تجھکو بے نیاز نہیں کر سکتی۔

(۱۵۹) من تمام النعمة علیك ان یرزقك ما یکفیك و یمنعك ما یطغیك یقل ما تفرح به یقل ما تحزن علیه۔ (۱۶۰) ان اردت ان لا تعزل فلا تتول ولایة لا تدوم لك۔ (۱۶۱) ان رغبتك البدایات زهدتك النهایات وان دعاك الیها ظاهر نهاك عنها باطن

(۱۶۲) انما جعلها محلاً للاغیار و معدناً للاکدار تزهیداً لك فیها (۱۶۳) علم انك لا تقبل النصح المجرد فذوقك من ذواقها ما یسهل علیك فراقها۔ (۱۶۴) العلم النافع هو الذی ینبسط فی الصدر شعاعه ویکشف عن القلب قناعه (۱۶۵) خیر العلم ما کانت الخشیة معه العلم

(۱۵۹) حق تعالیٰ کا تجھکو بقدر کفایت دینا اور جو چیز تجھکو سرکش بنادے اس سے روک دینا یہ اسکی تجھپر پوری نعمت ہے۔ اس میں یہ فائدہ مضمر ہے کہ ان چیزوں کے کم ہونے سے جن سے تو خوش ہوتا ہے ضرور ہے کہ تیرا رنج وغم بھی کم ہوگا جبکہ ان چیزوں کا فقدان ہوگا۔

(۱۶۰) اگر تو چاہے کہ معزولی کے غم سے محفوظ رہے تو بے بقا اور ناپائدار ولایت دنیاوی اختیار نہ کر۔

(۱۶۱) اگر تجھکو ولایت دنیاوی کی ابتدا اسکی طرف رغبت دلاتی ہے تو اس کی انتہا یعنی معزولی یاتو اس سے تمہیں بے رغبت اور بیزار کرتی ہے۔ اگر اس کا ظاہر تجھے اس کی طرف بلاتا ہے تو اس کا باطن تجھے اس سے روکتا ہے۔

(۱۶۲) خداوند تعالیٰ نے دنیا کو اغیار کا محل اور کدورتوں کا معدن اس لئے بنادیا ہے کہ تجھکو اس سے بے رغبت کردے۔

(۱۶۳) اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تو ترک دنیا کی نصیحت قبول نہیں کریگا۔ تو اس نے دنیا کے مصائب کی چاشنی کا ایسا تلخ ذائقہ چکھایا کہ تجھپر دنیا کی مفارقت سہل کردی۔

(۱۶۴) فائدہ بخش علم وہی ہے جس کی شعاعیں سینہ میں پھیل جائیں اور دل پر سے شکوک واوہام کے تاریک پردے اٹھادے۔

(۱۶۵) عمدہ علم وہ ہے جس کے ساتھ خشیت الٰہی بھی

ان قارنته الخشیته فلك والا فعلیك ۔ متیٰ آلمك عدم اقبال الناس علیك او توجههم بالذم الیك فارجع الی علم الله فیك فان کان لا یقنعك علمه فمصیبتك بعدم قناعتك بعلمه اشد من مصیبتك بوجود الاذی منهم ۔ انما اجری الاذی علی ایدیهم کی لا تکون ساکنا الیهم اراد ان یزعجك عن کل شئ حتی لا یشغلك عنه شئ اذا علمت ان الشیطان لا یغفل عنك فلا تغفل انت عن من ناصیتك بیده ۔ من اثبت لنفسه تواضعا فهو المتکبر حقا لیس المتواضع الا عن رفعته فمتی اثبت لنفسك تواضعا فانت المتکبر

شامل ہو۔ علم کے ساتھ اگر تجھے خوف خدا بھی ہے تو وہ علم تجھے فائدہ رسان ہے ورنہ وہ تیرے لئے نقصان بخش ہے۔"

(۱۶۶) اگر لوگوں کی تیری طرف بے توجہی یا تجھے بدگوئی کے ساتھ یاد کرنا تجھے تکلیف دے تو تجھکو اپنے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے علم کی طرف (جو تیرے افعال کی بہ نسبت ہے) رجوع کرنا چاہیے اگر تجھکو حق تعالیٰ کے علم پر قناعت نہ ہو۔ تو یہ آفت یعنی اللہ تعالیٰ کے علم پر قانع نہ ہونا ایذائے خلق کی مصیبت سے بدرجہا سخت تر ہے۔"

(۱۶۷) مخلوق کے ہاتھوں تجھکو صرف اس لئے اذیت پہونچاتا ہے۔ کہ تیرا دل ان کے ساتھ وابستہ نہ ہو۔ اس کا ارادہ ہے کہ تجھکو مخلوق کی اذیت پہنچاکر ہر ایک چیز سے دل برداشتہ کردے تاکہ کوئی چیز اس سے تجھے غافل نہ کردے۔"

(۱۶۸) جب تو یہ جانتا ہے کہ شیطان تیرے بہکانے اور اغوا سے غافل نہیں رہتا تو تم بھی اپنے اس مولا سے جس کے قبضۂ قدرت میں تیری جان ہے غفلت نہ کرو۔"

(۱۶۹) جس نے اپنے لئے تواضع کو ثابت کیا تو وہ شخص بے شبہ متکبر ہے۔ کیونکہ تواضع کا دعویٰ تو اپنی رفعتِ قدر کے مشاہدہ کے بعد ہی ہوگا پھر جب وہ اپنے لئے تواضع کا دعویٰ کرتا ہے تو گویا اسے اپنے بلند مرتبہ پر نظر ہے تو وہ متکبر ہوا۔"

ليس(۱۷۰) المتواضع الذى اذا تواضع راى انه فوق ما صنع ولكن المتواضع الذى اذا تواضع راى انه دون ما صنع. التواضع(۱۷۱) الحقيقى هو ما كان ناشئا عن شهود عظمته وتجلى صفته. المؤمن(۱۷۲) يشغله الثناء على الله تعالى عن ان يكون لنفسه شاكرا وتشغله حقوق الله ان يكون لحظوظه ذاكرا. ليس المحب(۱۷۳) الذى يرجو من محبوبه عوضا ويطلب منه غرضا فان المحب من يبذل لك ليس المحب من تبذل له. جعلك(۱۷۴) فى العالم المتوسط بين ملكه وملكوته ليعلمك جلالة قدرك بين مخلوقاته وانك جوهرة تنطوى عليك اصداف مكوناته. انما(۱۷۵) وسعك الكون من حيث جسمانيتك ولم يسعك من حيث ثبوت روحانيتك. الكائن(۱۷۶) فى الكون ولم تفتح له ميادين الغيوب

(۱۷۰) حقیقت میں وہ شخص متواضع نہیں کہ جب کبھی تواضع سے کوئی کام کرے تو اپنے آپ کو اس سے بلند و بالا سمجھے۔ بلکہ متواضع وہ ہے کہ جب تواضع کا کوئی کام کرے تو اس سے بھی اپنے کو کمتر و پست خیال کرے۔

(۱۷۱) حقیقی تواضع وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی تجلی کے مشاہدہ سے پیدا ہو۔

(۱۷۲) مومن کو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اپنے نفس کی خود پسندی و شکر گذاری سے روک دیتی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے حقوق کی بجا آوری کا خیال اسے اپنے حظوظ نفسانی کی یادداشت سے باز رکھتا ہے۔

(۱۷۳) محب صادق وہ نہیں جو اپنے محبوب کے عوض کا امیدوار یا حصول غرض کا طلبگار ہو۔ بلکہ محب حقیقی وہ ہے جو اپنے محبوب کے لئے سب کچھ نثار کردے۔ نہ یہ کہ محبوب ہی اس کے لئے کچھ ایثار کرے۔

(۱۷۴) تجھکو اپنے عالم شہادت اور عالم غیب کے درمیانی عالم میں اس لئے پیدا کیا کہ تیری عظمت قدر اور سب مخلوقات پر تیری فوقیت منزلت تجھے معلوم کرادے۔ اور یہ جتلا دے کہ تو ایسا گوہر یکتا ہے جسپر تمام مخلوقات صدف کی طرح سے لپٹے ہوئے ہیں۔

(۱۷۵) عالم سفلی تیری جسمانیت کے اعتبار سے ہی تجھے سمائے ہوئے ہے۔ ورنہ بلحاظ تیری روحانیت کے تجھے کبھی سما نہیں سکتا۔

(۱۷۶) جو دنیا میں موجود ہو اور اس کے لئے علوم و معارف غیبیہ کے دروازے مفتوح نہ ہوے تو وہ شخص

مسجون بمحیطاته ومحصور
فی هیکل ذاته ـ (۱۷۷) انت مع
الاکوان ما لم تشهد
المکون فاذا شهدته کانت
الاکوان معک ـ (۱۷۸) وجدان
ثمرات الطاعة
عاجلا بشائر العاملین بوجود
الجزاء علیها آجلا ـ (۱۷۹) کیف
تطلب العوض علی
عمل هو متصدق
به علیک ام کیف
تطلب الجزاء علی
صدق هو مهدیه الیک
(۱۸۰) اکرمک بکرامات ثلاث
جعلک ذاکرا له ولولا فضله
لم تکن اهلا لجریان ذکره
علیک وجعلک مذکورا به
اذ حقق نسبته الیک وجعلک
مذکورا عنده فتمم نعمته
علیک
(۱۸۱) رب عمر اتسعت
آماده
وقلت امداده و
رب عمر

اپنی شہوات کے احاطہ میں مقید اور اپنی ہستی (آب و
گل) کے چکر میں گھرا ہوا ہے"

(۱۷۷) تم مخلوقات کے ساتھ اس وقت تک
پابند ہو جبتک کہ تمہیں خالق کی معرفت کا مشاہدہ نہیں
پھر جب تم نے مشاہدہ کرلیا تو ساری مخلوقات تیرے
ساتھ ہونگی"

(۱۷۸) طاعت پر دنیا میں ہی ثمروں کا پانا آخرت
میں طاعت کرنے والوں کے لئے ان پر بدلہ ملنے کی
مبارکبادیاں ہیں اور خوشخبریاں"

(۱۷۹) اسی کے بخشے ہوئے عمل پر تم کیونکر عوض
طلب کر سکتے ہو اور اس کی دی ہوئی سچائی و اخلاص
پر کس طرح سے جزا کا سوال کر سکتے ہو"

(۱۸۰) اللہ تعالیٰ شانہ نے تجھکو تین طرح سے
بزرگی عطا فرمائی ـ اوّل یہ کہ تجھے اپنے ذکر کی توفیق
دی ـ اور اگر اس کا فضل نہ ہوتا تو تم میں یہ لیاقت و
اہلیت نہ تھی ـ کہ تم اپنی زبان اور قلب پر اس کے ذکر
کو جاری رکھ سکو"

دوسرے یہ کہ تجھے اپنی طرف منسوب کیا جس کی
وجہ سے تجھے عبد اللہ (بندۂ خدا) کا معزز خطاب دیا
جاتا ہے"

تیسرے تیرے ذکر کو اپنے یہاں فرما کر اپنی
نعمتیں تجھ پر تمام کردیں"

(۱۸۱) بعض عمروں کی مدت دراز ہوتی ہے
لیکن اس کے منافع کم ہوتے ہیں اور بعض عمروں کی

قليلة امادة كثيرة
(۱۸۲) من بورك
في عمره ادرك في
يسير من الزمن من
منن الله تعالىٰ مالا
يدخل تحت دوائر
العبارة ولا تلحقه الاشارة
(۱۸۳) الخذلان كل الخذلان
ان تتفرغ في الشواغل
ثم لا تتوجه اليه وتقل
عوايقك ثم لا ترحل اليه
(۱۸۴) ولابد من بناء هذا
الوجود ان تنعدم دعائمه
وان تسلب كرائمه فالعاقل
من كان بما هو ابقى افرح منه
بما هو يفنى قد اشرق
نوره وظهرت تباشيره
فصدف عن هذه الدار مغضيا
واعرض عنها موليا فلو تتخذ
وطنا ولا جعلها سكنا. (۱۸۵) بل انهض
الهمة فيها الى الله تعالىٰ
وسار فيها مستعينا به في
القدوم عليه وقل رب
ادخلني مدخل

مدت کم لیکن اس کے فوائد زیادہ ہوتے ہیں۔"
(۱۸۲) جس کی عمر میں برکت دیجاتی ہے وہ
تھوڑے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے الطاف و احسانات
اس قدر پالیتا ہے جن تک نہ اشارہ پہنچ سکتا ہے
اور نہ دائرہ عبارت و بیان کے احاطہ میں آسکتے
ہیں۔"
(۱۸۳) تمام مشاغل سے فارغ ہو کر پھر بھی
اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہ ہونا اور موانع کی
قلت کے باوجود بھی اس کی طرف رجوع نہ کرنا
پوری رسوائی اور بے توفیقی ہے۔"
(۱۸۴) سالک کو ضروری ہے کہ اس وجود
کے ستونوں کو گرادے۔ تاکہ اس کی بنائیں مستحکم
ہو جائیں اور حواس و مقتضیات حواس کو اس
سے چھین لے۔ پس دانا وہی ہے جس کی خوشنودی
فانی کے بہ نسبت باقی کے ساتھ زیادہ ہو جس کا
نور چمک اٹھا ہے اور جس کی درخشندہ علامتیں
ظاہر ہو گئی ہیں تو اس عاقل نے ایسی فانی دار سے
آنکھیں بند کر کے روگردانی کی اور پشت پھیر کر
اس سے اعراض کیا۔ نہ اس نے اس کو اپنا
وطن بنایا۔ اور نہ اپنا مسکن ٹھیرایا۔"
(۱۸۵) بلکہ یہیں رہ کر اپنی ہمت کو اللہ تعالیٰ کی
طرف بڑھایا اور اللہ تعالیٰ کی طرف پیشقدمی کرنے میں
اسی سے اعانت طلب کرتا ہوا اس کی طرف چلا
اور کہو کہ اے میرے پروردگار! میرا داخل ادر

صدق واخرجنی مخرج
صدق لیکون نظری الی
حولك وقوتك اذا ادخلتنی
واستسلامی انقیادی الیك
اذا اخرجتنی واجعل لی من
لدنك سلطانا نصیرا
ینصرنی ولا ینصر لی و
لا ینصر علی ینصرنی علی
شهود نفسی ویفنینی عن
دائرة حسی۔ قد اوحی
الله تعالیٰ الی داؤد علیه
الصلوٰة والسلام یا داؤد
قل للصدیقین بی فلیفرحوا
او بذکری فلیتنعموا فالله
تعالیٰ یجعل فرحنا وایاکم
بره وبالرضی منه وان یجعلنا
من اهل الفهم عنه وان لا
یجعلنا من الغافلین وان
یسلك بنا مسلك المتقین
بمنه وکرمه۔ وقال رضی الله
عنه انا الفقیر فی غنای فکیف
لا اکون فقیرا فی فقری
الٰهی انا الجاهل فی علمی فکیف
لا اکون جهولا

مخرج مقام صدق و اخلاص فرما۔ تاکہ داخل ہونے کے
وقت میری نظر تیری طاقت اور قوت کی طرف لگی ہوئی
ہو۔ اور خارج کرنے کے وقت میری گردن تسلیم و رضا
تیرے آگے جھکی ہوئی ہو۔ اور اپنی جناب سے میرے
لئے ایسا صاحب شوکت مددگار مقرر فرما جو میری
اعانت کرے اور مجھ سے دوسروں کی اعانت
کرائے اور مجھ پر کوئی غالب نہ ہو جائے اور نفس کے
مشاہدہ پر وہ میری اعانت کرے اور دائرہ محسوسات
سے میرے وجود کو نکال کر فنا کردے ؛

(۱۸۶) حق تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر
وحی نازل فرمائی کہ اے داؤد! میرے سچے بندوں
سے کہدے کہ وہ میرے ہی ساتھ خوش ہوں اور میرے
ہی ذکر کے ساتھ اپنا دل ٹھنڈا کریں ؛ اللہ تعالیٰ
ہماری اور تمہاری مسرت اور فرحت اپنی ہی ذات
اور اپنی رضامندی کے ساتھ فرمائے اور ہم کو اپنے
سمجھنے والوں میں سے بنائے اور غافلین میں سے
نہ کرے اور اپنے کرم و احسان سے ہمکو اہل تقوے
کے راستے پر چلائے ؛

(اب یہاں سے حکم بطور مناجات شروع ہوتے
ہیں۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں رضی اللہ عنہ)

(۱۸۷) الٰہی! جب میں اپنی غنا کی حالت میں
بھی محتاج ہوں تو فقر کی حالت میں کیونکر محتاج نہ ہونگا؟

(۱۸۸) الٰہی! جب میں اپنے علم کی حالت میں
بھی جاہل ہوں تو اپنے جہل کی حالت میں کس طرح

فی جھلی۔ الٰھی [۱۸۹] ان اختلاف
تدبیرک وسرعۃ حلول
مقادیرک منعا عبادک
العارفین بک عن السکون
الی عطاء والیاس منک
فی بلاء۔ الٰھی [۱۹۰] منی مایلیق
بلؤمی ومنک مایلیق
بکرمک۔ الٰھی [۱۹۱] وصفت
نفسک باللطف والرأفۃ
قبل وجود ضعفی افتمنعنی
منہما بعد وجود ضعفی۔
الٰھی [۱۹۲] ان ظھرت المحاسن
منی فبفضلک ولک المنۃ
علیّ وان ظھرت المساوی
فبعدلک ولک الحجۃ علیّ
الٰھی [۱۹۳] کیف تکلنی الی نفسی
وقد توکلت لی وکیف اضام و
انت الناصر لی ام کیف اخیب و
انت الحفی لی۔ ھا انا اتوسل
الیک بفقری الیک وکیف
اتوسل الیک
بما ھو
محال ان یصل الیک ام
کیف

جاہل نہ ہونگا"

(۱۸۹) الٰہی! تیری تدبیر کے اختلاف اور تیری تقدیر کے سرعت نزول نے تیرے عارفین بندوں کو تیری عطاء پر مطمئن ہونے سے اور مصیبت میں تجھ سے ناامید ہونے سے روک دیا ہے"

(۱۹۰) الٰہی! مجھ سے وہی صادر ہوتا ہے جو میری دنائت اور ملامت کے لائق ہے اور تجھ سے وہی ظہور پذیر ہوتا ہے جو تیرے لطف وکرم کو سزاوار ہے"

(۱۹۱) الٰہی! تو نے میری ناتوانی کے وجود سے پہلے اپنے آپکو لطف ومہربانی سے متصف فرمایا ہے تو کیا اب میری ناتوانی کے وجود کے بعد مجھکو لطف و مہربانی سے محروم فرما دیگا"

(۱۹۲) الٰہی! اگر مجھ سے نیکیاں ظاہر ہوں تو یہ تیرا فضل ہے اور تیرا مجھپر احسان ہے۔ اور اگر مجھ سے برائیاں صادر ہوں۔ تو یہ تیرا عدل ہے اور تیری حجت مجھ پر ثابت ہے"

(۱۹۳) الٰہی! جب تو میرا کفیل ہے تو میرے نفس پہ مجھے کیوں سپرد فرماتے ہو۔ اور جب تو میرا مددگار ہے تو میں کیونکر ذلیل ہو سکتا ہوں۔ اور جب تو مجھ پہ مہربان ہے تو میں کس طرح ناکام رہ سکتا ہوں میں اپنے فقر ومسکنت کو تیری بارگاہ میں وسیلہ پکڑتا ہوں اور جس چیز کا تیری بارگاہ عالی میں پہنچنا محال ہو۔ اس کو کیونکر وسیلہ بنا سکتا ہوں اور اپنے

شکوا الیک حالی وھی لا تخفی علیک ام کیف اترجم لک بمقالی وھو منک برز الیک ام کیف تخیب امالی وھی قد وفدت الیک ام کیف لا تحسن احوالی وبک قامت و الیک ۔ الٰھی[۱۹۴] ما الطفک بی مع عظیم جھلی وما ارحمک بی مع قبیح فعلی۔ الٰھی[۱۹۵] ما اقربک منی وما ابعدنی عنک الٰھی[۱۹۶] ما ارافک بی فما الذی یحجبنی عنک الٰھی[۱۹۷] کلما اخرسنی لؤمی انطقنی کرمک وکلما ایستنی اوصافی اطمعتنی منتک۔ الٰھی[۱۹۸] من کانت محاسنہ مساوی فکیف لا تکون مساویہ مساوی ومن کانت حقایقہ دعاوی فکیف

حال کی کس طرح تجھ سے شکایت کر سکتا ہوں جبکہ وہ تجھ سے پوشیدہ نہیں۔ اور جبکہ میرا کلام بھی تیرے ہی حکم سے تیری بارگاہ عالی میں نکلا ہے تو میں اس کو اپنا کلام ہونا کیونکر ظاہر کر سکتا ہوں۔ اور میری امیدوں کی جماعت وفد ہو کر جب تیری بارگاہ عالی تک چل کر پہنچی ہے تو وہاں سے کیونکر ناکام واپس ہو سکتی ہے۔ اور جب میرے احوال کا مبدأ و مرجع تو ہی ہے۔ تو وہ کیونکر عمدہ اور پسندیدہ نہ ہونگے؟

(۱۹۴) الٰہی! باوجود میری بڑی نادانی اور ناعاقبت اندیشی کے تو مجھ پر کس قدر مہربان ہے۔ اور باوجود میرے قبیح افعال کے تو مجھ پر کس قدر رحیم وکریم ہے؟

(۱۹۵) الٰہی! تو مجھ سے کس قدر نزدیک اور میں تجھ سے کس قدر دور ہوں؟

(۱۹۶) الٰہی! تو مجھ پر کس قدر مہربان ہے پھر کونسی چیز مجھکو تیرے مشاہدہ سے مانع وحاجب ہو سکتی ہے؟

(۱۹۷) الٰہی! جب کبھی میری بدی نے میری زبان بند کی۔ تو تیرے کرم نے مجھکو گویا کر دیا۔ اور جب کبھی میرے اوصاف رذیلہ نے مجھے مایوس کر دیا تو تیرے احسان نے میری ڈھارس بندھائی؟

(۱۹۸) الٰہی! جس کی نیکیاں بھی برائیاں ہوں تو بھلا اس کی برائیاں کیونکر برائیاں نہ ہونگی۔ اور جس کے علوم وحقایق بھی دعوے ہی دعوے ہوں تو پھر اس کے

لا تکون دعاویہ دعاوی۔ الٰهی[۱۹۹] حکمك النافذ و مشیئتك القاهرة لم یترکا لذی مقال مقالا ولا لذی حال حالا۔ الٰهی[۲۰۰] انت تعلم ان لم تدم الطاعة منی فعلاً فقد دامت محبة وعزمًا۔ الٰهی[۲۰۱] کیف اعزم وانت القاهر وکیف لا اعزم وانت الآمر۔ الٰهی[۲۰۲] کیف یستدل علیك بما هو فی وجوده مفتقر الیك ایکون لغیرك من الظهور ما لیس لك حتی یکون هو المظهر لك متٰی غبت حتی تحتاج الی دلیل یدل علیك ومتی بعدت حتی تکون الآثار هی التی توصل الیك۔ الٰهی[۲۰۳] عمیت عین لا تراك علیها رقیبا وخسرت صفقة عبد لم یجعل له من حبك نصیبا۔ الٰهی[۲۰۴] امرت بالرجوع الی الآثار فارجعنی الیها بکسوة الانوار وهدایة

دعوے کیونکر محض دعوے نہ ہونگے؟

(۱۹۹) الٰہی! تیرے حکم نافذ اور مشیت غالب نے کسی صاحب مقال کے لئے جائے مقال اور کسی صاحب حال کے لئے مقام حال باقی نہ چھوڑا ہے۔

(۲۰۰) الٰہی! تو جانتا ہے کہ اگرچہ مجھ سے طاعت کی بجا آوری پر مداومت نہیں ہوئی لیکن طاعت کی محبت و عزم پر یقیناً مداومت رہی ہے۔

(۲۰۱) الٰہی! جب تو قاہر و غالب ہے تو میں کیونکر عزم راسخ کرسکتا ہوں اور جب تو حکم فرماتا ہے تو میں کس طرح پختہ ارادہ نہ کروں؟

(۲۰۲) الٰہی جو چیز اپنے وجود میں تیری محتاج ہے اس سے تیرے وجود پر کیونکر استدلال ہوسکتا ہے؟ کیا ماسوی کو ایسا ظہور ہوسکتا ہے جو تجھے حاصل نہ ہو یہاں تک کہ وہ تجھے ظاہر کرنیوالا بنے۔ تو غائب ہی کب ہے جو تیرے وجود پر کسی دلیل لانے کی حاجت پڑے اور تو بعید ہی کب ہے جو مخلوقات اور آثار کے ذریعہ تجھ تک رسائی ہوسکے؟

(۲۰۳) الٰہی! وہ آنکھ جو تجھ کو اپنے اوپر نگہبان و محافظ نہ دیکھے اندھی ہو۔ اور اس بندے کی تجارت جس نے اپنے لئے تیری محبت کا حصہ نہیں لیا ٹوٹے میں پڑی ہوئی ہو؟

(۲۰۴) الٰہی! تو نے آثار کی طرف رجوع کرنے کا حکم فرمایا ہے تو مجھے اپنے انوار کے لباس میں اور نور بصیرت کی رہنمائی کے ساتھ ان کی طرف پھیر۔ تاکہ جس طرح سے

الا استبصار حتی ارجع الیك منها كما دخلت الیك منها مصون السر عن النظر الیها ومرفوع الهمة عن الاعتماد علیها انك علی كل شیء قدیر۔ الٰهی۲۰۵ هذا ذلی ظاهر بین یدیك وهذا حالی لا یخفی علیك منك اطلب الوصول الیك وبك استدل علیك فاهدنی بنورك الیك واقمنی بصدق العبودیة بین یدیك۔ الٰهی۲۰۶ علمنی من علمك المخزون وصنی بسر اسمك المصون۔ الٰهی۲۰۷ اغننی بتدبیرك عن تدبیری وباختیارك لی عن اختیاری واوقفنی علی مراكز اضطراری۔ الٰهی۲۰۸ اخرجنی من ذل نفسی وطهرنی من شكی وشركی قبل حلول رمسی بك استنصر فانصرنی وعلیك اتوكل فلا تكلنی وایاك اسئل فلا تخیبنی وفی فضلك ارغب فلا تحرمنی

میں قلب محفوظ اور ان پر اعتماد کرنے سے بلند ہمت ہوکر تیری بارگاہ میں داخل ہوا تھا۔ اسی بے نیازی کے ساتھ اب تیری بارگاہ عالی کی طرف رجوع کروں بیشک تو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔"

(۲۰۵) الٰہی! یہ میری ذلت اور عاجزی تجھ پر ظاہر ہے اور میرا حال تجھ سے مخفی نہیں۔ تجھ سے ہی تیری بارگاہ تک پہونچنا طلب کرتا ہوں اور تیرے ہی ساتھ تیری طرف رہنمائی چاہتا ہوں پس اپنے نور کے ساتھ اپنے حضور تک میری رہنمائی فرما۔ اور سچی عبودیت میں مجھے اپنے سامنے قائم رکھ۔"

(۲۰۶) الٰہی! اپنے پوشیدہ علوم کی مجھکو تعلیم فرما۔ اور اپنے محفوظ نام (اسم اعظم) کی سر و برکت سے مجھے محفوظ رکھ۔"

(۲۰۷) الٰہی! مجھکو اپنی تدبیر کے ساتھ میری تدبیر سے اور اپنے اختیار کے ساتھ میرے اختیار سے بے نیاز و بے پروا کر دے اور مجھے اپنے مراتب عجز پر ٹھیرائے رکھ۔"

(۲۰۸) الٰہی۔ مجھکو میرے نفس کی ذلت حرص و طمع سے نکال۔ اور قبر میں داخل ہونے سے پہلے مجھکو شک و شرک سے پاک فرما۔ تجھی سے اپنی ہوائے نفسانی اور وساوس شیطانی پر مدد مانگتا ہوں تو میری مدد کر۔ اور تجھی پر بھروسہ کرتا ہوں کسی دوسرے کے سپرد نہ فرما۔ اور تجھی سے سوال کرتا ہوں مجھکو نا امید نہ کر۔ اور تیرے فضل و کرم کا امیدوار

ولجنابك انتسب فلا تبعدني وببابك اقف فلا تطردني - الهي (۲۰۹) تقدس رضاك ان تكون له علة منك فكيف تكون له علة مني انت غني بذاتك عن ان يصل اليك النفع منك فكيف لا تكون غنيا عني - الهي (۲۱۱) ان القضاء و القدر غلبني وان الهوى بوثاق الشهوة اسرني فكن انت النصير لي حتى تنصرني و تنصر بي واغنني بفضلك حتى استغني بك عن طلبي انت الذي اشرقت الانوار في قلوب اولياءك حتى عرفوك و وحدوك وانت الذي ازلت الاغيار من قلوب احبابك حتى لم يحبوا سواك ولم يلجئوا الى غيرك انت المونس لهم حيث اوحشتهم العوالم و

ہوں مجھے محروم نہ فرما۔ اور تیری ہی بارگاہ عالی کی طرف منسوب ہوں۔ مجھکو وہاں سے دُور نہ کر اور تیرے ہی دروازہ پر کھڑا ہوں مجھے وہاں سے نہ دھکیل"

(۲۰۹) الہٰی۔ جب تیری رضا اس سے بھی پاک اور منزہ ہے کہ تیری طرف سے اس کے لئے کوئی علت یا سبب ہو۔ تو بھلا میرا کوئی عمل یا حال اسکا سبب کیونکر ہو سکتا ہے"

(۲۱۰) الہٰی! جب تو اپنی ذات کاملہ میں اس سے بھی غنی ہے کہ تجھکو تجھ سے کوئی نفع پہونچے تو بھلا مجھ ناقص و ناکارہ سے تو کیونکر غنی نہ ہوگا"

(۲۱۱) الہٰی قضا و قدر مجھ پر غالب آئی۔ اور ہوائے نفسانی نے شہوت کی مضبوط زنجیروں میں مجھے جکڑ لیا ہے۔ تو اب تو ہی میرا مددگار ہو جا۔ کہ میری بھی اعانت کرے اور میرے واسطہ سے دوسروں کی بھی مدد فرمائے اور اپنے فضل وکرم سے مجھے اس قدر غنی کردے کہ تیرے مشاہدۂ جلال وجمال کے ساتھ اپنی طلب سے بھی مستغنی ہو جاؤں۔ تو وہ پاک ذات ہے جس نے اپنے دوستوں کے دلوں میں معارف کے انوار یہانتک روشن کئے کہ انہوں نے تجھے پہچانا اور تیری وحدانیت کا اعتراف کیا۔ اور تو وہ ذات پاک ہے۔ جس نے اپنے دوستوں کے دلوں سے اغیار کے تعلق یہانتک قطع کر ڈالے کہ انہوں نے تیرے سوا کسی کو محبوب نہ بنایا اور نہ تیرے سوا کسی دوسرے کا سہارا پکڑا۔ عالم کے کدورات نے جب

انت الذی ھدیتھم حتی
استبانت لھم المعالم۔
ماذا وجد من فقدك
وما الذی فقد من وجدك
لقد خاب من رضی
دونك بدلا ولقد خسر من
بغی عنك متحولا۔ الٰھی (۲۱۲) کیف
یرجی سواك وانت ما
قطعت الاحسان وکیف
یطلب من غیرك وانت
ما بدلت عادۃ الامتنان
یا (۲۱۳) من البس اولیاءہ ملابس
ھیبتہ فقاموا بعزتہ
مستعزین انت الذاکر من
قبل الذاکرین وانت البادی
بالاحسان من قبل توجہ
العابدین وانت الجواد
بالعطاء من قبل طلب
الطالبین وانت الوھاب
ثم انت لما وھبتنا من
المستقرضین۔ الٰھی (۲۱۴) ان
رجائی لا ینقطع عنك و
ان عصیتك کما ان خوفی لا
یزایلنی وان اطعتك۔

ان کو متوحش و پریشان کیا تو تُو ہی ان کا مونس ہوا
اور حق کے راستے ان پر اسی لئے منکشف ہوئے کہ تو
نے ہی ان کی رہنمائی فرمائی۔ جس نے تجھکو نہ پایا اس نے
کیا پایا۔ اور جس نے تجھکو پایا اس نے کیا نہ پایا۔ جو
تیرے بدلے کسی دوسرے سے راضی ہوا وہ خائب
وخاسر رہا۔ اور جس نے تیری بارگاہ عالی سے
دوسری طرف منہ موڑا۔ اس نے سخت نقصان اٹھایا۔"
(۲۱۲) الٰہی! تو نے اپنا احسان کم نہیں کیا ہے
تو پھر کسی طرح سے تیرے سوا کسی دوسرے سے امید
کی جائے اور تو نے اپنی بندہ نوازی کی عادت کو نہیں
بدلا ہے تو تیرے غیر سے کیونکر سوال کیا جائے۔"
(۲۱۳) اے وہ ذات جس نے اپنے دوستوں کو
اپنی ہیبت کا لباس پہنایا۔ تو وہ اس کی عزت کیساتھ
عزت والے ہوکر قائم ہوئے۔ ذکر کرنیوالوں کے
وجود سے پیشتر تو اپنے احسان سے ان کو یاد کرنے
والا ہے۔ اور عبادت کرنے والوں کی توجہ سے پہلے
تو لطف و احسان کی ابتدا کرنیوالا ہے۔ اور سوال کرنے
والوں کے سوال سے پہلے تو بخشش کرنیوالا ہے۔
تو ہی بخشنے اور دینے والا ہے۔ پھر خود ہی دیکر اپنی
عطا ہم سے بطریق قرض مانگنے والا ہے۔"
(۲۱۴) الٰہی! اگرچہ میں تیری نافرمانی کروں
پھر بھی میری امید منقطع نہیں ہوتی جس طرح
سے کہ اگرچہ تیری فرمانبرداری کروں تو تیرا خوف
مجھ سے زائل نہیں ہوتا۔"

الٰهی[215] کیف اخیب وانت املی وکیف اهان وعلیك متکلی ۔ یامن[216] استوی برحمانیته علی عرشه فصار العرش غیبا فی رحمانیته کما صارت العوالم غیبًا فی عرشه

یامن[217] احتجب فی سرادقات عزه عن ان تدرکه الابصار

یامن[218] تجلی بکمال بهائه فتحققت عظمته الاسرار کیف تخفی وانت الظاهر ام کیف تغیب وانت الرقیب الحاضر۔

والله الموفق وبه استعین

انتهی ما فی الحکم منتقطا وملخصا۔

اقول

وانا العبد الفقیر الی رحمة ربی محمد حسن الفاروقی عفی الله عنه

(۲۱۵) الٰهی! تو ہی میری اصل امید ہے تو پھر میں کیونکر نا امید ہو سکتا ہوں اور تو ہی میرا سہارا ہے پھر میں کیونکر ذلیل ہو سکتا ہوں"!

(۲۱۶) اے وہ ذات! کہ جو اپنی رحمانیت سے عرش پر اس طرح مستوی و غالب ہوئے کہ عرش بھی اس رحمانیت میں غائب و مستور ہو گیا جس طرح کہ سارے عالم اس عرش کے اندر ہی غائب و پوشیدہ ہیں"!

(۲۱۷) اے وہ ذات! جو اپنی عزت و عظمت کے پردوں میں آنکھوں کے ادراک سے بالاتر و محجوب ہے"!

(۲۱۸) اے وہ ذات! جس نے اپنی صفات کمالیہ کے ساتھ عارفین کے قلوب پر تجلی فرمائی۔ تو اس کی بے نہایت عظمت ان کے قلوب کے اندر متحقق و راسخ ہو گئی۔ تو بھلا کیونکر چھپ سکتا ہے جبکہ تو ظاہر و آشکارا ہے۔ اور تو بھلا غائب کس طرح ہو سکتا ہے جبکہ تو ہی نگہبان و حاضر ہے"!

"اللہ ہی توفیق دینے والا ہے اور اسی سے ہم اعانت طلب کرتے ہیں"!

یہاں تک حکم کے چیدہ مقامات کی تلخیص ختم ہوئی فقط

میں جو اپنے پروردگار کی رحمت کا محتاج بندہ محمد حسن فاروقی اللہ تعالیٰ اپنے لطف خفی سے مجھے

بلطفه الخفی۔

الٰهی ان تعذبنی فانی حقیق بالذی قد کان منی و کم من زلة لی فی الخطایا سترت و انت ذو فضل و منّ یظن الناس بی خیرا و انی لشر الناس ان لم تعف عنی فمالی حیلة الا رجائی لعفوك ان عفوت وحسن ظنی۔ الٰهی عبدك العاصی اتاکا مقر بالذنوب و قد دعاکا فان تغفر فانت لذاك اهل وان تطرد فمن یرحم سواکا

الٰهی ماعصیتك من عناد ولکن شقوتی بلغت مناها

بخش دے۔ اپنے رب کی بارگاہ میں یہ مناجات پیش کرتا ہوں۔

(۱) اے میرے پروردگار! اگر تو مجھے عذاب دے تو بسبب ان گناہوں کے جو مجھ سے سرزد ہو چکے ہیں میں بیشک اس کا سزاوار ہوں۔

(۲) اور کتنی میری خطاؤں کی لغزشوں پر تم نے پردہ پوشی فرمائی ہے۔ بیشک تو صاحب فضل و کرم ہے۔

(۳) لوگ مجھے اچھا اور نیک خیال کرتے ہیں اور میں سب سے بدتر ہونگا۔ اگر تو نے مجھے عفو نہ فرمایا۔

(۴) میرے پاس میری نجات کیلئے کوئی حیلہ نہیں مگر ایک تیرے عفو کی امید اگر تو نے مجھے بخش دیا۔ اور دوسرا میرا حسن ظن جو تیرے لطف سے وابستہ ہے۔

---

(۱) اے پروردگار۔ تیرا نافرمان بندہ تیرے دربار میں حاضر ہوا ہے اس حال میں کہ اپنی خطاؤں کا اقرار کرتا ہے۔ اور تجھے پکار رہا ہے۔

(۲) اگر تم اسے بخش دوگے تو تم اس بخشش کے ہر طرح سے لائق ہو۔ اگر تم اسے ہکال دوگے تو تیرے سوا اس پر بھلا کون رحم کرے گا۔

فان تغفر فانت
لذالك اهل وان تطرد
فاها ثم اها
قد وقع الفراغ بحمد الله
وحسن توفيقه من تاليف
الرسالة
المسماة
بطريق النجاة
يوم الاثنين اول الشهر
الربيع الاول المبارك
المنسلك فى شهور سنة
تسع واربعين بعد الالف
وثلثمائة- اللهم اختم لنا
بالخير والسعادة ونجنا بفضلك
من اهوال يوم القيمة بجاه
من له العزة والكرامة
وصلى الله على سيدنا
محمد وآله واصحابه سفن
النجاة ونجوم الهداية امين

(۱) اے میرے پروردگار۔ کسی عناد یا سرکشی کی وجہ سے میں نے تیری نافرمانی نہیں کی۔ بلکہ میری کمبختی اپنی آرزو کو پہنچ گئی ۔

(۲) اگر مجھے بخش دو گے تو تم اس بخشش کے ہر طرح سے اہل ہو اور اگر نکال دو گے تو نہایت افسوس کا مقام ہے ۔

اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی نیک توفیق سے رسالہ طریق النجات کی تالیف سے پیر کے دن اوائل ربیع الاول سنہ تیرہ سو انچاس (۱۳۴۹) ہجری میں فراغت حاصل ہوئی ۔

اے میرے پروردگار۔ ہمارا خاتمہ سعادت و خوبی کے ساتھ کیجیو۔ اور اپنے فضل و کرم سے بحرمت ذات معظم و مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روز قیامت کے ہولناک مصائب سے ہمیں نجات بخشیو۔ آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولٰنا
محمد وآلہ واصحابہ وبارک
وسلم
آمین

رسالة التنوير في بيان مسئلة التقدير

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى اعلم وفقك الله تعالى ان مسئلة التقدير من ادق مسائل علم الكلام والايمان به واجب والبحث عن كنه ماهيتها ممنوع كما اشرنا اليه في اول كتاب طريق النجاة وكذلك مسئلة الروح قال الله تعالى ويسئلونك عن الروح قل الروح من امر ربي وما اوتيتم من العلم الا قليلا فنحن لا نبحث عن كنه ماهية هاتين المسئلتين لقصور افهامنا عن دركها ونفوض علمها الى الله العزيز العليم لكن البحث عن مسئلة التقدير من حيث تعلقها بافعال العباد والبحث عن الروح من حيث تعلقها بابدان العباد - فقوم انكروا القدر وهم القدرية وقوم اثبتوه

رسالہ تنویر دربیان مسئلہ تقدیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد الٰہی اور برگزیدہ بندوں پر سلام کہنے کے بعد جاننا چاہئے (اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق دے) کہ تقدیر کا مسئلہ علم کلام کے دقیق ترین مسائل میں سے ہے۔

حاصل یہ کہ تقدیر پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کی حقیقت اور ماہیت کے بحث میں پڑنا ممنوع ہے۔ جس کی طرف ابتدائی کتاب میں ہم اشارہ کر چکے ہیں۔

مسئلہ روح کو بھی بالکل اسی طرح سمجھنا چاہئے۔ چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے "کہ لوگ آپ سے (حضور کو خطاب ہے) روح کی حقیقت دریافت کرتے ہیں آپ کہدیجئے کہ روح میرے پروردگار کے حکم سے ہے اور تم لوگوں کو تھوڑا سا علم دیا گیا ہے" اس لئے ہم بھی اپنی کوتاہی عقل کی بنا پر کہ ان دونوں مسئلوں کے درک سے ہمارا فہم قاصر ہے۔ ان کی حقیقت اور ماہیت کا بحث نہیں چھیڑتے۔ اور ان کا علم اللہ ہی کو سونپ دیتے ہیں۔ لیکن مسئلہ تقدیر کا اس حیثیت سے بحث کرتے ہیں کہ اس کو افعال عباد سے کیا تعلق ہے۔ اور مسئلہ روح کا یوں بحث کیا جاتا ہے کہ اس کو ابدان عباد سے کیا لگاؤ ہے۔

ایک گروہ نے تو قدر کا صاف انکار کر دیا ہے۔ ان کو "قدریہ" کہا جاتا ہے۔ اور ایک جماعت قدر

وجعلوا العبد مجبورا وهم المرجئة وهدى الله تعالى اهل السنة والجماعة الى الطريق الاوسط الاحوط۔ عن ابن عباس رضی ان النبی صلے الله عليه وسلم قال صنفان من امتی ليس لهما فی الاسلام نصيب المرجئة والقدرية قال الشيخ علی القاری فی المرقات المرجئة هم الذين يقولون الافعال كلها بتقدير الله تعالیٰ و ليس للعباد فيها اختيار فانه لا يضر مع الايمان معصية كما لا ينفع مع الكفر طاعة۔ والقدرية هم المنكرون للقدر القائلون بان افعال العباد مخلوقة بقدرتهم لا بقدرة الله تعالى وارادته وانما نسبت هذه الطائفة الى القدر لانهم يبحثون فی القدر كثيرا انتهی۔ والباعث علينا فی البحث عن مسئلة التقدير نجات عقائد المسلمين عن الزيغ وعن نسبة الظلم الى الله تعالى وقد ابتلی بهذه المصيبة

کا تو اثبات کرتی ہے لیکن پھر اس کے ساتھ بندے کو بھی بالکل مجبور سمجھتے ہیں۔ ان کو "مرجیہ" کہا جاتا ہے۔ درمیانی اور محتاط طریقہ پر اللہ تعالیٰ نے اہل سنت والجماعت ہی کو ہدایت فرمائی ہے۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو قسم کے لوگ میری امت میں سے ایسے ہوں گے کہ جو اسلام سے بالکل بے بہرہ ہوں گے ایک مرجیہ اور دوسرے قدریہ۔

شیخ علی قاریؒ مرقات میں لکھتے ہیں کہ مرجیہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ کل افعال اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہیں۔ اور بندوں کو ان میں کوئی اختیار نہیں اس لئے کہ ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی معصیت ضرر رساں نہیں جس طرح سے کہ کفر کے بعد کوئی طاعت فائدہ مند نہیں۔ اور قدریہ وہ ہیں جو قدر کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بندوں کے افعال بندوں کے ہی قدرت سے پیدا شدہ ہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور ارادہ کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ اس جماعت کو قدریہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ لوگ مسئلہ قدر میں بحث بہت کرتے ہیں۔ (انتہیٰ)

ہماری غرض مسئلہ تقدیر کے بحث سے یہ ہے کہ مسلمانوں کے عقائد کجروی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کیطرف ظلم کی نسبت کرنے سے نجات پائیں۔ اور یہی بات ہمارے لکھنے کی باعث ہوئی کہ اس معصیت میں بہت سے اللہ کے بندے مبتلا نظر

كثير من العباد فانك ترى
كثيرا من المنهمكين في ضلالة
التاركين لفرائض الله تعالى
اذا عاتبتهم بذلك يقولون هذا
شيء قدره الله على قبل خلقي و
انا ما اقدر على تغيير خلق الله.
فمعنى هذه العبارة اني مجبور
في ترك الواجبات وفعل المنهيات
والمجبور معذور وكيف يعذبني
الله تعالى على امر قدره الله
على قبل خلقي. وهذه العقيدة
مفضية الى ابطال الشرائع وفضول
ارسال الرسل عياذا بالله منها
وقد وقع لي مناظرة مع من يدعي
العلم والصلاح في هذه المسئلة
فقال العبد مجبور لان الله تعالى
قال والله خلقكم وما تعملون
فاعمال العبد لما كانت مخلوقة
لله تعالى فكيف يقدر العبد
على تغيير خلق الله. فقلت له
العبد مختار في فعله وان كان
مجبورا في اختياره لان الله
تعالى يقول فمن شاء فليؤمن
ومن شاء فليكفر نعلم

آتے ہیں۔ اور بہت دیکھا جاتا ہے کہ لوگ گمراہی میں
منہمک اور فرائض الٰہی کو ترک کئے ہوئے ہیں۔ لیکن
اگر تم ان کو ملامت اور تنبیہ کرو تو وہ کہدیتے ہیں کہ
"یہ باتیں تو اللہ تعالیٰ نے ہماری تقدیر میں ہماری
پیدائش ہی سے پہلے لکھ دیں تھیں اب ہمیں کیا قدرت
و اختیار ہے کہ خلق الٰہی میں تغیر و تبدل کر سکیں۔ اس
کے یہ معنے ہوئے کہ واجبات کے ترک کرنے اور
اور محرمات کے ارتکاب پر ہم مجبور ہیں اور مجبور تو معذور
ہی ہے اور اللہ تعالیٰ بھلا ہمیں ایسی بات پر کیونکر
عذاب دے گا۔ جس کو ہماری پیدائش سے ہی پہلے
اس نے ہماری تقدیر میں لکھدیا ہو۔ در اصل میں
یہ عقیدہ اس بات پر جا کر ختم ہوتا ہے کہ عیاذاً
باللہ سب شریعتیں باطل اور بیکار ہیں اور اللہ تعالیٰ
نے رسولوں کو فضول بھیجا ہے"

ایک ایسے شخص کے ساتھ جو علم و فضیلت کے
دعوے کرتا تھا میرا اس مسئلہ میں مناظرہ ہوا۔ تو
اس نے یہ کہا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ نے
تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو بھی۔ پس جبکہ
بندے کے اعمال اللہ تعالیٰ ہی کے مخلوق ہیں تو
بندہ بے چارہ تغیر خلق الٰہی پر کیونکر قادر ہو سکتا ہے؟
میں نے اس سے کہا کہ بندہ اپنے فعل میں
مختار ہے اگرچہ اپنے اختیار میں مجبور ہے اس لئے
کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص چاہے ایمان لائے
اور جو شخص چاہے کافر بنے۔ اس سے ثابت ہوا کہ

ان للعبد مشیۃ والمشیۃ هی الاختیار۔ فقال وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ فمشیۃ العبد منفیۃ۔ قلت هذا هو معنی قولنا انہ مجبور فی اختیارہ فحرکۃ الصحیح خلاف حرکۃ المرتعش فالمرتعش مجبور فی حرکتہ والصحیح لیس مجبوراً فی تحرکہ لان تحرکہ بارادتہ لابد ان تکون لمصلحۃ دینیۃ او دنیویۃ نفسیۃ او روحیۃ نعم الطاقۃ الارادیۃ مخلوقۃ للہ تعالیٰ بعد عزمک لذلک الفعل وهذا معنی الآیۃ واللہ خلقکم وما تعملون فسکت۔ ولما کان فی المسئلۃ اغماض اردت نبذا من شرحها فنقول وباللہ التوفیق۔

اعلم

یا اخی

اولاً سعۃ علم اللہ تعالیٰ من قولہ تعالیٰ وان اللہ قد احاط بکل شیء علما

بندہ مشیت (چاہنے کی قوت) رکھتا ہے اور مشیت ہی اختیار ہے۔

اس نے کہا کہ یہ بھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اور تم نہ چاہو گے مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ بندہ مشیت نہیں رکھتا؟

میں نے کہا کہ یہی تو ہمارے اس قول کی معنی ہے کہ بندہ اپنے اختیار میں مجبور ہے۔ اس بات کو اس مثال سے سمجھو کہ تندرست آدمی کی حرکت اس آدمی کی حرکت کے مخالف ہوتی ہے جس کو رعشہ کا مرض ہو۔ مرتعش اپنی حرکت میں مجبور ہوتا ہے اور تندرست حرکت دینے میں مجبور نہیں اس لئے کہ وہ تو اپنے ارادہ ہی سے حرکت دیتا ہے۔ جو ضرور ہے کہ کسی دینی یا دنیوی۔ نفسانی یا روحانی مصلحت کے بناء پر ہوگی۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ خود طاقت ارادہ یہ تمہارے عزم کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ پیدا کر دیتا ہے یعنی اللہ کی مخلوق ہے۔ اور یہی اس آیت کی معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا ہے اور تمہارے اعمال کو بھی۔ پس وہ شخص چپ ہو گیا۔ لیکن چونکہ ابھی اس مسئلہ میں پیچیدگی اور اشکال باقی ہے۔ اس لئے میں نے ارادہ کیا کہ اس مسئلہ کی پیچیدگی کو کچھ کھول دوں۔ (اور اللہ تعالیٰ ہی سے توفیق مانگتا ہوں)

اے میرے عزیز بھائی! پہلے اللہ تعالیٰ کی وسعت علم کو خود اللہ ہی کے کلام سے معلوم کرو

ومن قوله تعالیٰ یعلم ما بین
ایدیهم وما خلفهم ولا
یحیطون بشیٔ من علمه الا بما
شاء ومن قوله تعالیٰ عالم
الغیب لا یعزب عنه مثقال ذرة
فی الارض ولا فی السماء ولا
اصغر من ذلک ولا اکبر الا فی
کتاب مبین ومن قوله تعالیٰ
ولو ان ما فی الارض من شجرة
اقلام والبحر یمدہ من بعدہ
سبعة ابحر ما نفدت کلمات الله
والمراد من کلمات الله معلومات
الله- والبرهان العقلی علی
سعة علمه تعالیٰ انک تری ما
خلق الله فی الارض من النباتات
والجمادات وذوی الارواح
بحیث تحیر عقلک فی عدها
وتعلم یقینا ان خالق الجمیع
هو الله تعالیٰ وهو رازقهم و
حافظهم وعلمه کل شیٔ مقدم علی
خلقه والخلق فرع من فروع
العلم لان من اراد خلق شیٔ لا بد ان
یعلم اولاً غایته من نفعه وضره و
خیره وشره وانفاسه وارزاقه وحاله
وماله

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر ایک چیز
کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور ارشاد ہے کہ وہ جانتا
ہے جو کچھ خلق کے روبرو ہے اور جو ان کے پیچھے
ہے۔ وہ نہیں احاطہ کر سکتے اس کے معلومات میں
سے کسی چیز کا۔ اور ارشاد ہے کہ وہ عالم الغیب ہے
اس سے ذرہ برابر چیز پوشیدہ نہیں نہ آسمان میں نہ
زمین میں۔ اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ اس سے بڑی
کوئی چیز ایسی نہ ہوگی" جو کتاب ظاہر میں موجود نہ ہو۔
اور ارشاد ہے کہ اگر جتنے کچھ زمین میں درخت ہیں سب
قلم ہوں اور سمندر سیاہی ہو۔ کہ اس کے پیچھے سات
سمندر اس کی مدد کریں۔ (جب بھی) اللہ کے
کلمات تمام نہ ہوں گے"۔ کلمات سے مراد اللہ تعالیٰ
کے معلومات ہیں"۔

اللہ تعالیٰ کی وسعت علم پر عقلی دلیل یہ ہے کہ
زمین پر جو چیزیں نباتات، جمادات، اور حیوانات
اللہ کی پیدا کی ہوئی اس انداز میں دیکھی جاتی ہیں کہ
ان کے شمار میں عقل چکر کھا جاتی ہے۔ اور اس
بات کو یقیناً ہر ایک جانتا ہے کہ ان سب کا خالق
اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہی ان کا رزق اور نگہبان
ہی ہے۔ اور علم ہر ایک چیز کا اس کے پیدا کرنے سے
پہلے ہی ہوتا ہے اور خلق تو علم کے فروغ میں سے ہے
اس لئے کہ جو شخص کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ
کرتا ہے ضرور ہے کہ پہلے اس کی غایت۔ نفع و
نقصان۔ خیر و شر۔ انفاس و ارزاق۔ حال و مآل

فبعد ما علم جمیع ذلك یقدم علی خلقه فبین العلم والخلق عموم وخصوص فلکل فرد من افراد المخلوقات الغیر المتناهیة علوم غیر متناهیة لخالق ذلك المخلوق وان نظرت فی ملکوت السماوات وما فوقها من المخلوقات تری الارض بمخلوقاتها بالنسبة الیها کقطرة الی البحر المحیط فکیف تفی اقلام الاشجار ومداد البحار المتناهیة بکتابة العلوم الغیر المتناهیة فسلم ان القدیم به قدیر وان کان الحدیث به ضعیفا ثم اعلم ان علمه تعالی لیس کعلومنا حیث یتکون بعد ادراك المحسوسات والمعلومات فان المعلومات جمیعها من الازل الی الابد صغیرها وکبیرها قدیمها وحدیثها منکشفة فی علمه تعالی انکشافا تاما بسیطا بحیث لا یعزب عنه مثقال ذرة فی الارض ولا فی السماوات وان ما اشرنا الی علمه تعالی بالانکشاف البسیط انما هو بحسب فهمنا القاصر

سب کچھ جان لے۔ جب ان تمام امور کو جان لیتا ہے تو اس کے خلق پر اقدام کر سکتا ہے۔

اس صورت سے علم اور خلق میں عموم و خصوص کی نسبت ہوئی۔ پس افراد مخلوقات غیر متناہیہ کے ہر ایک فرد کے لئے اس کا خالق یقیناً علوم غیر متناہیہ رکھتا ہے۔ اگر تم عالم سمٰوٰت اور جو اس سے بھی اوپر ہیں ان کے مخلوقات کو دیکھ لو تو زمین کی مخلوقات ان کی بہ نسبت ایسے معلوم ہونگیں جو نسبت ایک قطرے کو بحر محیط کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ تو اب خود ہی سوچو کہ درختوں کی قلمیں اور دریاؤں کی سیاہیاں کہ جو سب متناہی ہیں علوم غیر متناہیہ کے لکھنے کے لئے کیسے کافی ہو سکتی ہیں۔ تو تمہیں تسلیم کرنا چاہئے کہ قدیم ان سب پر قادر ہے اگرچہ حادث اس کے جاننے سے عاجز ہے۔ اور اس بات کو بھی سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہمارے علوم کی طرح نہیں ہے کہ معلومات اور محسوسات کے ادراک کے بعد پیدا ہوتا ہو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں سارے معلومات چھوٹے اور بڑے نئے اور پرانے کہ جو ازل سے ابد تک ہونے والے ہیں سب کے سب ظاہر منکشف ہیں بانکشاف تام بسیط۔ اسطرح پر کہ ایک ذرہ کے برابر بھی کوئی چیز اس سے آسمان اور زمین میں پوشیدہ نہیں ہے۔

ہم نے جو علم الٰہی کی تعبیر "انکشاف تام بسیط" کے لفظ سے کی ہے تو یہ باعتبار ہمارے افہام ناقصہ کے

والا فعلہ تعالیٰ صفۃ ذاتیۃ
لہ تعالیٰ فکما لا نقدر علی
معرفۃ ذاتہ تعالیٰ کذلک لا
نقدر علی معرفۃ صفاتہ اذا
علمت ھذا فاعلم انہ تعالیٰ
علم فی الازل انی اخلق
العبد الفلانی فی یوم کذا فی
ساعۃ کذا من سنۃ کذا ویبقی
فی بطن امہ کذا من الشھور
والایام ویولد فیعلم عمرہ وعملہ
ورزقہ واجلہ وخیرہ وشرہ
وصحتہ وسقمہ وکلامہ
وصمتہ وطاعتہ وعصیانہ
واکلہ وشربہ واخلاصہ و
نفاقہ وسعادتہ وشقاوتہ
وحرکتہ وسکونہ ونومہ ویقظتہ
وحیاتہ ومماتہ وجمیع اطوارہ
واوضاعہ من حین یولد الی
حین یموت وبعد الموت الی ابد
الآباد وعلم انہ یفعل کذا فی
ساعۃ کذا ویجازی بکذا وکان
ھذا العلم مستکنا فی خزائن العلوم
الغیر المتناھیۃ فلما ان اراد اللہ
تعالیٰ الاطلاع بعض خواص عبادہ

ہے۔ ورنہ علم الٰہی خداوند تعالیٰ کی صفت ذاتی ہے
اور جس طرح سے کہ ہم خداوند تعالیٰ و تقدس کی معرفت
ذات پر قدرت نہیں رکھتے۔ اسی طرح سے
معرفت صفات پر بھی ہم قادر نہیں ہیں۔
اس کے بعد یہ سمجھو کہ خداوند تعالیٰ نے ازل
میں جان لیا تھا۔ کہ میں فلاں بندہ کو فلاں
دن اور فلاں ساعت اور فلاں برس میں
پیدا کروں گا۔ اور یہ بندہ اپنی ماں کے
پیٹ میں اتنے مہینے اور اتنے دن رہیگا۔
اور اس کے بعد تولد ہوگا۔ اسی طرح سے
اس کی عمر اور عمل۔ رزق اور اجل
خیر و شر۔ تندرستی اور بیماری۔ گفتگو اور
خاموشی۔ فرمانبرداری اور نافرمانی۔
کھانا اور پینا۔ اخلاص اور منافقی۔ نیک
بختی اور بدبختی۔ حرکت اور سکون۔ سونا اور
جاگنا۔ حیات اور موت۔ اور سارے
اوضاع و اطوار جب سے پیدا ہوا ہے
مرنے کے دم تک اور مرنے کے بعد ابدالآباد
تک سب جان لئے تھے۔ اور یہ بھی جان
لیا تھا کہ یہ بندہ ایسا کام فلانی ساعت
میں کرے گا۔ اور اس کی یہ جزا اسے
ملے گی۔ یہ علم دراصل خزائن علوم غیر
متناہیہ میں پوشیدہ تھا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ
نے ارادہ فرمایا کہ اپنے بعض خاص بندوں

عليه من الملئكة المقربين وارواح
عباده الصالحين قابل
ذلك العلم المكنون
باللوح المحفوظ نظهر
جميع ذلك فى اللوح بطريق
الانعكاس بواسطة القلم
الربانى فذلك هو التقدير
الذى امرنا بالايمان
به والقضاء الذى امرنا
بالرضاء به ولابد ان يظهر
جميع ماكتب فى اوقاته المخصوصة
المقدرة لها لاتبديل
لكلمات الله تعالى كما قال
النبى صلى الله عليه وسلم
جف القلم بما هو كائن و
فى هذا المحل يمحو الله ما
يشاء بسبب من الاسباب
ويثبت مايشاء بسبب من الاسباب
لان القادر على الايجاد قادر
على الاعدام بالطريق الاولى

و

ذلك تقدير
العزيز
العليم

یعنی ملائکہ مقربین اور صالح بندوں
کے ارواح کو اس سے اطلاع دے تو
اس پوشیدہ علم کو لوح محفوظ کے سامنے
کردیا تو وہ سب لوح محفوظ میں بواسطہ قلم
ربانی بصورت انعکاس ظاہر ہوگئے۔
اسی کو تقدیر کہتے ہیں جس پر ایمان
لانے کا امر کیا جاتا ہے اور یہی قضا
ہے جس پر راضی رہنے کا حکم دیا جاتا
ہے۔

اور ضرور ہے کہ جو کچھ وہاں لکھا جا
چکا ہے وہ اپنے اوقات مخصوصہ معینہ
پر ہی ظاہر ہو اس لئے کہ اللہ تعالی
کے کلمات میں تبدیل کی گنجائش نہیں
اور جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ "جو چیزیں ہونے والی
ہیں ان کو لکھ کر قلم فارغ ہوگیا ہے"
اور اسی محل میں یہ آیت وارد ہے
کہ محو کرتا ہے اللہ جو چاہتا ہے کسی سبب سے
اور ثابت رکھتا ہے جو چاہتا ہے
کسی سبب سے۔ اس لئے کہ جو پیدا کرنے
پر قادر ہو وہ ناپید کرنے پر بطریق
اولیٰ قادر ہوگا۔

اور یہ خداوند غالب و دانا کی تقدیر
ہے۔

اذا علمت هذا فاعلم ان التقدير على نوعين النوع الاول ما كان لكسب العبد فيه مدخلٌ و تسببٌ كحصول الرزق و الافعال البدنية والحركات الارادية والنوم واليقظة والطاعة والعصيان وغيرها والنوع الثاني مالم يكن لكسب العبد فيه مدخلٌ كالحيوٰة والممات والصحة والسقم وعروض الافات الارضية والسماوية وتولد الذكور او الاناث من الاولاد وغيرها ولا كلام لنا فيما لم يكن لكسب العبد فيه مدخل واللازم على العبد فيها التسليم والرضا. واما النوع الاول وهو ما كان لكسب العبد فيه مدخل. فنقول ان عمل العبد سببٌ لتقديره تعالى خيرًا كان او شرًّا والجزاء.

جب تمہیں یہ معلوم ہو گیا تو اب جاننا چاہئے کہ تقدیر دو قسم پر ہے۔ پہلا قسم وہ ہے کہ جس میں بندے کے کسب و عمل کو اس میں دخل ہو اور کسب اس کا سبب بن جاتا ہو۔ جیسے حصول رزق۔ افعال بدنیہ اور حرکات ارادیہ نیند اور بیداری طاعت وعصیاں وغیرہ۔

اور دوسرا قسم وہ ہے جس میں کسب عبد کو مطلق دخل نہیں جیسے حیات وموت صحت ومرض۔ آفات سماویہ وارضیہ کا عارض ہونا۔ اولاد میں نر ومادہ کا پیدا کرنا وغیرہ۔

اور اس صورت میں جس میں کہ بندہ کے کسب کو دخل نہیں ہماری گفتگو بے سود ہے بلکہ بندہ پر اس صورت میں یہ لازم ہے کہ تسلیم اور رضا کو اپنا مسلک بنائے۔

لیکن پہلا قسم "جس میں بندے کے کسب کو دخل ہوتا ہے" اس کے بارہ میں ہم تمہیں بتلا دیتے ہیں کہ بندہ کا عمل نیک ہو چاہے بُرا اللہ تعالیٰ کی تقدیر کا سبب بن جاتا ہے۔ اور جزاء جو اس پر

المرتب علیه مسبب له لان العبد یعمل باختیاره خیرا کان او شرا ویجزیه الله تعالیٰ علیه ان کان خیرا فخیر وان کان شرا فشر ان لم تسبقه العنایة بالتوبة او بالشفاعة او غیر ذلک حتی انه لم یکتب علیه شرة برهة من الزمان لعله یتوب کما ورد فی الحدیث قال الله تعالیٰ من عمل صالحا فلنفسه ومن اساء فعلیها وما ربک بظلام للعبید و قال تعالیٰ فاما من اعطیٰ واتقیٰ وصدق بالحسنیٰ فسنیسره للیسریٰ

مرتب ہوتی ہے وہ اسی کا نتیجہ یا سبب ہوتی ہے اس لئے کہ بندہ برا یا بھلا عمل اپنے اختیار ہی سے کرتا ہے حق سبحانہ وتعالیٰ پھر اس عمل کے لحاظ سے بری یا بھلی جزا دے دیتا ہے بشرطیکہ عنایت ازلی نے توفیق توبہ سے اس کی دستگیری نہ کی اور شفاعت نے اس کو اپنے سایۂ رحمت میں نہ لیا وغیر ذلک۔

یہ صورت نہیں ہوتی کہ یکایک بری جزا اس کے لئے لکھ دی جاتی ہے اس لئے کہ شاید توبہ کی توفیق اسے نصیب ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی حدیث شریف میں وارد ہو چکا ہے:

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس کسی نے نیک عمل کیا تو اپنے بھلے کے لئے کیا اور جس نے بدکاری کی تو وبال بھی اسی پر ہے اور تمہارا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

اور ارشاد ہے کہ جس نے دیا اور تقویٰ کیا اور سچ سمجھا اچھی بات (یا جنت) کو تو ہم آسان کر دیں گے

واما من بخل واستغنی و
کذب بالحسنیٰ فنیسرہ
للعسریٰ و انت تعلم
ان فاء التعقیبیۃ تقتضی
الترتیب والتعقب فنعلم
ان الجزاء یحدث بعد
العمل والتقدیر الازلی
وھو علم اللہ تعالی بھذہ
القصۃ لایجبر العبد
علی العمل ولیس تقدیرہ
تعالیٰ فی الازل سببا
لمعصیۃ العبد حتی
یکون العبد مجبورا فی
المعصیۃ و ینسب الظلم
الی حضرت اللہ تعالیٰ
وتقدس بتعذیبہ
ایاہ بعد
مجبوریتہ تعالیٰ
اللہ
عما یقول الظالمون
علوا
کبیرا
لان اللہ
تعالیٰ

اسے آسانی کے لئے۔ اور جس
نے بخل کیا اور بے پروا رہا اور
جھوٹ سمجھا اچھی بات (یا جنت)
کو تو ہم اس کو آسان کر دیں گے
سختی اور تنگی کے لئے۔

اس آیۂ کریمہ میں (نحوی قاعدہ سے)
تم جانتے ہو گے کہ "فاء" تعقیبیہ ترتیب
اور در پے ہونے کو چاہتی ہے اس سے
ثابت ہوا کہ جزا عمل کے بعد
ہی پیدا کی جاتی ہے۔ اور تقدیر
ازلی یعنی علم الٰہی جو اس کام کے
متعلق تھا بندہ کو اس کام کرنے
پر مجبور نہیں کرتا۔ اور تقدیر الٰہی جو ازل
میں ہو چکی ہے بندے کی معصیت
کا سبب نہیں بن جاتی یہاں
تک کہ بندہ اپنی معصیت میں
بالکل مجبور ہو۔ اور حق سبحانہ وتعالیٰ
کی طرف ظلم کی نسبت کی جا
سکے کہ بندہ کے مجبور ہونے کے
ساتھ اسے عذاب دیا جا رہا
ہے۔ "ظالموں کے اس کہنے سے
حق سبحانہ وتعالیٰ برتر ہے اور
بہت برتر ہے"
اس لئے کہ خداوند تعالیٰ

لیس بظلام للعبید بل هو ارحم الراحمین بعبادہ و کیف یکلف الله
عبادہ بامرہ
لهم بالا امروا مر و نهیه لهم عن المناهی والحال
ان العباد لا یقدرون علی شیٔ
من ذلك ویسلب التوفیق عنهم
لمن یا مر الاعمیٰ بقراءة کتاب لم یعرفه و قتا
قال الله تعالیٰ لا یکلف الله نفسا الا وسعها لها ما کسبت وعلیها ما اکتسبت
وهذه العقیدة من اخبث العقائد الفاسدة لان فیها ابطال الشرائع راسا
وارسال الرسل فضولا

اپنے بندوں پر ظالم نہیں ہے بلکہ وہ تو اپنے بندوں پر ارحم الرحمین ہے۔ خود ہی سوچو کہ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کو کیسے اس بات کی بھلا تکلیف دے سکتا ہے کہ وہ کام کرو اور یہ کام نہ کرو اس حال میں کہ بندے بے چارے کسی چیز قدرت ہی نہ رکھتے ہوں اور توفیق ان سے چھین لی گئی ہو!

یہ تو ایسا ہوا جیسے کوئی شخص کسی اندھے کے سامنے کوئی کتاب کھول دے کہ اس کو بیٹھے پڑھا کر جس کو وہ بے چارہ جانتا ہی نہ ہو۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی کو مگر اس کی طاقت کے موافق اسی کو ملتا ہے جو اس نے کمایا اور اسی پر پڑتا ہے جو اس نے کیا۔

یہ عقیدہ سب عقائد فاسدہ میں نہایت ناپاک اور بُرا ہے اس لئے کہ اس کی بنا پر سب شریعتیں سرے سے بالکل باطل ٹھیریں گی۔ اور رسولوں کے مبعوث

وعبثا عیاذا باللہ منہا۔ فان قلت کیف یکون عمل العبد الحادث سببا لتقدیرہ تعالیٰ وتقدیرہ تعالیٰ ازلی وتقدم السبب علی المسبب مسلم عند اہل العلم فیلزم تقدم المسبب علی السبب وذا غیر جائز۔ قلت التبس علیک العلم بالعمل فان علمہ تعالیٰ بان العبد الفلانی یفعل الفعل الفلانی فی الزمن الفلانی واجازیہ بالجزاء الفلانی ہذا ہو التقدیر الازلی ونسلم تقدمہ علی العمل الحادث للعبد ولیس ہذا التقدیر العلمی فی الحقیقۃ سببا ولا مسببا بل السبب عمل العبد الحادث والمسبب جزاء العمل الحادث قال اللہ تعالیٰ واللہ خلقکم وما تعملون۔ فکما ان خلق العبد حادث ومباشرۃ الابوین سبب لہ

ہونے کو فضول اور عبث کہنا پڑیگا۔ پناہ بخدا۔

سوال! بندے کا عمل جو حادث (نوپید) ہے تقدیر الٰہی ازلی کا کیسے سبب بن سکتا ہے۔ اس لئے کہ سبب کا مسبب پر مقدم ہونا اہل علم کے نزدیک ثابت ہے اس صورت میں تو مسبب سبب پر مقدم ہو رہا ہے حالانکہ یہ جائز نہیں۔

جواب! تم پر علم اور عمل کا التباس ہو گیا ہے اس وجہ سے یہ اشکال پیدا ہوا ہے صورت واقعہ یہ ہے کہ علم الٰہی میں جو یہ بات تھی کہ فلاں بندہ فلانے زمانہ میں یہ کام کرے گا اور اس کو اس پر یہ جزا دی جائے گی یہی تقدیر ازلی ہے اور اس کی تقدیم بندے کے حادث فعل پر ہم ضرور مانتے ہیں لیکن یہ تقدیر علمی درحقیقت نہ سبب ہے نہ مسبب۔ بلکہ اس کا سبب بندے کا وہ حادث عمل ہے اور اس حادث عمل کی جزا اس کا مسبب ہے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ نے تم کو پیدا کیا ہے اور تمہارے اعمال کو۔ پس جس طرح سے کہ بندہ خود حادث ہے اور والدین کی مقاربت اس کا سبب

كذلك خلق عمل العبد حادث ومباشرة العبد سبب له وجزاء الله تعالے اياه بعد عمله الحادث مسبب لذلك الفعل فلا يلزم تقدم المسبب على السبب فان قلت اما سمعت فى الحديث الصحيح معاتبة موسىٰ لآدم على نبينا وعليهما الصلوة والسلام فى اكله الشجرة فقال له آدم عليه السلام بكم علمت تقديره على امر قدره الله على قبل خلق باربعين عاما قال النبى صلے الله عليه وسلم فحج آدم موسىٰ اوكما قال صلے الله عليه وسلم

ہے اسی طرح سے بندے کا عمل کرنا حادث ہے۔ اور خود بندے کا اس کام کو کرنا اس کا سبب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جو اس کو اس عملِ حادث کے بعد جزا دے گا یہ اس عمل کا مسبب ہے پس کہاں سبب مسبب پر متقدم ہوا؟

سوال: کیا تم نے صحیح حدیث میں نہیں دیکھا ہے کہ حضرت موسےٰ نے حضرت آدم کے ساتھ شجرہ کے کھانے کے بارہ میں مناظرہ اور معاتبہ کیا۔ تو حضرت آدم علیہ السلام نے کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس بات کی تقدیر میری پیدائش سے کتنا زمانہ پہلے ہو چکی تھی؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا چالیس سال پہلے۔ تو حضرت آدم نے کہا کہ کیا تم مجھے ایسی بات پر ملامت کر رہے ہو جس کو حق تعالیٰ نے میری پیدائش سے بھی چالیس سال پہلے میرے لئے مقرر کر رکھا تھا

حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

پس اس حجت میں حضرت آدمؑ حضرت موسیٰؑ پر غالب ہو گئے۔

فلو لم يكن العبد مجبورا
لقضاء الله تعالیٰ ما حج
آدم موسیٰ۔

قلنا القصة صحيحة وهي
تؤيد مقصودنا من وجوه
الاول ان موسیٰ عليه
السلام كان نبيا و
رسولا اتاه الله التوراة
فيها تبيان كل شيء فلو
كان آدم مجبورا في اكله
الشجرة ما عاتبه عليه۔
الثاني ان كان آدم عليه
السلام مجبورا في فعله
ذلك لقال في عذره
من خطيئته ربنا انك
ابتليتني بهذا وكتبته
قال ربنا ظلمنا
انفسنا فان لم يكن
له اختيار لما نسب الظلم
الى نفسه والثالث شهادة
رب العلمين على
آدم بقوله وعصى آدم
ربه فغوى ثم
تاب عليه وهدى۔

توسوال یہ ہے کہ اگر بندہ قضائے الہی سے
مجبور نہ ہوتا تو کیسے حضرت آدم حضرت موسے
پر غالب آتے ؟

جواب :۔ یہ قصہ برابر صحیح ہے ۔ لیکن یہ
تو اور کئی وجوہ سے ہمارے مقصود کی تائید
کر رہا ہے ۔

وجہ اول یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام رسول
اور نبی تھے حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان پر تورات
اتاری تھی ، جس میں ہر ایک چیز کا بیان تھا
پس اگر حضرت آدم اس شجرہ (گیہوں یا کھجور) جو
انہوں نے خلاف فرمان الہی جنت میں کھایا تھا
کے کھانے پر مجبور ہوتے تو حضرت موسیٰ ان پر
عتاب و ملامت نہ کرتے ؛

وجہ ثانی یہ کہ اگر آدم علیہ السلام اپنے فعل
میں مجبور ہوتے تو اپنی اس خطا کے عذر میں یوں
کہتے کہ "اے پروردگار تمہیں نے تو مجھے اس
کام میں مبتلا کیا" ... ؟!
لیکن انہوں نے کہا تو یہ کہ "اے پروردگار ،
ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے" ؛ تو اگر ان کا کچھ بھی
اختیار نہ ہوتا تو ظلم کو اپنی طرف کیوں نسبت دیتے ؛

وجہ ثالث یہ کہ خود پروردگار عالم کی گواہی حضرت
آدم پر ان الفاظ میں ہے کہ "آدم نے نافرمانی کی
اپنے رب کی پس گمراہ ہوئے۔ پھر ان پر توجہ
فرمائی (ان کی توبہ قبول فرمائی) اور راہ راست پر

فلو کان مجبورا لما نسب العصیان
والغوایۃ الیہ۔ بقی کلام فی
قولہ علیہ الصلوۃ والسلام
فحج آدم موسیٰ ومفہومہ واللہ
اعلم باسرار کلام حبیبہ
ان آدم قال لہ ھذا امر قد
فرغ منہ ومعنی ما اراد اللہ
علیّ فی علمہ قبل خلقی فلا
ینفع ایلامک لی فی ھذا الوقت
فان قلت سلمنا ان للعبد
اختیارا فی الفعل والترک و
سلمنا ان فعل العبد سبب
للجزاء المترتب علیہ فمن
این حصل لہ ایضا قدرۃ علی
ذلک الاختیار قلنا ذلک من
اللہ العزیز العلیم وذلک
معنی قولنا مجبور فی اختیارہ
بمعنی ان طاقۃ الاختیار
حصلت لہ من اللہ تعالیٰ۔ فان
قلت اذا کان طاقۃ الاختیار
من اللہ تعالیٰ رجع الکلام الی
اول المبحث وصار العبد
مجبورا فی اختیارہ فصار
مجبورا فی افعالہ ولزم الدور کما

لائے تو اگر آدم علیہ السلام مجبور ہوتے تو نافرمانی اور گمراہی
کی نسبت انکی طرف کیوں کیجاتی. البتہ یہاں پر یہ بات
ایک کھٹکتی ہوئی رہجاتی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ
وسلم کے اس فرمودہ کا کیا مقصد ہے کہ "حضرت آدم
حضرت موسیٰ پر حجت میں غالب آگئے"؛ جبکہ ثابت
ہو اکہ حضرت موسیٰ کا سوال ٹھیک تھا۔ حقیقت
میں اللہ تعالیٰ ہی اپنے حبیب کے کلام کے اسرار کو
جانتا ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم کے
کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم میں
میری پیدائش سے پہلے میرے متعلق جو ارادہ فرمایا
تھا وہ ہوچکا اور اسکا وقت گذرچکا۔ اب سوقت
تمہاری ملامت سے آخر کیا فائدہ؟

سوال: ہم نے تسلیم کرلیا کہ بندے کو کام کرنے
اور نہ کرنے میں اختیار ہے اور یہ بھی مان گئے کہ بندے کا
فعل ہی اس جزا کا سبب ہے جو اسپر مرتب ہوگی۔ لیکن خود
یہ اختیار کہاں سے آیا اور اسپر طاقت کس نے دی؟

جواب: اس اختیار کی طاقت اللہ تعالیٰ ہی کیجانب
سے ہے اور یہی معنی ہے ہمارے اس قول کے کہ بندہ
اپنے اختیار میں مجبور ہے۔ اس سے یہی مراد ہے کہ اختیار
کی طاقت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے حاصل ہوئی ہے۔

سوال: جب اختیار کی طاقت خداوند تعالیٰ سے
ہی ہوئی اور بندہ اپنے اختیار سے مجبور رہا تو اپنے افعال
میں بھی مجبور ہوا اس صورت میں دور لازم آجاتا ہے اور پھر
ابتدا سے بحث شروع ہوجاتی ہے؟

قلنا لیس الامر کما زعمت لان الاختیار بمعناہ تساوی الطرفین اعنی الفعل و الترک فترجیح احدی الطرفین علی الاخر بقصدہ وعزمہ و استعمال الجوارح فیما رجحہ بقصدہ عمل العبد امر تب علیہ الجزاء حسب فعلہ ان خیرًا فخیرٌ و ان شرًا فشرٌ ونسبۃ الاجبار فی الاختیار الیہ سبحانہ و تعالیٰ مجازیٌ - قال اللہ تعالیٰ ومن یضلل اللہ فما لہ من ھاد - ومن یشاء یضللہ - ویضل اللہ الظالمین ویفعل ما یشاء فنسبۃ الاضلال الیہ تعالیٰ مجازیٌ بعلاقۃ الارادۃ الازلیۃ واعطاء القوۃ والقوت ومن ھذا القبیل قول موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام ان ھذا الا فتنتک - وﷲ المثل الاعلیٰ کما اذا رجع

جواب: یہ صورت اس طرح پر نہیں جو آپکے خیال میں ہے اسلئے کہ اختیار کی معنی ہے دونوں طرف یعنے فعل اور ترک کا برابر ہونا تو جب ان میں سے ایک کو دوسرے پر اپنے قصد وارادہ سے ترجیح دیجائیگی اور جسکو ترجیح دی ہے اس کی سرانجامی کیلئے اعضا بھی کام میں لگائے جائینگے تو یہ بندہ کا عمل ہوا جسپر جزا موافق عمل بری یا بھلی مرتب ہو رہی ہے اور مجبوری کی نسبت جو اختیار میں حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف کیگئی ہے. یہ مجازا ہے. جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے جسکو اللہ گمراہ کرے اسکا کوئی رہبر نہیں. اور جسکو اللہ چاہے گمراہ کردے اور اللہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے ان سب مثالوں میں گمراہی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ارادہ ازلیہ اور قوت بخشنے اور رزق دینے کے علاقہ سے مجازاً کی گئی ہے۔"

اور حضرت موسےٰ (ہمارے رسول اکرم پر اور اُن پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام ہوں) کا یہ قول بھی اسی قبیل سے ہے. کہ یہ تیرا فتنہ (آزمائش) ہی ہے۔"

اور اس کی مثال یہ ہے (اور اللہ تعالیٰ ہی کےلئے اعلےٰ مثال (صفت) ہے)" جیسے کوئی شخص اپنے

ولدہ والولد عاق لوالدہ ویعمل الخبائث والوالد مکبّ علی تربیتہ فیلوم الناس و یقولون لہ انت اضللتہ فالوالد وان کان یُربّیہ لکنہ لا یرضیٰ بضلالتہ کذلک ربنا یربّینا ولکن لا یرضی بضلالتنا قال اللہ تعالیٰ ولا یرضی لعبادہ الکفر قال صاحب الامالیۃ فریدا الخیر والشر القبیح، ولکن لیس یرضی بالمحال، رجعنا الی اصل البحث فالذی یعتقد المجبوریۃ للعبد و یجیبنا بقولہ ھذا شیٔ قدرہ اللہ علیّ قبل خلقی نراہ منہمکا فی حصول الرزق جمیع عمرہ لا یفتر عنہ ساعۃ حتی انہ لا یفرق بین الحلال والحرام فان عاتبہ احد علی ذلک الانہماک یقول یا شیخ نحن مامورون بالسعی فی حصول الرزق وھذا العالم عالم الاسباب اوما سمعت

بیٹے کی پرورش کر رہا ہو۔ اور بیٹا اپنے باپ کا نافرمان ہو اور بدکاریوں میں مبتلا ہو اس حال میں بھی باپ اس کی پرورش و تربیت میں بے حد کوشاں ہو۔ اس پر لوگ باپ کو ملامت کریں کہ تم نے اپنے بیٹے کو گمراہ کر دیا ہے باپ اگرچہ اس کی پرورش کر رہا ہے لیکن اس کی گمراہی سے وہ کبھی بھی راضی نہیں۔ اسیطرح سے ہمارا پروردگار ہماری پرورش کرتا ہے لیکن ہماری گمراہی سے کسی طرح وہ راضی نہیں چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے کفر سے راضی نہیں۔ قصیدۂ امالیہ والے فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ بھلائی اور برائی دونوں کا ارادہ کرتا ہے لیکن محال سے وہ راضی نہیں"

اب ہم پھر اصل بحث کیطرف رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ لوگ جو بندوں کی مجبوری کا اعتقاد رکھتے ہیں اور ہمیں ہر سوال پر یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ تو اللہ تعالیٰ نے ہماری تقدیر میں ہماری پیدائش سے پہلے ہی لکھ دیا تھا" انکو ہم رات دن رزق کے حاصل کرنے میں منہمک پاتے ہیں اور وہ عمر بھر اس طلب سے ایک گھڑی بھی غافل نہیں ہوتے یہانتک کہ اس گرمجوشی میں حلال اور حرام کے فرق کو بھی بالائے طاق رکھدیتے ہیں۔ اب اگر کوئی انہیں اس انہماک پر ملامت کرنے لگے تو بیدھڑک کہدیتے ہیں کہ حضرت! رزق حاصل کرنیکی کوشش پر تو ہم مامور ہیں اور یہ تو عالم اسباب ہے بغیر اسکے چارہ نہیں اور کیا آپنے نہیں سنا کہ

قوله صلی الله علیه وسلم
اطلبوا الرزق من ابوابها و
الکاسب حبیب الله الی
غیر ذلك وما یحصل له من
الرزق ینسبه الی سعی نفسه
ویقول انا حصلت کذا انا
فعلت کذا ولا یذکر قوله
هذا شیئ قدره الله علی
قبل خلقی یعد نفسه مجبورا
فی الطاعات وترك الواجبات
ویعد نفسه مختارا فی حصول
الارزاق حلالها وحرامها
وان دخل اللص بیته لاخذ
شیئ من ماله یعارضه یقاتله
وربما یقتله وان سبه
احد یسبه باغلظ منه
ولا یلتفت الی عقیدته انه
مجبور فی دخول بیته وسبه
کما هو بنفسه مجبور فی
ترك الفرائض والهجوم علی
ما نهی الله تعالی عنه وهذا
غایة الحماقة والسفاهة نسأل
الله تعالی العفو والعافیه
والاستقامة علی منهاج

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے تو فرما ہی دیا ہے کہ
رزق کی طلب رزق کے دروازوں سے کرو۔ اور
آپؐ فرماتے ہیں کہ کمانیوالا اللہ تعالیٰ کا حبیب ہے،
وغیرہ وغیرہ" تعجب تو یہ ہے کہ جو کچھ کماتے ہیں
اسکی نسبت اپنی ہی کوشش کی طرف کرتے ہیں اور
کہتے ہیں کہ میں نے یہ چیز کمائی ہے اور میں نے
یہ کیا ہے اور وہ کیا ہے۔ یہاں کبھی یہ ذہن نشیں
کریں اتنا ہی اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے
پہلے میری تقدیر میں لکھا تھا۔ اپنے آپکو عبادات اور
واجبات کے ترک میں تو بالکل مجبور سمجھیں لیکن حلال و
حرام رزق کے حاصل کرنے میں اپنے نفس کو مختار
کل جانیں۔ عجیب حساب ہے۔

اور سنئے! اگر کوئی چور مال اٹھانے کیلئے انکے
گھر میں گھس پڑے تو خوب داد شجاعت دیکر ان سے
لڑینگے اور جو بس چلا تو گردن مارنے میں بھی دریغ
نہ کرینگے۔ اسیطرح اگر انہیں کوئی گالی دے تو اس
سے بڑھکر غلیظ گالیاں بکنے لگینگے۔ ایسے مقام پر
انکی نظر التفات کبھی اپنے عقیدے کیطرف نہ اٹھیگی
کہ وہ بیچارہ بھی گھر میں گھسنے یا گالی دینے میں
ایسا ہی مجبور ہے جیسا کہ ہم خود فرائض کے ترک اور
محرمات الٰہی پر جھک پڑنے میں مجبور ہیں" خود ہی
سوچو کہ یہ کس قدر حماقت اور سفاہت ہے۔"

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیں عفو و
عافیت نصیب فرمائے اور اہلسنت والجماعت کے طریقہ پر

اهل السنة والجماعة ونختم
الرسالة بتائية الشيخ
اسماعيل المقري رح قال
رحمه الله تعالى ـ ۵

الى كم تمادى فى غرور وغفلة
وكم هكذا نوم الى غير يقظة
لقد ضاع عمر ساعة منه تشترى
بملء السما والارض اية ضيعة
أترضى من العيش الرغيد وعيشة
مع الملاء الاعلى بعيش البهيمة
فيا درة بين المزابل القيت
وجوهرة بيعت بابخس قيمة
افان بباق تشتريه سفاهة
وسخطا برضوان ونارا بجنة
أانت صديق ام عدو لنفسك
فانك ترميها بكل مصيبة
ولو فعل الاعدا بنفسك بعض ما
فعلت لمستهم لها بعض رحمة
لقد بعتها هونا عليك رخيصة
وكانت بهذا منك غير حقيقة
كلفت بها دنيا كثيرا غرورها
تقابلنا فى نصحها بالخديعة
اذا اقبلت ولت وان هى احسنت
اساءت وان صافت فتى بالكدورة

استقامت بخشے۔"

ہم اپنے رسالہ کو شیخ اسمٰعیل مقری رحمہ اللہ تعالیٰ کے قصیدۂ تائیہ پر ختم کرتے ہیں۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں:۔

(۱) کب تک غرور اور غفلت میں پڑے رہو گے اور کب تک ایسی نیند سوتے رہو گے جسکی انتہا بیداری پر نہیں ہوتی (۲) تمہاری ایسی بے بہا عمر ضائع ہو چکی ہے کہ اگر اس کی ایک گھڑی بھی آسمان و زمین بھر کر دیدینے سے خرید سکتے۔ تو اسکو ضائع نہ کہا جاتا (۳) کیا بہترین زندگی اور اس زندگی کے بدلے جو ملاء اعلیٰ کیساتھ ہو چوپایوں کی سی زندگی بسر کرنے پر راضی ہو گئے ہو؟" (۴) افسوس ہے کہ در یکتا کو گندگی میں پھینکا گیا ہے اور جوہر بے بہا کو ادنیٰ قیمت پر فروخت کر دیا گیا؟ (۵) کیا سفاہت اور نادانی سے تم فانی کو باقی کے عوض اور غضب کو رضائے الٰہی کے بدلے اور دوزخ کو جنت کے عوض خریدتے ہو؟" (۶) کیا تم اپنے نفس کے دشمن ہو یا دوست کہ اسکو ہر ایک مصیبت میں ڈالدیتے ہو؟" (۷) اگر تمہارے دشمن تم پر ان مظالم میں سے ایک حصہ بھی کر گذریں جو تم نے اپنے نفس پر کئے ہیں تو انکو بھی ضرور کچھ نہ کچھ تم پر رحم آجاتا؟" (۸) تم نے اپنے نفس کو بہت ہی سستا بیچا ہے اس لئے کہ وہ تمہارے سامنے بیقدر ہے۔ اور در اصل اسکی اس قدر بیقدری کرنا تمہیں شایان اور مناسب نہیں۔" (۹) تم نے اپنے نفس کو ایسی دنیا میں مشغول رکھکر تکلیف دی ہے کہ جس کے دھوکے بیحساب ہیں۔ اور جو خیر خواہی اور نصیحت کیجائے ہمیں بھی غدر اور بدخواہی سے پیش آتی ہے۔" (۱۰) اسکی تو یہ حالت ہے کہ جب وہ سامنے آتی ہے (تو فی الحقیقۃ) اسکی روگردانی ہوتی ہے اور جب وہ بھلائی کرتی ہے تو وہ در اصل اسکی برائی ہوتی ہے اور اگر وہ صاف اور ستھری بن جائے تو تم اسکے مکدر اور گندہ ہونے پر یقین رکھو۔"

(۱۱) وعیشك فیها الف عام وینقضی
کعیشك فیها بعض یوم ولیلة

(۱۲) علیك بما یجدی علیك من التقی
فانك فی سهو عظیم وغفلة

(۱۳) تصلی بلا قلب صلاة بمثلها
یصیر الفتی مستوجبا للعقوبة

(۱۴) تخاطبه ایاك نعبد مقبلا
علی غیره فیها لغیر ضرورة

(۱۵) ولو رد من ناجاك للغیر طرفه
تمیزت من غیظ علیه وغیرة

(۱۶) تصلی وقد اتممتها غیر عالم
تزید احتیاطا رکعة بعد رکعة

(۱۷) فویلك تدری من تناجیه معرضا
وبین یدی من تنحنی غیر مخبت

(۱۸) ذنوبك فی الطاعات وهی کثیرة
اذا عدت تکفیك عن کل زلة

(۱۹) تقول مع العصیان ربی غافر
صدقت ولکن غافر بالمشیئة

(۲۰) وربك رزاق کما هو غافر
فلم لا تصدق فیهما بالسویة

(۲۱) فکیف ترجی العفو من غیر توبة
ولست ترجی الرزق الا بحیلة

(۲۲) وما هو بالارزاق کفل نفسه
ولم یتکفل للانام بجنة

(۱۱) (بالفرض محال) اگر تم دنیا میں ہزار برس بھی رہو تو وہ بھی اسی طرح گذر جائینگے جیسے تمہارے ایک رات اور دن گذر جاتے ہیں۔ (۱۲) اپنے اوپر پرہیزگاری کو، اور ان چیزوں کو جو نفع بخش ہوں لازم کر رکھو اسلئے کہ تحقیق تم ایک بڑی بھول اور غفلت میں پڑے ہوئے ہو۔ (۱۳) حضور قلب کے سوا تم ایسی نماز پڑھتے ہو جس سے آدمی اور سزا و عقوبت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ (۱۴) حق سبحانہ و تعالی کو اسطرح پر مخاطب ٹھیراتے ہو کہ "ایاک نعبد" (ہم خاص تیری عبادت کرتے ہیں) درآنحالیکہ تمہاری توجہ بے ضرورت ماسوا اللہ کی طرف ہوتی ہے۔ (۱۵) برخلاف اسکے اگر کوئی شخص جو تم سے سرگوشی کر رہا ہے اگر غیر کیطرف منہ موڑ لے تو فرط غیظ و غضب سے تم اسپر بپھر پڑتے ہو۔ (۱۶) نماز پڑھ رہے ہو اور اس کے ختم ہونیکی خبر ہی نہیں کہ احتیاطاً ایک رکعت کے بعد دوسری بڑھا دیتے ہو۔ (۱۷) وائے تمپر! کہ جس سے تم سرگوشی کر رہے ہو اسکو روگردان سمجھتے ہو اور جس کے آگے تم جھکتے ہو اس جھکنے میں بھی عجز و نیاز سے خالی ہو۔ (۱۸) تمہارے گناہ عبادتوں میں ہی اسقدر کثیر ہیں کہ انکا شمار کرنا ہی کافی ہے دوسرے گناہوں اور لغزشوں کے شمار کی کیا ضرورت ہے۔ (۱۹) تم کہتے ہو کہ گناہوں کی کیا پروا میرا پروردگار بخشنے والا ہے۔ ہم کہتے ہیں سچ کہتے ہو لیکن بخشش بھی مشیت اور ارادہ کے بعد ہے۔ (۲۰) تیرا رب تو جسطرح کہ بخشنے والا ہے ایسا ہی رزق دینے والا بھی ہے پھر کیوں ان دونوں صفتوں کی یکساں تصدیق نہیں کرتے ہو۔ (۲۱) جبکہ تم رزق کی امید بغیر حیلہ و جستجو کے نہیں کرتے تو کسطرح اسکے عفو کی امید بغیر توبہ کے کئے بیٹھے ہو۔ (۲۲) حالانکہ باریتعالی نے رزق کیلئے اپنے آپکو کفیل ٹھیرایا ہے لیکن لوگوں کیلئے جنت کا ضامن نہیں بنا۔

وماذلت تسعیٰ بالذی قد کفیته
وتھمل ما کلفته من وظیفة
تسیئ بی ظنا وتحسن تارة
علی حسب ما یقتضی الھوی بالقضیة

(۲۳) عجب بات ہے جن امور میں تیری کفایت (کفالت) کی گئی ہے انہیں تو تم ہمیشہ کوشاں رہتے ہو اور جن فرائض کی بجا آوری کیلئے تمہیں تکلیف دی گئی ہے انکو ویسے ہی چھوڑ دیتے ہو" (۲۴) خداوند تعالےٰ کیسا کبھی تو حسن ظن سے کام لیتے ہو اور کبھی بدگمانی کرتے ہو مقصد یہ کہ ہر ایک بات میں اپنی خواہش کی پیروی کرتے ہو"

سبحان ربك رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد لله رب العلمین۔

سبحان ربك رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد لله رب العلمین

اللھم انك تعلم انی ما اردت بکتابة ھذه الرسالة الا اصلاح والصیانة لعقائد المسلمین فان کان صوابا فمنك ولك المنة وان کان خطاء فمن نفسی واسئلك الھدایة والتوفیق لما تحب وترضی وصلی الله علی سیدنا محمد واله واصحابه وسلم

اے میرے پروردگار! تم تو جانتے ہو کہ میں نے اس رسالہ کے لکھنے سے صرف اصلاح اور عقائد اہل اسلام کی حفاظت ہی کی نیت اور ارادہ کیا ہے اگر یہ واقعی ٹھیک اور صواب ہے تو میں اس کو تیرے ہی فضل و کرم کا نتیجہ سمجھتا ہوں۔ اور تیرا احسان مانتا ہوں۔ اور اگر خطا اور بے جا ہے۔ تو اس کو میں اپنے نفس ہی کی طرف سے جانتا ہوں۔ اور میں تم سے ہدایت کا سوال کرتا ہوں اور جن باتوں سے تم راضی ہوتے ہو اور ان کو پسند فرماتے ہو۔ ان کی توفیق چاہتا ہوں۔ و صلے اللہ علیٰ سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ و سلم

واما مسئلة الروح فانها وان کانت موعودة فی اول الرسالة لکنی عرضت عنها لوجهین۔ الاول قلته

مسئلہ روح کے بارے میں اگرچہ ابتدائے رسالہ میں وعدہ کیا گیا تھا۔ لیکن دو وجوہ کی بنا پر میں نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔

وجہ اول یہ ہے کہ ہم اس مسئلے کو بہت ہی

ادراکنا لها و ورود النهی عن بیان ماهیتها۔ والثانی رایت الاکابر قد بحثوا عنها فی کتبهم کالغزالیؒ وغیره من حیث تعلقها بابدان العباد و محلها وتصرفها فی البدن الی غیر ذلک من احوالاتها المعقولة للانسان و قد اشرت الی بعض احوالاتها فی کتابی الاصول الاربعة وبعضهم افردوا التالیف فی بیان مسئلة الروح ککتاب الروح للشیخ ابن القیم وکتاب باب الفتوح فی احوال الروح للشیخ عبدالهادی المصری وکتاب البرزخ للشیخ التوکلی الهندی وغیرهم۔ فاکتفیت بتصانیف الاکابر ورایت تکرارها تحصیل الحاصل فان شئت الاطلاع علیها فعلیک بکتب القوم۔

بہت ہی کم سمجھ سکتے ہیں۔ اور اس کی ماہیت وحقیقت کے بیان کرنے پر نہی و منع بھی وارد ہو چکی ہے۔

وجہ دوم یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ بزرگوں نے اپنی کتابوں میں اس مسئلہ کا بحث کیا ہے۔ جیسے امام غزالی رحمہ اللہ وغیرہ نے۔ لیکن اس حیثیت سے کہ ابدان عباد کے ساتھ روح کو کیا تعلق ہے۔ اور اس کے محل اور اس کے تصرف کو جو بدن میں ہے۔ انھوں نے بیان کیا ہے۔ مقصد یہ کہ یہ اور ان جیسے وہ حالات جو انسان کی سمجھ میں آسکتے ہیں، انہوں نے لکھ دیئے ہیں جن میں سے بعض حالات کی طرف میں نے اپنی کتاب "اصول اربعہ" میں بھی اشارہ کیا ہے۔

بعض بزرگوں نے تو اس مسئلہ پر جداگانہ کتابیں بھی لکھی ہیں۔ جیسے شیخ ابن القیم کی کتاب "الروح"۔ اور شیخ عبدالہادی مصری کی کتاب "باب الفتوح فی احوال الروح"۔ اور شیخ توکلی ہندی کی کتاب "البرزخ" وغیرہ۔ اس لئے میں نے انہی کی تصانیف کو کافی سمجھا۔ اور اس مسئلہ کو پھر دہرانا تحصیل حاصل جانا۔ اگر تم اس مسئلہ کے جاننے کا شوق رکھتے ہو تو انہیں کی کتابیں دیکھو۔

رزقنا اللہ وایاک الاستقامۃ
علی الطریقۃ المنجیۃ المرضیۃ
والسلام علی من اتبع الہدیٰ
وانا العبد الفقیر محمد حسن
الفاروقی احسن اللہ حالہ و مآلہ ۱۳۳۹ھ

حق سبحانہ وتعالیٰ ہمیں اور تمہیں نجات دہندہ
اور پسندیدہ طریقہ پر استقامت بخشے۔
والسلام علی من اتبع الہدیٰ
میں ہوں فقیر محمد حسن فاروقی۔ اللہ تعالیٰ
اس کی دنیا و آخرت کو بہتر بنائے ۱۳۳۹ھ

تقریظ

علامۃ الدہر رئیس العلماء[1] مولانا عبد الباقی صاحب ہمایونی قاضی بلادِ سندھ و بلوچستان

من خطہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سبحان من خلق الانسان وعلمہ البیان وجعل قلوب العلماء ریاضا تفلح انوار ازہارہا۔ وامطر علیہا من سحائب فیوضہ غیثا مدرارا۔ فنحمدہ علی نعمائہ سرا وجہارا ونشکرہ علی الائہ اعلانا واسرارا۔ ونصلی علی سیدنا محمد الذی اصطفاہ من بنعۃ العرب اصطفاء واختیارا۔ وعلی الہ واصحابہ الذین جعلہم ابرارا واخیارا۔ وبعد فانی رأیت رسالۃ مسماۃ بطریق النجاۃ کانہار وصنہ اغرست دوحا واشجارا۔ وحدیقۃ ترکت اثمانۃ واثمارہا۔ فقلت۔ ہذا الکتاب لنقشہ ومدادہ کتبان مسک ریحہ یستنشق قرطاسہ کالیاسمین نضارۃ۔ کواسد تحکاہا

المنطق طالعة والعین منه قریرة والقلب من فرط الصبابة تحقق من حسنه وجماله وبهائه لمعان نصل كالكوكب یشرق كیف لا وهو من بن الغرانكار من فاق فی الفصاحة والبلاغة واقرله العلماء بالبراعة والمزکادة اجمع الفصحاء علی کماله ـ واتفق الفضلاء علی حسن خصاله و هو الحبر النحریر والغیث المطیر والبحر الغزیر والسیدع الکبیر الماهر فی العلوم الشرعیه والواقف فی الفنون الادبیة العارف بالله العلیم والعالم بقواعد الدین القویم سیدنا وسندنا حضرة الخواجه محمد حسن جان المجددی مدظله العالی اللهم متع المسلمین ببقاء ذات ذالك العلام انفعهم من تصانیفه المقبولة عند الخواص والعوام بحرمة حبیبك سید الانام علیه وعلی اله واصحابه الصلوٰة والسلام ـ

وانا الفقیر عبد الباقی الهمایونی عفا الله عنه ـ

(۲)

حضرت راس الفضلاء علامة العصر مولٰنا محمد حسن صاحب سجادہ نشین درگاہ کنیا شریف ومفتی بلوچستان

بسم الله الرحمٰن الرحیم

حمد الك اللهم بما سبغت علینا من نعمائك العلیة وافضت علینا من الائك السنیة وصلوٰة علی من ارسلته رحمة الناس کافة وعلی اله واصحابه الذین هم اخیار البریة ـ وبعد فقد طالعت رسالة کانها حدیقة ذات بهجة اوروضة من ریاض الجنة بترتیب وتهذیب رشیق بمعان کثیرة ولفظ وجیز ولیس هذا بعزیز فانها من تالیف من رقا بذ هنه الصائب الی السماك وبلغ الغایة القصوی فی الادراك

فاق علی المصنفین بالفصاحۃ والبلاغۃ وحاز قصبات السبق فی مضمار البراعۃ شیخ الاسلام وامام الانام حضرۃ الخواجہ محمد حسن جان الفاروقی السرھندی ما برحت اقمار فضلہ ساطعہ ونجوم فیضانہ لامعۃ بحرمۃ سید الاولین والآخرین علیہ صلوٰۃ اللہ وسلامہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین وانا الفقیر محمد حسن الکتیاری تجاوز عنہ اللہ الباری؛

(۳)

سراج العلماء نبراس الاتقیاء الفقیہ المشہور والبحر المبرور مولٰنا المولوی محمد قاسم المتوطن فی گڑھی یسین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لانبی بعدہ وعلی آلہ واصحابہ الذین صدقوا وعیدہ ووعدہ وبعد فانی طالعت رسالۃ عجیبۃ مسماۃ بطریق النجاۃ مشتملۃ علی اللطائف والنکات صنفہا العالم الربانی والعارف الحقانی البحر الزخار والغیم المدرار شیخ السنۃ وممیت البدعۃ وھو الذی طفئت بشموس فضلہ سُرج الجہالۃ والضلالۃ واضمحلت فی عصرہ دیاجیر الغباوۃ والغوایۃ وانیطت علیہ عمائم الفضل من بین الشعور وانیخت لدیہ مطایا الکرام فی العشی والسحور اجمع الفصحاء علی فصاحتہ اجماعا واتبع الفضلاء بسنتہ اتباعا سیدنا وسندنا حضرۃ الخواجہ محمد حسن الفاروقی المجددی لازالت شموس فیوضہ بازغۃ واقمارا فاضتہ لامعۃ فبادروا ایہا الطلاب الی اقتناء نخائش ھذا الکتاب فانہ حاو علی تحقیقات عجیبۃ وتدقیقات غریبۃ قاطعۃ ینشط بفہمہا التعبان والکسلان فان بقی بعد ذلک ارتیاب لقوم یجدون فبای حدیث بعدہ یومنون وانا المصدق

الفقیر محمد قاسم المتوطن فی گڑھی یسین ضلع سکھر السندھ عفی عنہ

(۴)

العبد الضعیف الراجی رحمۃ ربہ الغنی محمد ابراہیم الیاسینی عفا عنہ اللہ العلی ناظم جمعیۃ احناف صوبہ سندھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدک یا من ابدعت الخلق بفضلک العمیم وخلقت من بینہم الانسان فی احسن تقویم وجعلت فیہم حبیبک الکریم علی خلق عظیم وعلمتہ علم الاولین والآخرین علیہ صلوتک وسلامک وعلی آلہ وصحبہ اجمعین مندارت السموات ومہدت الارض الی یوم الدین اما بعد فرأیت رسالۃ عجیبۃ لہدایۃ اہل الزمان ومضامین غریبۃ لارشاد من مال طبعہ الی الغی والطغیان مسماۃ بطریق النجاۃ فانہا وسیلۃ لفلاح الذین وذخیرہ فی الحیوۃ وبعد الممات مبانیہا کانہا الیاقوت والمرجان ومعانیہا لم یطمثہن انس من قبل ولاجان ان کنت تبغی سبیل الرشد فی الحیوۃ فاشف العلیل بما فی طریق النجاۃ واکحل بتوضیح عین البصیرۃ والزم علیک الحق بحسن الثبات وللہ در من انشاء حدائقہا وحقق بالغوص العمیق حقائقہا وھو الامام الہمام والبحر القمقام واقف الاسرار الحکمیۃ جامع الانوار القدسیۃ حافظ ملک الکلام حاج بیت اللہ الحرام حکیم امۃ سید المرسلین شیخ الاسلام والمسلمین سیدی وسندی ملاذی ومعتقدی حضرتنا محمد حسن الفاروقی المجددی صاحب سجادۃ مجدد الالف الثانی لازالت شموس فیضہ بازغۃ علی الاقاصی والادانی فہلموا یا اہل النہی لمطالعۃ ھذہ الصحیفۃ العظمیٰ وتعالوا

یا اھل الحجی لتناول ھذہ الھدایۃ العلیا و انا المؤید الراجی رحمۃ ربہ الغنی محمد ابراھیم الیاسینی عفی عنہ اللہ العلی المدرس الاول بالمدرسۃ العربیۃ الواقعۃ فی جیکب اباد سندہ ۔

(۵)

فاضلِ اجل عالمِ اکمل مولینا مولوی محمد محسن شاہ صاحب

مدرس اول مدرسہ عربیہ شہر پیٹ میانصاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی ھدانا الی الحق والصواب والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا صاحب جوامع الکلم و فصل الخطاب اما بعد فذلک ایھا الساری للحق والجائی الی الرشد الاحق ھذا النبراس الذی فیہ نور وھدی للناس اعنی رسالۃ معظمۃ مفخمۃ مسماۃ بطریق النجاۃ" قد الفھا العلامۃ النحریر محرز قصبات السبق فی التقریر والتحریر العالم الالمعی والفاضل اللیلمعی مجمع الفضائل منبع الفواضل غصن روضۃ السماحۃ والبلاغۃ ثمرۃ دوحۃ اللسن والفصاحۃ من العرفاء العظام والمشائخ الکرام اعنی سیدنا الحضرت الخواجہ محمد حسن جان السرھندی المجددی ابقاہ العلی القوی الذی کان غومض الاسرار بالنسبۃ الی ذھنہ الوقاد ھنیۃ ونتائج الافکار بالاضافۃ الی طبعۃ النقاد بینۃ ونعم ما قیل لو لم یدل الوھم صیت جلالہ ما خیل طیف خیال سامی حالہ بکمالہ فی الاوج بدر کامل بحر محیط زاخر بنوالہ۔ فی کل علم عالم متبحر فی فن حلم عالم بحیالہ سحبان حی فی فصاحۃ لفظہ معن بلیغ البخل فی افضالہ۔ انا الفقیر الراجی الی رحمۃ اللہ محمد محسن علی الھاشمی عفی عنہ صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ عربیہ

من فت میانصاحب ؏

(۶)

عالم لوذعی فاضل یلمعی مولنا المولوی عبدالنبی شاہ صاحب امام وخطیب جامع مسجد حبیب اباد ؏

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ والصلوٰۃ علی رسول اللہ وعلی الہ وصحبہ الذین جاہدوا فی سبیل اللہ اما بعد فقد رأیت رسالۃ عجیبۃ وعجالۃ غریبۃ مسماۃ بطریق النجاۃ فقد صنفہا من ھو وارث الانبیاء بمصداق صحیح واصفی العلماء بفضل صریح سراج امۃ سید المرسلین شیخ الاسلام والمسلمین حضرت الخواجہ محمد حسن جان الفاروقی المجددی مد اللہ ظلہ العالی انا الفقیر الراجی الی رحمۃ اللہ سید عبدالنبی شاہ عفی عنہ

(۷)

زبدۃ الفضلا عمدۃ العلماء مولنا المولوی عبدالحی صاحب سجادہ نشین درگاہ پٹ میانصاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نخصک اللّٰھم بالحمد والثناء علی ما افضت علینا من النعماء ونصلی علی حبیبک سید الانبیاء وعلی الہ الاتقیاء واصحابہ الاصفیاء اما بعد فیا اھل النکات تعالوا الی طریق النجاۃ فانہ یوصلکم الی ثمرات المنجاۃ وقد اوجدہ اکمل الکملاء افضل الفضلاء ابارع الذی ال الیہ کل شیخ وشاب والکامل الذی اب الیہ جمیع اولی الالباب ھادی الناس الی رب الاناس مولانا ومقتدانا حضرت الخواجہ محمد حسن جان الفاروقی السرھندی المجددی زین سجادۃ الامام الربانی فخر اخلاف مجدد الالف الثانی علیٰ

اللہ تعالیٰ مقامہ واتم مرامہ امین۔ وانا الفقیر عبدالحی
عفی عنہ اللہ العلی صاحب سجادہ خانگاہ پت شریف۔

(۸)

فرید الدھر وحید العصر فصیح اللسان بلیغ البیان
مولانا صاحبزادہ صاحب سلطان کوٹی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمدالک اللھم علی ما انعمت علینا بلطفک القدیم وصلوۃ علی من ارسلتہ الینا وسمیتہ بالرؤف الرحیم وعلی الہ واصحابہ الذین ھم حماۃ الدین القویم اما بعد فقد طالعت الرسالۃ المسماۃ بطریق النجاۃ فرأیتھا کاسمھا وسیلۃ للنجاۃ من النیران والفوز فی حدایق الجنان فعلی اللہ اجر مصنفھا العلام ھادی الانام الی سبیل السلام قدوۃ الاولیاء العارفین امام العلماء المتقین حامل الرایۃ فی میدان التحقیق حائز قصبات السبق فی التدقیق شیخ الاسلام والمسلمین وارث مقامات الانبیاء والمرسلین حضرتنا المخی اجہ محمد حسن الفاروقی المجددی اعز اللہ بوجودہ الاسلام واناض سجال جودہ علی الخاص والعام وانا المصدق الفقیر صاحبزادہ غفرلہ رب العباد۔

(۹)

جامع المعقول والمنقول واعظ الاسلام
مداح سید الانام المولوی محمد سلیمان سلمہ الرحمن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدًا ومصلیًا اما بعد فقد رائیت الرسالۃ المسماۃ بطریق النجاۃ فوجدتہا کانہا بحر مملو من الدرر البھیۃ وحدیقۃ متبسمۃ بالزھر الزھیۃ کافیۃ نھدایۃ الانام مفیدۃ للخاص والعام وقد الفہا الامام شیخ الاسلام غوث الانام قدوۃ علماء الاعلام مجمع الفضل والکمال مرجع اھل المعارف والاحوال ذو الکرامات الظاھرۃ والمقامات الفاخرۃ منبع الانوار الباھرۃ والاٰثار الزاھرۃ حکیم الامۃ محی السنۃ مولٰنا ومقتدانا حضرت الخواجہ المجددی لازالت بدور برکاتہ طالعۃ وشموس ھدایاتہ ساطعہ۔

وانا المفتقر الی اللہ المنان محمد سلیمان واعظ الاسلام عفی اللہ العلام

(۱۰)

حضرت مولانا الفاضل الکامل العالم العامل المولوی الحاج الحافظ حضرت میاں لعل محمد صاحب ساکن مٹاری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی الی طریق النجاۃ ھدانا والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الذی الی سواء الصراط دعانا وعلی اٰلہ واصحابہ الذین ھم نجوم الاھتداء فاقتدائہم کفانا اما بعد فانی قد طالعت رسالۃ عجیبۃ غریبۃ وصحیفۃ شریفۃ نظیفۃ مسماۃ بطریق النجاۃ ھل ھی الا عین النجاۃ فاسمہا موافق للمسماۃ من حفظہا وعمل بہا فقد نجی ھدی ومن ترکہا ولم یعمل بہا فقد

غوی و هوی و هذه رسالہ مشتملہ علی الدرر البهیۃ والغرر
الزکیۃ و علی اللطائف الحقانیۃ والنکات الربانیۃ و علی الاسرار
القرانیۃ و رموز الاحادیث النبویۃ و علی المسائل الشریعۃ و
المعارف الالهیۃ فعلیکم ان تعضوا علیها بالنواجذ ولله در المصنف
الذی هو البحر الزخار والغیث المدرار العالم الربانی محی السنۃ
ماحی البدعۃ شمس العلماء و تاج الکملاء صدر الفضلاء والاتقیاء
بدر الصلحاء والاولیاء امام العارفین قدوۃ الواصلین
جدیر لان یکتفی فی حقہ علی ما اورده العلامۃ التفتازانی الی لایدرک
الواصف المطری خصائصہ وان یک واصفا فی کل ما وصفا
متع الله المقتبسین بطول بقائہ و دوام ظهور ارشاده حیث
افاد و اجاد فی الرسالۃ بجمیع طرق النجاۃ المفیدۃ للخاص والعام
المعینۃ للکلمۃ الطیبۃ لدی الاختتام الحمد لله رب العلمین
الی یوم القیام "

انا المصدق الفقیر الی رحمۃ الله الصمد لعل محمد المتعلوی
صانہ القوی عن ذنبہ الخفی والجلی

(۱۱)

الفاضل الاجلّ المولوی الحاج عبد القیوم مدرس العربیۃ فی تنده سائینداد

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لمن هو مکرم الانسان و معلم علم البیان و مهدیہ
طریق النجاۃ والکفران والصلوۃ علی من هو المنقذ من النیران
والشفیع المشفع یوم المیزان و علی آلہ واصحابہ الذین هم

کالنجوم لاهل الایمان اما بعد فانی قد قرأت هذا الکتاب المستطاب من اولہ الی اخرہ وطالعت ما فیہ من نکاتہ واسرارہ فوجدتہ منطقا بالحق ومصدقا لما نطق بالصدق وصراطاً مستقیما الی الجنۃ وطریقا ناجیا للانس والجنۃ فمن اخذ بہ وعمل علیہ اهتدی ونجی ومن اعرض عنہ وانکرہ ضل وطغی لانہ خلاصۃ ما انزل من الرحمٰن وزبدۃ ما ورد من سید الانس والجان فلانہ مہ یاذا الحجی فانہ یجلوا العمی ولن تری مثلہ من المؤلفات مشتملا علی جمیع الکمالات کیف لا ومؤلفہ هو الجامع بین الشریعۃ والحقیقۃ قیوم الزمان مرجع الانس والجان بحر العلوم العقلیۃ والنقلیۃ معدن الفیوض الربانیۃ برهان الملۃ والدین قاطع اعناق الملحدین سیدنا ومولانا ومرشدنا ادام اللہ تعالی فیوضہم وبرکاتہم علینا فہلموا ایہا الناس الی هذا النبراس فہو اساس الدین واستیزو امنہ قلوبکم لتفوزوا بارضاء الرحمان یوم یقوم الناس لرب العالمین والسلام اولا واخرا واخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین۔

العبد الحقیر المہموم عبد القیوم عفا اللہ عنہ المدرس فی ننڈہ سائیں داد صانہا اللہ عن الشرور والفساد۔

(۱۲)

حسب مولانا الفاضل العارف الکامل مولوی لعل محمد صاحب الافغانی مدرس العربیۃ فی کوئٹہ بلوچستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل الخلق فرقا وشیعا بعد ان کانوا علی ملۃ واحدۃ یحق الحق بکلماتہ ویدحض الباطل دحضۃ کاملۃ والصلوۃ علی صفوۃ

الانبیاء و نخبة النجباء ارسله لیظهره علی الدین کله ولو کره الکافرون
وعلی آله وا صحابه الذین سلکوا طریقة وبهدیة هادون -
اما بعد فقد وصل الینا کتاب طریق النجاة و التبصیر و
توأمته رسالة التنویر فی مسئلة التقدیر طالعتهما فوجدتهما
روضتان بل لمن خاف مقام ربه جنتان افنانهما الکلمات
الفصیحة والبلیغة وارواثهما بعینان تجریان من بحور ادلة العقلیة
والنقلیة و ثمارهما التخلیص من العقائد الفضیحة الشنیعة
تحتویان علی صحیح معتقد فرقة الناجیة ورد شبهات فرق النارية
خصوصا ارس الملاحدة الدهریة فهما کاسمهما طریقا نجاة وتنویر
لاسیما فی زمان صار مصابیح الاسلام طافئة و اعلام الکفرة
رافعة والناس کالنتیجة للاخس الارذل تابعین فصار وامنهمکین
فی عادات المخالفین ثم متاثرین لعقائد المشرکین حتی صار الاسلام
غریبا کما نطق به الصادق الامین فعلیکم ایها الناس ان تعضوا
علیهما بالنواجذ لان الزمان بمثله بخیل کیف لا وهی من فرائد
اللآل لمولانا وبالفضل اولنا جامع اشتات الشریعة والحقیقة
مانع بدعات العقد بمرد الحدیثة الثمر الفائق فی الدوحة العلیة
النقشبندیة والنخل الباسق فی حدیقة الفاروقیة المجددیة
مولنا الحاج حضرت محمد حسن حفظه الله عن موجبات الکلب
والحزن والحرج بان یقول فیه اللسن اوتی الفضل والتقی طرا
ذاك فضل الاله من نفحات حاط طبعا مکارم الاخلاق ناطقا بالطبع
فصیح الکلمات لم یزل شغله بعلم الدین لم یضع ساعة
من الساعات فاهتدی الخلق باستقامته واستنارت بنوره
الظلمات ناصر الشرع مقتدی الاسلام ناشر الدین جامع
الاشتات ما رأینا کمثله احدا دفع الله بالیقینیات رب ادخله

جنۃ الماوی خالدا فی القصور والغرفات وانا الفقیر الحقیر
لعل محمد حفظہ اللہ عن موجبات الغی والنکد وکان سواد
ھذ البیاض بثالث عشر شھر محرم الحرام سنہ الف
وثلثمائۃ وخمسین من ھجرۃ خیر الاولین والآخرین علیہ وعلی
آلہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات" لعل محمد بقلم خود۔

(۱۳)

مولٰنا الفاضل الالمعی حضرت محمد نور بخش الحنفی النقشبندی التوکلی

مصنف تحفہ شیعہ واقوال الصحیحہ وکتاب البرزخ و
شرح قصیدہ بردہ بزبان عربی وغیرہ من تصانیف المفیدہ
سلمہ ربہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ سیدنا
ومولٰنا محمد وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔ اما بعد
فقد طالعت الرسالۃ الوجیزۃ الموسومۃ بطریق النجاۃ
للعالم الرباني الخواجہ محمد حسن الفاروقی المجددی زین سجادۃ
الامام الربانی مجدد الالف الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوجدتھا
مشتملۃ علی امھات مسائل الکلام والفقہ والتصوف المشار الیھا
فی حدیث جبرئیل علیہ السلام الفھا المصنف العلام علی
اسلوب جدید لا تستوعرہ الافھام واتی فیھا بالبراھین
النقلیۃ والدلائل العقلیۃ علی اثبات العقائد الصحیحۃ مع الرد

ابلیغ علی الفرق الضالۃ لاسیما الدھریۃ والروافض والخوارج والوھابیۃ الھندیۃ وتیھا الرسالۃ الاخری لہ ایضا المسماۃ بالتنویر فی بیان مسئلۃ التقدیر۔ للہ درہ حیث اوضح مسئلت اھل السنۃ والجماعۃ فی تلک المسئلۃ المشھورۃ۔ واستدل بنصوص الکتاب علی ان الصراط المستقیم بین القدر والارجاء فجزی اللہ عنی وعن سائر المسلمین خیر الجزاء۔ ھذا ومطالعۃ کلتا الرسالتین نافعۃ جدًّا لاصلاح العقائد والاعمال۔ فی ھذا الزمان البدع والفتن والضلال۔

اللھم افتح لنا بالخیر واختم لنا بالخیر واجعل عواقب امورنا بالخیر وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ سیدنا ووسیلتنا فی الدارین محمد وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

کتبہ العبد الاسیر بذنبہ الغافل عن عیوبہ الراجی رحمۃ ربہ محمد نور بخش الحنفی النقشبندی التوکلی۔ چک قاضیان

۱۱۔ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۰ھ

صحت نامہ طریق النجات

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	۵	سرکار	سرکار صلی اللہ علیہ وسلم	۳۸	۱۸	مخفوظ	محفوظ
۵	۲۲	بجتہ	پختہ	۴۰	۵	پڑھے	پڑھی
۱۰	۱۹	نظیفۃ	لطیفۃ	۴۳	۴	بعینها	بعینها
۱۱	۱۱	السلیمات	التسلیمات	۴۳	۱۷	فلیعمن	فلیعلمن
۱۵	۱۵	ماموہ	مأمورہ	۴۶	۲	عظم	عظیم
۱۷	۱۰	وللسبب	والمسبب	۴۶	۴	بتنیم	بتنعیم
۲۱	۲۱	وخلیق	وتخلیق	۴۶	۱۰	حنود	جنود
۲۱	۲۲	وطیر	وطیرانہ	۵۲	۲۱	رسولہ	ورسولہ
۲۴	۱۳	بمعاونۃ	بمعاونتہ	۵۲	۲۴	الیہ	الیہم
۲۴	۱۵	اور جنت دوزخ	جنت اور دوزخ	۵۳	۱	واولئک	فاولئک
۲۵	۴	تاثیر	تاثیرات	۵۴	۱	بانہ	بانہم
۲۶	۹	الاختیار	الاختبار	۵۶	۴	بالقرآن . .	بالقرآن نزل اور
۲۹	۸	الکروی	کروی				السکینۃ علیہم
۲۹	۲۳	حجۃ	حجر				بالقرآن
۳۳	۲۰	لترکیب	الترکیب	۵۶	۲۱	ذریۃ	ذریتہ
۳۸	۱	الشفاعتہ	الشفاعۃ	۵۶	۲۲	اور	اور یہ
۳۸	۲۰	خیر	غیر	۵۹	۴	علی المعاراب	علی المعاطب
۴۰	۱۹	حقایقہا	حقایقہا	۶۷	۲۴	الابلا المجاریۃ	الابلاد المجاریۃ
۴۰	۲۴	قدرہ	قدرۃ علیک	۷۲	۸	اخر	اُخر
			قبل خروجک من	۷۲	۱۰	فیتعون	فیتبعون
			بطن الامّ	۷۴	۲۰	دوی	روی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۷	۱	من بعد	من بعدی
۷۷	۱۳	عنقة	عنقہ
۸۰	۱۹	بدور	یدور
۸۷	۲۰	ونبأ	وبناء
۹۲	۱۱	دلیمانك	ایمانك
۹۴	۱۵	وانذرت	وان نذرت
۹۶	۱۲	بالتسبتین	بالتسلیمتین
۹۶	۲۱	کبتت بی	کتبت لی
۹۷	۱۵	محیاتی	محیای
۹۸	۱۳	امام	الامام
۹۸	۱۸	اظهر	انظهر
۱۰۰	۱۴	فدلك	فذلك
۱۰۰	۷	اور اور	اور
۱۰۱	۲۳	فادا	فاذا
۱۰۳	۹	ترتیب لے	ترتیب کے
۱۰۵	۵	اخر	اُخر
۱۰۶	۲۱	تقریر	تقریر
۱۰۹	۲۶	طواف کے	طواف کی
۱۱۰	۱	بالموبرة	بالمروة
۱۱۰	۵	فاہرنا	قاہرنا
۱۱۰	۶	حاصرا	حاسرا
۱۱۱	۷	ور	اور
۱۱۲	۱۳	یکنزون	یکنزون

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۶	۳	لما	کما
۱۲۰	۹	لی	فی
۱۲۰	۲۰	لطیفه	لطیفة
۱۲۶	۱۳	فاذا	ماذا
۱۳۱	۱۲	بالقطعیة	بالقطیعة
۱۳۲	۹	وادفی	وادی فی
۱۳۲	۲۳	اخرین	داخرین
۱۳۳	۲۰	جوانر	جواظ
۱۳۴	۹	ہیں	x
۱۳۴	۹	دوراندیشیاں اور	دوراندیشیاں ہیں اور
۱۳۶	۱۷	یعنے معنی	یعنی
۱۳۷	۱۵	پونخی	پونجی
۱۳۸	۲۰	العواقق	العواتق
۱۴۵	۲۳	بتوبتہ	بتوبة
۱۵۳	۱	ماجتمعا	ما اجتمعا
۱۵۷	۲۱	کردیا میں	کردیا میں نے
۱۷۰	۱۷	قصور	تصور
۱۷۵	۲۳	وہوسکتا ہے	ہوسکتا ہے
۱۷۸	۱۳	الانه	لانه
۱۷۸	۱۹	وفی	فی
۱۸۷	۱۹	طلبك	وطلبك
۱۹۰	۱۰	جاجة	حاجة
۱۹۰	۱۳	من لایتطیع	من لایستطیع

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
			ان یرفع حاجتہ
			من تقنہ بکیفہ
			یستطیع، ان یکون
۱۹۰	۱	لہ عنہ	x
۱۹۲	۱۰	کبیرہ	کبیرۃ
۱۹۳	۱۰	طرف سے	طرف
۱۹۳	۱۹	ست	صورت
۱۹۳	۲۰	پڑیگے	پڑینگے
۱۹۳	۲۲	رے	بندے
۱۹۳	۲۳	اس لئے نہ	اس لئے خیرہ
۱۹۵	۱۹	رہنا	رجاء
۱۹۷	۱۹	ماب	باب
۱۹۷	۹	اندازہ نہیں	اندازہ نہیں کیا
۲۰۰	۲	یقتضیات	یقتضاف
۲۰۰	۲۰	کل شیئی	بیتہ کل شیئی
۲۰۵	۱۸	جمالیہ	جلالیہ
۲۱۲	۵	ان اسودت	ان ارثت
۲۱۳	۱۲	باید یہم	ایدیہم
۲۱۷	۱۳	او	و

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۲۷	۱۹	یسئلک	یسلک
۲۲۲	۲	بیابلک	بیابلک
۲۲۲	۹	کسی طرح	کس طرح
۲۲۲	۹	کس	کسی
۲۲۹	۱۲	تضول	فضول
۲۳۲	۱۳	قایل	قال
۲۳۸	۲	بالامرواس	بالاوامر
۲۳۸	۶	چیز	چیزیں
۲۴۰	۲۰	تقدیرہ...	تقدیرہ علی
			قبل خلق قال
			باربعین عاما
			قال افتلومنی
			علی
۲۴۵	۱۰	فی اطاعات	فی ترک
			اطاعات
۲۴۵	۱۵	سیبہ	سبتہ
۲۴۸	۲۳	وجمین	نوجمین
۲۵۰	۲۳	، وکما قال	۹
		صلی اللہ علیہ وسلم	

۲۶۶
مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللہ؟
شمعِ مذہب و ملت کو بجھانے کی غرض سے الحاد و زندقہ اور کفر و بیدینی کی جو خوفناک آندھی چل رہی ہے. کوئی قلب نہیں جو اسے محسوس کر رہا ہو لیکن ظاہر ہے کہ فقط احساس کافی نہیں تا وقتیکہ اس طوفانِ بیدینی سے بچنے کی تدابیر اختیار نہ کیجائیں. اسلام اور اہلسنت کا لباس پہنکر غارتگرانِ مذہب اور دشمنانِ ملت حق اور باطل کو ملتبس کر رہے ہیں. پھر اے پرستارانِ حق! کیا آپ اسی طرح نچلے بیٹھے رہینگے؟ آپ اعلاءِ کلمۃ اللہ کے فرض سے کبتک غافل رہنے کا تہیہ کر چکے ہیں؟ بیدار ہو جیئے اور ہفتہ وار
اخبار الفقیہ امرتسر
کی خریداری قبول فرمایئے جسمیں مذہب حنفیہ اہلسنت کی صحیح اور سچی تعلیمات شائع ہوتی ہیں اندرونی اور بیرونی مخالفین وہابی غیر مقلد، شیعہ، مرزائی، عیسائی، آریہ وغیرہ کا رد اس خوبی سے ہوتا ہے کہ پرستارانِ باطل مبہوت ہو کر رہجاتے ہیں یقین نہ ہو تو آج ہی ہم سے ایک آنہ کا ٹکٹ بھیجکر نمونہ مفت طلب کیجئے قیمت سالانہ بذریعہ وی پی للعہ بذریعہ منی آرڈر للعہ ششماہی بذریعہ وی پی عہ بذریعہ منی آرڈر عہ -
ملنے کا پتہ :- منیجر ہفتہ وار اخبار "الفقیہ" امرتسر

صحت نامه اصول اربعه

صفحه	سطر	غلط	صحیح	صفحه	سطر	غلط	صحیح
۱	۱۹	ومشرکین	مشرکین	[illegible]	۳	احکام فقه	احکام الفقه
۲	۵	نه پس	پس	۴۵	۸	وسلم	وسلم باشد
۲	۶	درا	در	۴۶	۹	پس چونکه	پس
۳	۱۲	میعاد	میعار	۴۶	۱۲	ملائکه	ملائکه است وتقرب ملائکه
۴	۲۰	وعبد	ویا شیخ عبدالقادر	۵۳	۱۶	واقوال سلف صالحین	.
۴	۲۰	دچهارم	وچهلم	۸۳	۱۸	بهم	لهم
۵	۷	وهدایت اهل عرفان	.	۵۵	۶	وکیف فی	وکیف
۸	۱۸	اجزای	جزای	۵۶	۱۷	عدم الشعورنا	عدم شعورنا
۹	۱۲	می آمد	می آید	۵۷	۵	حضر	حفر
۱۳	۲	بجهر	کجهر	۵۷	۱۰	بسنة	لبتة
۱۳	۱۵	قراری	فزاری	۵۷	۱۵	حضر	حفر
۱۸	۲	تف	یف	۵۸	۱۳	فاذاوصلنا	فاذا وصلنا
۲۲	۶	بجبر توبه	یجبر توبه	۵۹	۱	بجمل	یجمله
۳۵	۱۱	پرطبق	برطبق	۵۹	۲	ثیاب	بیاب
۳۵	۱۸	تبرک	اتبرک	[illegible]	۷	تقربوها	مقربها

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۰	۲۱	مدالمبصر	مدالبصر	۹۶	۵	بقـدر	یقـدر
۹۲	۶	لرایح	ربیح	۹۶	۱۳	بابریر	یاجریر
۹۲	۱۳	تلقطا	تلقفا	۹۷	۱۴	ابواما	ابوابا
۹۷	۹	ولاتنكلوا	ولاتتكلوا	۹۸	۱۸	متوبة	مبتوبة
۹۷	۱۶	طغی	طفی	۱۰۶	۷	المالكبة	المالكية
۷۲	۱۰	منه	من	۱۱۲	۵	وبازدیگر	وبعض دیگر
۷۲	۱۳	سلیمان	سلمان	۱۱۵	۱۳	نقلی	نقل
۷۲	۱۴	استود	ستود عنک	۱۱۷	۶	تفرق	وتفرق
۷۳	۸	الترذی	للترمذی ن	۱۱۶	۱۱	آیه	آنکه
۹۲	۳	ابوالفترند	ابوالموئد	۱۱۶	۲۱	امت	است
۹۲	۱۵	وكنيته	وكنية	۱۱۶	۹	واو	داو
۹۰	۴	وری	روی	۱۱۹	۱۳	ستعل	مستعل